طیّبہ

کشف و کراماتِ
حضرت داتا گنج بخش

Marfat.com

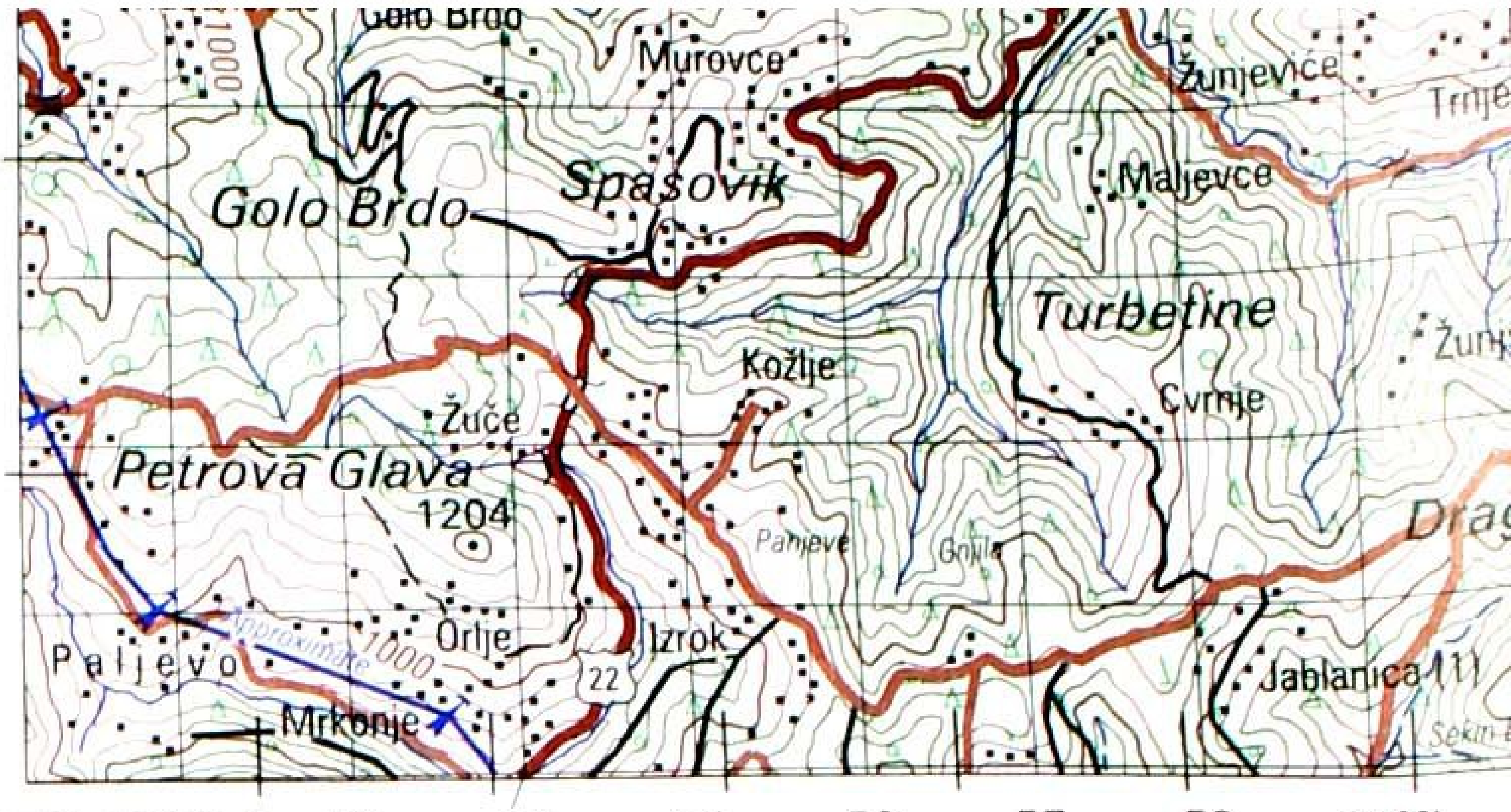

Prepared and published by the National Imagery and Mapping Agency

MAP INFORMATION AS OF 1998

LEGEND

...D PLACES
...y built-up areas
...ly to moderately
...up areas

...ather, hard surface:
...ded; Median < 40m — 4 LANES
... or more lanes wide — 3 LANES
... lane wide
...ather, loose surface:
... or more lanes wide — 3 LANES
... lane wide
... dry weather,
... surface

...marker: International; ...onal; Secondary — E22, 64, 10
...DS — Single Track, Multiple Track
...al gauge 1.44m
...(½")
...fied
...ad station:
...ation known;
...ation unknown
...ARIES
...ational
...er Republic
...nce
...ANEOUS CULTURAL FEATURES
...ing; School; Ruin
...ch; Mosque; Marabout
...etery: Christian; Islamic
...ted object; Well; Tank — Silo, Oil
...pital; Heliport
...e: Active; Abandoned
...ert; Bridges: Standard, Pedestrian
...nel: Road; Railroad
...ce
...dmark area
...a name — RAŠKA

OBSTRUCTIONS — Single, Group
Elevation of obstruction top above sea level (≥ 46m) — 430
Elevation of obstruction top above ground level (≥ 46m) — (70)
< 46m, ≥ 46m
High tension powerlines
Telephone or telegraph line — Tel
Catenary powerline

DRAINAGE — Perennial, Intermittent
Streams:
Less than 50m wide
50m wide or more
Spring
Well
Lakes: Perennial; Intermittent; Dry
Swamp; Land subject to natural inundation
Cistern; Dissipating stream
Disappearing stream

VEGETATION
Vineyard; Orchard
Scrub; Scattered trees
Woodlands: Evergreen; Deciduous; Mixed

MISCELLANEOUS RELIEF
Spot elevation: Highest; Normal — •2030 •320
Depression; Embankment
Cliff ≥ contour interval; Cliff < contour interval
Cut ≥ contour interval; Cut < contour interval
Fill ≥ contour interval; Fill < contour interval

A LANE ON ... LEAST 2.5 M...
IN DEVELOP... CLASSIFIED...
ROAD CLASS... WITH CAUTI...
CAUTION: N... LINES ARE S...
THE NUMBE... POPULATED ... THAN ONE F...

Marfat.com

483

Marfat.com

Marfat.com

حیات طیبہ

کشف و کرامات

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: محمد نصیب

پیر کامل ارباب شریعت و طریقت کے پیشوا پاسبان رموز شریعت و مظہر نور خدا حضرت داتا گنج بخش کی تعلیمات، رشد و ہدایات احوال و معارف تصوف و روحانی نظام پر ایک تحقیقی کتاب

ناشر:- محمد نصیب اینڈ سنز صاحب وقت پبلشرز
۳۷-بی گلبرگ نمبر ۲ - لاہور فون نمبر ۸۸۲۱۳۴

Marfat.com

محکمہ تعلیم حکومت پنجاب کے سرکلر نمبر
ایس۔ او۔ (پی I) ۱/۸۰-۴-پی III
مورخہ ۷، فروری ۱۹۸۴ء کے تحت یہ کتاب صوبہ پنجاب
کے کالجوں اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہے

53083

جملہ حقوق بحق مصنف و پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ
مصنف محمد نصیب
طبع دوئم یکم اکتوبر ۱۹۸۴ء
تعداد ایک ہزار
کتابت عبدالجبار ثاقب۔ شاہد محمود
مطبوعہ ظفر سنز پرنٹرز۔ ۹ بی کوپر روڈ لاہور
قیمت ۲۲ بائیس روپے

Marfat.com

فہرست

مندرجات	صفحہ	مندرجات	صفحہ
تعارف از حکیم محمد موسیٰ امرتسری	۸	ایک ہی پیرومرشد کے دو مُرید	۴۰
دیباچہ	۱۰	سب سے پہلے ہندو جو مسلمان ہوا	۴۱
باب اوّل۔ حیاتِ طیبہ	۲۲	تذکرہ رائے راجو	۴۲
شجرۂ نسب و شجرۂ طریقت	۲۳	داتا صاحبؒ کی کرامت	۴۳
فارسی نظم میں شجرۂ طریقت	۲۴	داتا صاحبؒ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا	۴۴
حمد و ثناء از حضرت داتا گنج بخشؒ	۲۵	تذکرہ کرامت زیارت کعبہ	۴۵
پیدائش مبارک حضرت داتا گنج بخشؒ	۲۶	ایک بصیرت افروز واقعہ	۴۶
تذکرہ پیرو مرشد حضرت داتا گنج بخشؒ	۲۹	محمود غزنوی کا غلام و داتا صاحبؒ	۴۸
اساتذہ کرام حضرت داتا گنج بخشؒ	۳۰	داتا صاحب کو گنج بخشؒ کیوں کہا	۴۹
داتا صاحبؒ کا ایمان افروز خواب	۴۰	چلہ کشی خواجہ مُعین الدین چشتیؒ	۵۰
داتا صاحبؒ کا نکاح	۳۲	بابا فرید شکر گنجؒ	۵۱
تصانیف حضرت داتا گنج بخشؒ	۳۳	حضرت شاہ حسین زنجانیؒ	۵۲
تبصرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری	۳۵	لاہور کے حضرت مادھو لال حسینؒ	۵۳
سر جھکانا محمود غزنوی کا بردرِ داتا صاحبؒ	۳۷	داتا صاحبؒ کی وفات	۵۴
ایک مسافر رخصت ہوا نیا وارد	۳۸	مزار پر اولیاء کرام کی حاضری	۵۵

Marfat.com

مندرجات	صفحہ
خانقاہ عالیہ پر بادشاہوں کی حاضری	۵۸
خانقاہ معلی پر مشاہیر کی حاضری	۶۰
جدید مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ	۶۱
مختلف ممالک کے اولیاء کرام	۶۲
۱۹۶۵ کی جنگ میں داتا صاحب کی کرامت	۶۵
باب دوم صوفی اور تصوف	۶۷
صوفی کے نزدیک سونا چاندی اور پتھر یکساں ہیں۔	۶۹
حضرت موسیٰ اور رسول کریمؐ میں فرق	۷۰
سب سے پہلے صوفی کا لقب	۷۴
تصوف قرآن حکیم کے آئینہ میں	۷۶
تصوف میں خلفائے راشدین کا مقام	۷۸
حضرت صدیق اکبرؓ امام تسلیم و رضا	۸۰
حضرت عمر فاروقؓ۔ باطنی کیفیت	۸۰
حضرت عثمان غنیؓ شریعت و حقیقت کے امام	۸۲
علوم طریقت و حقیقت میں حضرت علیؓ کا مقام	۸۴
تصوف میں اصحاب صفہ کا مقام	۸۶
تصوف سے انکار کیوں ؟	۸۸
فضل حق داند گر دشمن قوی است	۸۹
ایک مشکل کے حل ہونے کا واقعہ	۹۱
جاہل صوفی کی پہچان	۹۲
سخاوتِ ابراہیم و فقر رسول کریمؐ	۳
خرقہ پوشی	۴
پیوند فقر پر ہونا چاہیئے۔	۵
درویشوں کے لیے خرقہ پوشی کی تربیت	[illegible]
خرقہ پہنانے والے مرشد کی خصوصیات	[illegible]
داتا صاحب کا پیراہن	[illegible]
تصوف آئمہ اہل بیتؓ کا مقام	[illegible]
صوفیاء کرام کے اشارات	[illegible]
حال اور وقت میں تمیز	[illegible]
مقام اور تمکین داتا صاحب کی نظر میں	[illegible]
غیر ملکی ادیبوں کا خراج عقیدت	[illegible]
باب سوم روحانی نظام	[illegible]
اثبات ولایت	[illegible]
ولی اللہ پر کوئی خوف نہیں ہوتا	[illegible]
چار ہزار اولیاء کرام روپوش ہیں	[illegible]
ولی اپنے حال میں فانی اور مشاہدہ ہی باقی ہوتا ہے۔	[illegible]
طالب حق کیسے اولیاء اللہ ہو جاتے ہیں؟	[illegible]

Marfat.com

مندرجات	صفحہ
عارف حق ہی روحانی نظام میں داخل ہوتا ہے	۱۳۹
ولی اور نبی میں فرق	۱۴۲
اوتاد ہر شب جہاں کی سیر کرتے ہیں	۱۴۴
صاحب سکر اور صاحب صحو	۱۴۴
اولیاء اللہ تا قیامت رہیں گے	۱۴۷
اولیائے کرام کیسے نفس کو قابو کرتے ہیں ؟	۱۴۹
کشتی میں سوار درویش صاحبِ فتن تھا	۱۵۰
پیرِ طریقت نے ہمت کی بجائے توکل کا سہارا لیا ۔	۱۵۱
وہ پیر بزرگ اوتاد تھے ۔	۱۵۱
حضرت خضرؑ نے ایک ولی کی کتابِ تصوّف طلب کی ۔	۱۵۳
ایک چور ابدال ہوگیا ۔	۱۵۴
رُوح امرِ ربّی ہے	۱۵۴
عوام الناس کا ردّ و قبول یکساں حیثیت رکھتا ہے ۔	۱۵۶
رُوح کا مقام ارفع ہے ۔	۱۵۷
بابِ چہارم ۔ رُموزِ علم و عمل	۱۵۸
داتا صاحبؒ نے جہاں کو مقامِ اسرارِ الٰہی پایا ۔	۱۵۹

مندرجات	صفحہ
علم عمل کا محتاج ہے اور عمل علم کا	۱۶۰
علم الٰہی اور علم خلق	۱۶۳
عورت نے کہا میں ایک دروازہ بند نہیں کرسکتی ۔	۱۶۴
شریعت و حقیقت	۱۶۵
علم حقیقت (دین کے ارکان)	۱۶۶
نماز کی فضیلت	۱۶۸
واقعہ شب معراج	۱۷۰
نبیؐ کریمؐ کی داتا صاحبؒ کو نصیحت	۱۷۱
فقر اور فقیر سے متعلق علم	۱۷۵
خطرناک حجاب	۱۷۶
جلالی اور جمالی توبہ کا علم	۱۷۷
سیر و سیاحت و مجاہدات	۱۷۹
رسول کریمؐ کو داتا صاحبؒ کے دل کی کھٹک معلوم ہوگئی ۔	۱۸
اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی اولیائے کیساتھ	۱۸۲
آدابِ حج برائے عوام و عارفانِ حق	۱۸۳
باطنی نعمتوں کی زکوٰۃ	۱۸۵
غیر ممالک کے محققین کا خراجِ تحسین	۱۸۶

Marfat.com

مندرجات	صفحہ
باب پنجم۔ رُموزِ آداب	۱۹۰
ادب کی فضیلت	۱۹۰
آدابِ سوال و ترکِ سوال	۱۹۱
حاکم وقت آدھی رات ننگے سر ننگے پاؤں گھر سے بھاگ نکلا اور درویش کو رہا کر دیا۔	۱۹۲
ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے	۱۹۳
آدابِ صحبت	۱۹۴
درویشوں کے ساتھ ہم نشینی!	۱۹۵
ادب کے لحاظ سے تین قسم کے لوگ۔	۱۹۶
بے ادبوں کی صحبت کے فوائد	۱۹۸
کیفیتِ باطن	۱۹۹
آدابِ سفر	۲۰۰
آدابِ طعام	۲۰۲
آدابِ ایثار	۲۰۲
خلیفہ نے درویش سے کہا کسی چیز کی ضرورت ہے۔	۲۰۳
نو درویشوں کا جذبۂ ایثار	۲۰۴
آدابِ کلام و خاموشی	۲۰۶

Marfat.com

انتساب

اپنی والدہ محترمہ مرحومہ کے نام
معنون کرتا ہوں جو دینی و دنیاوی
علوم و فکر و دانش میں ایک وقیع
مقام رکھتی تھیں اور اسلامی
روایت کی عظیم علمبردار تھیں

محمد نصیب

ڈاکٹر آغا سہیل
... پی ایچ۔ ڈی
صدر شعبہ اردو
گورنمنٹ ایف۔سی کالج لاہور۔

فون: رہائش ۸۸۲۹۱۶
۲۰۳۔ ایف۔سی کالج
لاہور۔

[illegible] اسلم محمد نصیب [illegible] کا

جناب محمد نصیب! [illegible]

[illegible]

آغا [illegible]
۱۹۸۳ء

[illegible] محمد نصیب
[illegible]
لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

از جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری

فاضل محترم جناب محمد نصیب صاحب (ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر تعلقات عامہ حکومت پنجاب، حال رکن مجلس اُستاد زبان دفتری، بڑے بلند اقبال اور بانصیب انسان ہیں دنیادی طور پر اعلیٰ مناصب پر فائز رہنے کے ساتھ ساتھ ان کو اولیاء اللہ سے جو والہانہ عقیدت و محبت ہے، وہ ہے ان کی یہ صحیح بلند اقبالی اور خوش نصیبی اس میں بھی اختصاص کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے باطنی حاکم اعلیٰ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی نیازمندی قابل صد رشک ہے جو ان پر حضور داتا صاحب کی خصوصی توجہ کی دلیل ہے۔

فاضل محترم نے چند سال قبل ایک کتاب بنام "صاحبِ وقت حضرت داتا گنج بخش" ترتیب دے کر طبع کرائی تھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ اب انہوں نے پیش نظر کتاب "کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخش" مرتب فرمائی ہے، جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) حیاتِ طیبہ

Marfat.com

(۲) صُوفی اور تصوّف

(۳) روحانی نظام

(۴) رمُوزِ علم وعمل

(۵) رمُوزِ آداب

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے محبت میں اضافہ ہو گا جو جنت کی کنجی ہے۔

داتا کی نگری

۱۱۔ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

خاک راہ دردمنداں

محمد موسیٰ عفی عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

میری یہ موجودہ کاوش بنام "کشف و کراماتِ حضرت داتا گنج بخشؒ" ایک پیر کامل، عارف حق مظہر نور خدا کی حیات طیبہ، نظریات تصوّف، کشف و کرامات، درس علم و عمل د روحانی نظام سے روشناس کراتی ہے۔ اس سے قبل میں کتاب بنام "صاحب وقت حضرت داتا گنج بخشؒ" پیش کر چکا ہوں۔ اس کتاب کی تالیف میں میں نے زیادہ تر داتا صاحبؒ کی بین الاقوامی شہرت کی حامل کتاب کشف المحجوب سے استفادہ کیا ہے۔ جو اہل علم و عرفان کے لیے یہ بلیغ و دل آویز کتاب ایک عطیہ جاودانی ہے اور داتا صاحبؒ کے رشد و ہدایات، فیوض و برکات و تجلیات و انوار کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

تاریخ تصوّف اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جو قرآن حکیم کے تفاسیر اور احادیث ہمارے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متصوفانہ باطنی زندگی سے متعلق تھیں وہ دور اسلام کی پہلی دو صدیوں میں منظر عام پر آ چکی تھیں۔ چنانچہ معروف مؤرخ ابن الجوزی نے اس زمانے کے چالیس مستند اولیاء کرام کے نام محفوظ کر دیئے۔ بایں ہمہ تاریخی حوالہ جات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بغداد ۲۵۰ھ کے بعد اسلامی تصوّف کا مرکز بن گیا تھا یہی وہ سال ہے جس میں اسلامی مناظروں کے مراکز

Marfat.com

قائم ہوئے اور مساجد میں پہلی بار تصوف پر درس دیے جانے لگے اور یہی زمانہ تھا[1] جب متصوفین اور فقہاء کے درمیان پہلا کھلا تصادم رونما ہوا اور بغداد میں قاضیوں کی عدالتوں میں حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت ابوالحسن نوریؒ، حضرت ابوحمزہؒ اور حضرت حلاجؒ کے خلاف ۲۴۰ھ میں مقدموں کا آغاز ہوا۔

صوفیاء متقدمین کو اس بات کا اندازہ ضرور ہو گا کہ انہیں حکومت کے ارباب حل و عقد سے بے خوف و خطر ٹکر لینا پڑے گی اور بندگان خدا کو یہ واضح کرنا پڑے گا کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر اور انوار قدرت، بندے کی سمع و بصر اور احوال میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ[2] کا مظہر بن جاتا ہے۔ یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سمع سے سنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے اور نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے خدا کا یہی تقرب بندہ کو انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز کر دیتا ہے۔ جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ اگر غور کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آیت کریمہ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفات حق متجلی ہو جاتی ہیں اور انوار

---

[1] ۔ ابن الجوزی، تلبیس، ص ۸۳ [2] علامہ سید احمد سعید کاظمی؛ توحید اور شرک ص ۱۲، ۱۳ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

Marfat.com

صفاتِ الٰہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔[1] جب قرآن سے یہ ثابت ہے کہ درخت سے "اِنّی اَنَا اللّٰہ" کی آواز آ سکتی ہے تو عبدِ مقرب کیلئے کیونکر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر کا مظہر نہ ہو سکے۔

مندرجہ بالا گزارشات کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں جو مقدمات صوفیاء کرام کے خلاف چلاتے گئے اور خداوند تعالیٰ رب العزت نے جس طرح ان کی غیبی امداد فرما کر ان بزرگانِ دین کو سخت آزمائشوں سے گزار کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا وہی جذبہ ایثار در اصل شریعت و طریقت کی رُوح ہے جسے تصوّف کہا جاتا ہے میں نے باب رموز آداب میں ذیلی عنوان "جذبہ ایثار" میں ان مقدمات کا تذکرہ کیا ہے۔ با ایں ہمہ اس کتاب کے باب "صوفی اور تصوّف" میں میں نے تصوّف کو قرآن حکیم کے آئینہ میں پیش کیا ہے اور بحوالہ "کشف المحجوب" میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ تصوّف سے انکار در اصل احکامِ شرعیہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا انکار ہے۔

رب العزت خداوند کریم کے حضور سجدہ ریز ہو کر میں نے دعا کی کہ میری اس سعی میں مدد فرمائی جائے تاکہ جہاں کہیں بھی حضرت داتا گنج بخش رح کے تجلیات و انوار، رشد و ہدایت، فیوض و برکات و کشف و کرامات کے انمول موتی بکھرے پڑے ہیں میں انہیں یکجا کر دوں۔ گذشتہ ایک سال کی تحقیق کے دوران اپنے اس تجسس میں بیرونی مفکرین و مدبرین کے آراء کا بھی مطالعہ کیا تاکہ جو خراجِ تحسین انہوں نے حضرت داتا گنج بخش رح کی کتاب کشف المحجوب اور آپ کے نظریہ تصوّف سے متعلق پیش

---

[1] علامہ سیّد احمد سعید کاظمی: توحید اور شرک ص ۱۲ - ۱۳ - مرکزی مجلسِ رضا لاہور

Marfat.com

کتے ہیں ان کو بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کردوں جس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ آپ اسلامی تصوّف کے شہنشاہ ہیں اور آپ کی آفاقی شخصیت سالکانِ حق کے لیے تاقیامت اعانت کرتی رہے گی۔ غیر ملکی محققین نے اس امر کا بھی اعتراف کیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش نے تصوف یعنی معرفتِ الٰہیہ کے سمجھنے میں جو قیمتی خیالات "کشف المحجوب" میں سمو دیئے ہیں وہ کسی اور تصوّف کی کتاب میں نہیں ملتے"۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمات، کشف کرامات کو عوام و خواص تک پہنچانے کے لیے سلیس زبان کا استعمال میری نظر میں ایک اہم تقاضہ ہے۔ اس حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے کوشش کی ہے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مفہوم کو سلیس اُردو زبان کا جامہ پہنایا جائے اور اسی ضمن میں یہ بھی ذہن میں رکھا جائے کہ کوئی غلطی سرزد نہ ہونے پائے۔ مزید براں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ "کشف المحجوب" کے بہت سے تراجم جو اُردو زبان میں دستیاب ہیں۔ ان کے کئی مقامات پر بعض متراجم ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے بعض کے تو اصل متن ہی حذف کر دیئے گئے ہیں اور کچھ میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا گیا ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مترجم نے اپنے مکتبۂ فکر کے مطابق جو کام کیا ہے وہ اصل سے متجاوز ہے مترجم کا فرض ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اس زبان کے اسلوب بیان میں ڈھالے جس میں اصل عبارت کو منتقل کرنا ہے نہ کہ وہ اپنے نظریات کو اس ترجمہ کے ذریعہ تبلیغ و ترویج کا ذریعہ بنائے۔ البتہ اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ تراجم میں بھی اختلاف غیر دانستہ طور پر عمل میں آیا ہو کیوں کہ کشف المحجوب کے تہران اور سمرقند کے نسخوں میں بھی بعض مقامات پر اختلاف موجود ہے

Marfat.com

اس دشواری کا احساس آر۔ اے نکلسن نے بھی اپنے انگریزی ترجمے کے پیش لفظ میں کیا ہے۔

مندرجہ بالا دشواریوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ابواب صُوفی و تصوّف روحانی نظام و رموزِ علم و عمل کی تصنیف و تالیف میں جو بہت اہم نکتہ تھا۔ وہ یہ تھا کہ اصل مفہوم کے ساتھ ساتھ زبان سادہ ہو۔ فرسودہ اور ثقیل الفاظ سے اجتناب کیا جائے۔ اس ضمن میں خرقہ پوشی پر جن مقدس خیالات کا اظہار داتا صاحبؒ نے کیا ہے۔ مَیں نے حتیٰ الامکان وہی مفہوم قارئین کے لیے سلیس زبان میں باقی رکھا ہے۔ اور یہ کہنے میں مجھے قلبی سکون ملتا ہے کہ یہ ایک گنجینہ معرفت ہے۔ جس میں حضرت داتا گنج بخشؒ نے سالکانِ راہِ حق کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ داتا صاحب کے خیالات کی ترجمانی صحیح معنوں میں علامہ اقبال نے یوں کی ہے۔

نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

داتا صاحبؒ خرقہ پہنانے والے پیر و مرشد کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خرقہ پہنانے والے میں اس قدر قوت روحانی ہونا چاہیئے کہ اگر کسی بیگانہ پر نظر ڈالے تو اسے چشم شفقت سے آشنا بنا دے اور اگر کسی خرقہ کو کسی عاصی پر ڈالے تو وہ ولی بن جائے۔ اس قسم کے ایک واقعہ کو باب "روحانی نظام" میں مَیں نے اس کتاب کی زینت بنایا ہے۔

فقط نگہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے
(اقبالؒ)

داتا صاحب نے جس حُسن بیان سے مقام اور تمکین کے ذکر میں انبیاؑ

Marfat.com

کے مقامات واضح کئے ہیں سالکانِ شریعت و طریقت کے لیے مشعل راہ ہیں اسی طرح آپؒ نے کشف المحجوب میں کئی ایک جگہوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی نشاندھی معراجِ مقدسہ کے ضمن میں جس طرح کی ہے اس کا احاطہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے ابو نصر سراجؒ و دیگر اولیاء کرام کی تصنیفات کا مطالعہ بھی خوب کیا جو کتب آپ کے زیر مطالعہ رہے۔ ان کا ذکر حیات طیبہ کے باب میں کیا گیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ چوتھی اور پانچویں صدی کے دوران تصوف کی تدوین وسیع پیمانے پر کی گئی۔ ابو نصر سراجؒ[۱] (م ۳۸۰ھ) نے اپنی کتاب "اللمع" مرتب فرمائی اور اس کارِ خیر کے لیے آپؒ نے دور دراز کے طویل سفر کئے۔ ابو طالب المکیؒ[۲] (م ۳۸۶ھ) نے قوت القلوب بغداد میں تالیف کی۔ سُلمی[۳] (م ۴۱۲ھ) نے طبقات الصوفیاء نیشاپور میں لکھی۔ ابو نعیم الاصبہانی[۴] (م ۴۳۰ھ) نے کتاب حلیتہ الاولیاء اصفہان میں۔ قشیریؒ (م ۴۶۵ھ) نے اپنا رسالہ نیشاپور میں اور سید مخدوم علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنجؒ (م ۴۶۵ھ) نے اپنی کتاب کشف المحجوب لاہور میں مرتب فرمائی۔

جہاں تک تصوف کی ابتداء کا تعلق ہے یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ تصوف ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر منقطع سلسلے کی وساطت سے پہنچا ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خلفائے راشدین کو تصوف میں نہایت

وا۔ ف ۲۔ عبداللہ ہروی: منازل السائرین ص ۳۵ و ۳ ف ۴
ابن الجوزی "تلبیس" ص ۱۰۲

Marfat.com

ارفع مقام حاصل تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرداً فرداً تصوف میں مقام اس کتاب میں بحوالہ
"کشف المحجوب" بیان کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ کو طریقت و ولایت میں امامِ اعلیٰ مانتے ہیں۔ اگر
تیسری صدی تک طریقت تصوف کا سلسلہ لیا جائے تو اس کی صورت
یوں نظر آتی ہے۔ حضرت علیؓ (م۔ ۴۰ھ) حسن بصریؒ (م۔ ۱۱۰ھ)
حبیب عجمیؒ (م۔ ۱۵۶) داؤد طائیؒ (م۔ ۱۶۵) معروف کرخی (م۔۲۰۱ھ)
سری سقطیؒ (م۔ ۲۵۲ھ) جنیدؒ (م۔ ۲۹۷ھ)۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا سلسلہ
طریقت بھی اسی سلسلۂ طریقت کی ایک کڑی ہے۔ میں نے کتاب کشف و
کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ میں آپؒ کے شجرۂ طریقت نثر اور نظم اور
شجرہ نسب کو ایک خاکے کی صورت میں اس لئے بھی پیش کرنے کی
جسارت کی ہے تاکہ ناظرین ایک نظر میں دیکھ لیں کہ داتا صاحبؒ کا شجرہ
نسب نو واسطوں سے حضرتِ علیؓ اور شجرہ طریقت گیارہ واسطوں سے
رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے جاملتا ہے۔

یہ ذکر کرنا بے جا معلوم نہیں ہوتا کہ اس کتاب کشف و کراماتِ داتا گنج
بخشؒ میں جہاں آپ کے منکشف کردہ اسرارِ الٰہیہ بیان کئے گئے ہیں وہاں
کئی ایک مقامات پر آپ کے کرامات کا ذکر بھی ضمناً آتا گیا ہے۔ خصوصاً باب

دا۔ حراز کتاب الصدق رترجمہ از آربری آکسفورڈ ۱۹۳۷ء
جنیدؒ: کتاب الفنا ترجمہ از علی عبدالقادر در اسلامک کوارٹرلی جلد اوّل
شمارہ ۲۰۔ لندن ۱۹۵۴ء۔

Marfat.com

ولی حیات طیبہ، یہ کوشش کی گئی ہے کہ داتا صاحب کے مصدقہ کرامات سے
رئین کرام کو متعارف کرایا جائے۔ مَیں نے باب رموز علم و عمل میں داتا صاحبؒ کے
قوال و فرمودات سے اس کتاب کو آراستہ کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام
وحانی حقائق اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر ظاہر نہیں کئے۔ اس موضوع پر قرآن حکیم
ام ملتِ اسلامیہ کو مخاطب[۱] کر کے اِس خیال کی تعمیم اِن الفاظ میں کرتا ہے:" ہم
سِ کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دُوسرا علم والا بڑھ
ہے"۔ داتا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک حضرتِ موسیٰ علیہ السلام تھے کہ اُن
ے وجود پاک میں عدم نہ تھا حتیٰ کہ آپ نے عرض کیا: "اے میرے[۲] رب
رے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ مجھ پر آسان فرما"۔ دوسری ذاتِ
ارک ہمارے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تھی کہ آپ کے عدم میں وجود
تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "کیا[۳] نہیں کھول دیا اے محبوب
نے تیرا سینہ پاک"۔ ایک نے تو آرائش چاہی اور زینت طلب کی۔
سری ہستیِ پاک کو خود اللہ تعالیٰ نے آراستہ کیا اگرچہ اس کی خواہش آپؐ
ے نہ کی تھی۔ سو یہ تھا حضرتِ موسیٰ علیہ السلام میں اور پیغمبرِ اسلام حضرت
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں فرق۔

موجودہ دور میں تصوّف میں جناب حکیم محمد مُوسیٰ صاحب امرتسری جو وقیع مقام
کھتے ہیں۔ میری دِلی خواہش تھی کہ اس کتاب سے متعلق تعارفی کلمات رقم
ادیں تاکہ باعث برکت ہو۔ جب مَیں نے پانچ ابواب کا کتابت شدہ مسودہ

---

[۱] قرآن سُورۃ یوسف ۱۲۔ آیت ۷۶۔ [۲] قرآن سُورۃ طٰہٰ: آیات ۲۵ - ۲۶
[۳] قرآن سُورۃ۔ الانشرح ۹۴: آیات ۱-۲

Marfat.com

موصوف کی خدمت میں پیش کیا تو اپنی علالت کے باوجود بیٹھے بیٹھے آپ نے ملاحظہ فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ فلاں وقت میں تعارف نامہ لکھ دوں گا۔ میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی جب مَیں نے دیکھا کہ وقت مقررہ پر آپ میرے انتظار میں ملفوف تعارف نامہ لیے بیٹھے ہیں۔ مَیں نے آپ کی موجودگی میں تعارف نامہ پڑھا اور برجستہ میری زبان پر یہ الفاظ آ گئے" آپ نے تو کوزہ میں دریا بند کر دیا ہے۔" نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

طبع دوم

داتا صاحبؒ کے ایک عقیدت مند جن کی ارادت بے مثال ہے اور اہل سنت و جماعت سے وابستگی لازوال ہے کبھی کبھار مجھے یاد کر لیتے ہیں۔ کشف و کراماتِ حضرت داتا گنج بخش سے متعلق انہوں نے اپنے تاثرات ارسال کئے ہیں۔ زبان کے اعتبار سے اور اندازِ بیان کے لحاظ سے ان کے فرمودات کو میں نے گنجینۂ ادب کے زیر عنوان اس کتاب کے صفحہ ۱۹ پر شائع کیا ہے۔ ایران کے مشہور و معروف محقق آقا محمد حسین تسبیحی کا ایک گراں قدر نامہ بھی شامل کر رہا ہوں تاکہ حضرت داتا گنج بخش کی آفاقی شخصیت سے قارئین کرام کو روشناس کرایا جا سکے۔

ڈاکٹر آغا سہیل صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی صدر شعبہ اردو، ایف سی کالج لاہور جو اردو ادب میں ایک وقیع مقام رکھتے ہیں اور جن کی علمی وسعت اور گہرائی مانند بحرِ بیکراں ہے اور روحانیت سے ان کا لگاؤ بے پناہ ہے۔ آپ کا ارسال کردہ ایک سجع اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں جو اس کتاب کی مقبولیت کی ایک واضح پیش گوئی ہے میں محمد ارشد لیکچرار شعبہ تاریخ کیڈٹ کالج حسن ابدال کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اغلاطِ کتابت کی نشاندہی فرمائی۔ آخر میں مَیں کشف و کراماتِ حضرت داتا گنج بخش کے دوسرے ایڈیشن کے موقعہ پر اپنے قارئین کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کو خرید کر عالم اسلام کے ایک عظیم مبلغ شریعت و طریقت کے پاسبان اور مظہرِ نورِ خدا کی کشف و کرامات سے استفادہ کیا۔

طالب علم و عرفان محمد نصیب، ۵ محرم ۱۴۰۵ھ مطابق۔ یکم اکتوبر ۱۹۸۴ء

Marfat.com

گنجینۂ ادب

"صاحبِ وقت" کے بعد "کشف و کرامات گنج بخشؒ" جناب محمد نصیب صاحب کی دوسری تالیف ہے۔ یہ نصیب صاحب کی خوش بختی اور سعادت مندی کی روشن دلیل ہے کہ انہیں حضرت داتا گنج بخشؒ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے کتاب کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ کے حیات طیبہ ایمان و ایقان، علم و عرفان، مجاہدات و مکاشفات، واردات و مشاہدات، عشق و محبت اور خلوص و وفا کا ایسا حسین جمیل اور ارفع و اعلیٰ مرقع ہے کہ داتا صاحبؒ کے لئے عظمت و احترام اور ارادت و عقیدت کے جذبات ابھرتے ہیں اور ان کی جلالت و عظمت کے نقوش گہرے سے گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کتاب صرف اہل تصوف اور صوفیا ہی کے لئے رہبرِ کامل نہیں بلکہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ "کشف و کرامات گنج بخشؒ" کا بنیادی ماخذ کشف المحجوب ہے جو ایک فقیر روشن ضمیر کا بے نظیر تحفہ ہے مگر درس فقیری میں جہانبانی کا سبق ہے۔ فقر و درویشی اور شہنشاہی کے اسرار رموز کی کلید ہے۔ جس میں تذکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے تمام اصول اور مراحل شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

یہ کوشش لائق صد تبریک ہے کہ نصیب صاحب نے تعلیمات گنج بخشؒ کو عام فہم انداز میں قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران چشم تصور میں انسان اپنے آپ کو وہاں محسوس کرتا ہے جہاں سرمدی نغمے مچلتے، تمنائیں حقیقت کا روپ دھارتی اور دلِ بے قرار کو سکون کی لازوال دولت میسر آتی ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی سوچوں کا مرکز رضائے حبیبؐ ہے اور کتنے بابرکت ہیں وہ قلم جو وہاں سے ابھرنے والے جذبات کو احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ فاضل مصنف محکمہ اطلاعات پنجاب کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ ان کے مقالات قومی اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ایک محقق کا قلم، ایک عالم دین کی بصیرت اور ایک مورخ کی نظر رکھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ "کشف و کرامات گنج بخشؒ" کے عربی، انگریزی میں بھی ایڈیشن شائع کیے جائیں۔

محمد سرور شفقت، لیکچرار کیڈٹ کالج، حسن ابدال

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء

حضرت آقای محمد نصیب دانشمند بزرگوار دامت علیہ

سلام و دعا و احترام تقدیم می دارم ۔ از درگاہ خدای یگانہ برای سرکار عالی تندرستی و دلخوشی آرزو دارم ۔ نامۂ شما را دریافت کردم ۔ کتاب خوب و ارزندہ شما را دریافت کردم : حیاتِ طیبہ ، کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ را کہ تالیف کردہ بودید ۔ لبسیار خوب است من در کار تحقیقِ خود روی "کشف المحجوب" از آن استفادہ می کنم ۔ جناب عالی در تبویب و تدوین و ترجمۂ کلمات و سخنان حضرت استاد ہجویری زحمت کشیدہ اید و این جای لبسیار خوش بختی است کہ شوق و ذوق ، عرفانی و عشق ، بہ طریقت استاد ہجویریؒ دارید ۔ من ہم در این راہ گام بری دارم و مشغول می باشم و از خدای بزرگ درخواست دارم کہ توفیق را رفیق راہم گرداناد ۔

جناب عالی با این حقیر مکاتبت فرمایید و راہنمائی کنید کہ بتوانم از تعلیمات حضرت استاد ہجویری (رح) بہرہ مند گردم ۔ حضرت عالی کتابی دیگر دارید کہ من ندیدہ ام و آن "صاحب وقت" است کہ استاد حضرت ہجویری دربارۂ آن یعنی "وقتِ حال" سخن گفتہ است ۔ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری را سلام و دعا و احترام ابلاغ می دارم ۔

پیروز و سرفراز باشد

با تقدیم احترام

مخلص شما

محمد حسین تسبیحی

Marfat.com

قومی اخبارات کی آراء

حضرت داتا گنج بخش پر سب سے پہلا تذکرہ عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب نفحات الانس میں ملتا ہے جو بہت مختصر ہے لیکن محمد نصیب کی موجودہ تحقیقی کاوش زیرِ عنوان کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ داتا صاحب کے حالاتِ زندگی پر اب تک لکھی گئی تمام کتب پر سبقت لے گئی ہے۔ الواب صوفی اور تصوف و روحانی نظام کتاب کی اصل روح ہیں جن میں داتا صاحبؒ کے لاثانی اور گراں قدر فرمودات کو شگفتہ زبان میں ادا کیا گیا ہے جو سہل اور لطیف ہے۔ چوتھا باب رموز علم و عمل اور پانچواں باب رموزِ آداب کے مطالعہ سے روح کو تازگی اور دل و جان کو آسودگی حاصل ہوتی ہے خاص طور پر شریعت و حقیقت پر داتا صاحبؒ کے نظریات کو مصنف نے نہایت موزوں الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ امید کی جاتی ہے یہ کتاب اعلیٰ اخلاقی اقدار کو بروئے کار لانے میں ایک راہنما ثابت ہوگی۔

(پاکستان ٹائمز، لاہور، راولپنڈی ۳ فروری ۱۹۸۴)

کشف و کراماتِ حضرت داتا گنج بخشؒ پیش کش اور طرزِ تحریر کے معنوی و صوری حسن کا ایک ارفع نمونہ ہے۔ مصنف نے صوفی اور تصوف روحانی نظام کے مختلف مراحل، رموزِ علم و عمل، رموز آداب کے زیرِ عنوان تصوف کے قابلِ ذکر تمام نکات کو اس طرح سمیٹا اور مرتب کیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے دور اور ان کے پیغامات کی واضح تصویر ابھرتی ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کی تصوف پر گہری نظر ہے جو کتاب کے دیباچے کی علمی وقعت و گہرائی سے عیاں ہے اور یہ کام عقیدت کی پاکیزگی مطالعہ کی شائستگی اور بصیرت کی تازگی کے بغیر ممکن نہ تھا۔

(روزنامہ جنگ لاہور، راولپنڈی، کراچی ۳ فروری ۱۹۸۴)

حضرت داتا گنج بخشؒ کی کتاب کشف المحجوب اور ان کی تعلیمات سے عوام کو سہل اور آسان زبان میں روشناس کرانے میں محمد نصیب کامیاب ہوئے ہیں۔ جناب نصیب نے جس کام کا آغاز کیا ہے اور جو آج کی بہت بڑی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ساری نسل جو بغیر کسی منزل کے سرپٹ دوڑے چلی جارہی ہے اسے ان کے بزرگان دین کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اس ضمن میں ابھی تک کوئی قابلِ ذکر کام نہیں کیا گیا۔ کہتے سب ہیں لیکن آگے بڑھ کر کام کرنے کوئی نہیں آتا۔ نصیب صاحب نے جس کام کی ابتدا کی ہے وہ لائق تحسین ہے۔

(نوائے وقت۔ لاہور، راولپنڈی، ملتان، کراچی۔ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۸۴)

Marfat.com

باب (۱)

حیاتِ طیّبہ

53083

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش رح

شجرۂ نسب

ہاشم

عبدالمطلب

سیّدنا عبداللہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

سیدہ فاطمۃ الزہرہ

ابوطالب

حضرت علی مرتضیٰ رضہ

حضرت امام حسن رضہ

حضرت زید رضہ

حضرت سیّدنا حسین اصغر رح

حضرت سیّدنا ابوالحسن علی رح

حضرت سیّد شاہ شجاع رح

حضرت سیّد عبدالرحمن رح

حضرت سیّد علی رح

سیّد عثمان رح

سیّد علی ہجویری بہ معروف حضرتِ داتا گنج بخش رح

حضرت امام حسین رضہ

شجرۂ طریقت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

خواجہ حسن بصری رح

خواجہ حبیب عجمی رح

حضرت داؤد طائی رح

حضرت معروف کرخی رح

حضرت سری سقطی رح

حضرت جنید رح

حضرت ابوبکر شبلی رح

حضرت شیخ حصری رح

حضرت ابوالفضل بن حسن ختلی رح

حضرت علی بن عثمان ہجویری رح المعروف

حضرت داتا گنج بخش رح لاہوری

Marfat.com

فارسی نظم میں
داتا صاحبؒ کا شجرۂ طریقت

علی ہجویریؒ آں پیر ولایت
زدستِ شیخ ابوالفضلؒ ہدایت

ابوالفضلؒ از علی حصریؒ گرفتہ
بدست خدمت اسرار نہفتہ

علی حصریؒ بوئے اسرارِ کلی
رسید از خدمت بُوبکر شبلیؒ

بہ شبلیؒ از جنیدؒ آمد عطائے
کہ در عالم شدہ او رہنمائے

جنیدؒ از سرّی سقطیؒ بپوشید
لباسِ پارسائی راچہ خوش دید

سرّی سقطیؒ از معروفؒ خرقہ
بہ بر پوشید و شُد والیٔ خرقہ

شد معروفؒ از داؤد طائیؒ
چراغ خانقاہ پارسائی

بہ داؤد از حبیبؒ آں فیضیاب است
حبیبؒ آں کہ از حسنؒ کامیاب است

حسن بصریؒ مرید مرتضیٰؓ بود
علیؓ را پیر کامل مصطفیٰؐ بود

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حیات طیبہ

حمد و ثنا از حضرت داتا گنج بخشؒ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے اور شروع کرتا ہوں اس کام کو اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ اے! پروردگار! اپنی بارگاہ سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں ہمیں سیدھے راستے پر گامزن فرما۔

سب صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے اولیا کرام پر اپنے نظام سلطنت کے امور منکشف فرمائے اور اپنے برگزیدہ بندوں پر اپنی قوت و جبروت کے راز واضح کیے۔ اپنی شمشیر جلالی و بے نیازی سے اپنے محبوبوں کے سینے چاک کیے، اور ان عارفانِ کامل کو اپنے وصلی تقرب کا ذائقہ چکھایا۔ وہی اپنی حیاتِ ابدی سے اور نورِ کبریائی سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے والا اور اپنے اسماء مبارک کی حقیقی معرفت کی خوشبو سے انہیں مالا مال کرنے والا ہے۔ اس کی رحمت اور سلامتی کا نزول ہو اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اُن کی آل پر، اُن کے اصحاب پر، اُن کی ازواج مطہرات پر۔ آمین!

مندرجہ بالا حمد و ثنا کے بعد مخدوم الاولیاء، سلطان الاصفیا و منظہرِ نورِ خدا، سید مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب کا آغاز کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصنف کتاب "کشف و کرامات حضرت داتا گنج بخشؒ" کو یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ اس کتاب کا آغاز داتا صاحبؒ کی اسی حمد و ثنا سے کرے

Marfat.com

تاکہ گنج بخش فیض عالم کی فیوض و برکات تجلیات و انوار و رشد و ہدایات شامل حال رہیں اور رب العزت جو رحمٰن و رحیم ہے اپنے سایۂ عاطفت میں رکھے۔ آمین!

پیدائشِ مبارک حضرت داتا گنج بخشؒ سلطان محمود غزنوی کے دورِ حکومت میں ہوئی

سلطان العارفین سالکِ طریقت و حقیقت سیّد مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ کی پیدائشِ مبارک غزنی کے محلہ ہجویر میں ۴۰۰ھ میں ہوئی۔ یہ سلطان محمود غزنوی کا عہد حکومت تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق محلہ ہجویر سے تھا۔ اور آپ کے والد گرامی غزنی کے محلہ جلّاب کے رہنے والے تھے۔ والدین نے آپ کا اسم مبارک مخدوم علی رکھا۔ آپ کے والد گرامی عثمان کے نام سے یاد کیے جاتے تھے اور دادا بزرگوار علی کہلاتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجد نہایت نیک سیرت اور صاحب علم خاتون تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار عثمان جلابیؒ ایک درویش تھے۔ جو پارسائی میں شہرتِ خاص رکھتے تھے اور بڑی عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کا خاندان زہد و تقویٰ اور علمی فضیلت میں ممتاز تھا۔ حضرت شیخ تاج الاولیاء رشتہ میں آپ کے ماموں تھے۔ جس محلے میں ان کا مزار تھا وہ بھی اسی نام سے مشہور و معروف ہوا۔ داتا صاحبؒ کے والدین کی آخری آرام گاہیں اسی قبرستان میں ہیں جن کی زیارت گیارویں صدی ہجری میں شہزادہ داراشکوہ[1] (۱۰۶۹ھ) نے کی تھی۔ ایک اہم شہادت[2] سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی کی اب بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر گامزن تھے۔ آپ

۱۔ سفینۃ الاولیاء ص ۱۶۵۔ ۲۔ مقالاتِ محمد شفیع لاہوری۔ ص ۱۸۳ مطبوعہ ۱۹۶۰ لاہور

Marfat.com

نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے آپ کو خواب میں فرمایا تھا کہ ابو حنیفہؒ کو خداوند قدوس نے میری سنّت کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ صوفیا کرام کا پہلا اور معتبر تذکرہ جس میں داتا صاحبؒ کا باقاعدہ ذکر آیا ہے مُلّا نورالدین جامی کا نفحات الانس ہے جو ۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء کی تالیف ہے۔ اس میں نام، کنیت اور وطن تو لکھا ہے مگر ولادت اور وفات کا ذکر نہیں آیا۔ ابوالفضل ختلانیؒ کا جو آپ کے پیر و مرشد تھے و دیگر متعدد مشائخ سے استفادہ کرنے کا حال بیان ہے۔ نیز یہ کہ وہ کشف المحجوب کے مصنف ہیں جو تصوف کی مشہور اور معتبر کتابوں میں سے ہے۔ دوسرا حوالہ آئین اکبری جلد نمبر ۳ میں آتا ہے کہ جس میں پاکستان و ہند کے اڑتالیس منتخب اولیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے۔ داتا صاحبؒ کا نام و نسب بتا کر آپ کے علم و عرفان اور تصنیف کشف المحجوب کی ستائش کی گئی ہے۔ آئینِ اکبری کے چار سال بعد لعل بیگ بخشی نے ثمرات القدس تالیف کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لعل بیگ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے حالاتِ زندگی زیادہ تر کشف المحجوب سے ہی لیے ہیں۔ شہزادہ داراشکوہ نے مشہور و معروف تذکرہ سفینۃ الاولیاء جو ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں مرتب کیا تھا۔ اس تذکرہ میں وہ داتا صاحبؒ کے علم و تقویٰ، طُولانی سیر و سیاحت اور آپ کی کتاب کشف المحجوب کا بہت مدّاح ہے۔ لکھتا ہے کہ یہ کامل ہدایت کی کتاب ہے اور اعتراف کیا ہے کہ تصوف کی کتابوں میں ایسی گراں قدر کتاب فارسی میں کبھی نہیں لکھی گئی۔ شہزادہ داراشکوہ کی یہ روایت[۱] کہ داتا صاحبؒ نے غزنی میں مسجد بنوائی اور اس کی سمت قبلہ پر اعتراض سُن کر لوگوں کو ازراہِ کرامت کعبۃ اللہ کا مشاہدہ کروایا۔ مقامی روایات میں لاہور[۲] سے منسوب کی جاتی ہے۔ سالِ وفات ۴۵۶ھ اور بہ روایات دیگر ۴۶۴ھ بیان کیا ہے۔ نہایت عقیدت و احترام

[۱] سفینۃ الاولیاء۔ ص ۱۶۵ [۲] خزینۃ الاصفیاء ص ۲۳۶

Marfat.com

سے تحریر کیا ہے کہ ان کے خوارق و کرامات کی کوئی انتہا نہیں اور لاہور میں وفات کے بعد یہیں دفن ہوئے تو شہر کے سبھی باشندے ان کے فیوض و برکات کے معتقد ہوتے گئے۔ ہر جمعرات و جمعہ کو مزار پر انوار کی زیارت عوام و خواص کا ایک مقدس فریضہ ہوتا گیا اور ہر کس و ناکس کی دلی مرادیں پوری ہوتیں۔ داراشکوہ لکھتا ہے کہ فقیر بھی لاہور میں ان کے روضۂ منورہ اور غزنی میں ان کے ماموں اور والدین کے مقابر کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ تذکروں کے خاص ماخذ نفحات الانس اور سفینۃ الاولیاء ہی ہیں۔ ان دونوں میں سوانح حیات بہت مختصر لکھے گئے ہیں۔ لامحالہ ہمیں اصل سرچشمہ یعنی کشف المحجوب کی جانب رجوع کرنے سے تسکین قلب حاصل کرنا چاہیئے۔

شجرۂ نسب

آپؒ کا شجرہ نسب نو واسطوں سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

حضرت سیّد علی ہجویری بن حضرت عثمان بن حضرت سیّد علی بن حضرت سیّد عبدالرحمٰن بن حضرت سیّد شاہ شجاع بن سیّد ابوالحسن علی بن حضرت سید حسین اصغر بن حضرت سیّد زید رحمۃ اللہ علیہم بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

شجرۂ طریقت

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ سلسلۂ طریقت جنیدیہ میں بیعت تھے اور آپ کا شجرہ طریقت گیارہ واسطوں سے رحمۃ للعالمین، سیدالمرسلین، خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچتا ہے جو اس طرح مرقوم ہے:

Marfat.com

حضرت سید علی ہجویری نے اپنے مرشد شیخ ابوالفضل سے انہوں نے محمد بن
حسن ختلی سے انہوں نے حضرت شیخ حصری سے انہوں نے حضرت شیخ ابوبکر
شبلی سے انہوں نے حضرت شیخ جنید بغدادی سے انہوں نے حضرت شیخ سری سقطی
سے انہوں نے حضرت شیخ معروف کرخی سے انہوں نے حضرت شیخ داؤد طائی سے
انہوں نے حضرت شیخ حبیب عجمی رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے انہوں نے حضرت
شیخ حسن بصریؒ سے انہوں نے حضرت سیدنا علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے انہوں
نے آنحضور سید الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے خرقہ خلافت
حاصل کیا۔

آپؒ کے پیر و مرشد سلسلہ جنیدیہ سے منسلک تھے۔ "کشف المحجوب" میں اپنے
پیر و مرشد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد بہت بڑے عالم
تھے۔ تفسیر و روایات میں لاثانی تھے۔ وہ استاد کی زینت اور عابدوں کے شیخ
تھے۔ صوفیانہ رسم و لباس کے پابند نہ تھے اور بڑی جلیل القدر شخصیت کے
مالک تھے۔ وہ اپنے مریدوں کو کم گوئی اور کم خوابی کی بہت تلقین کرتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنے پیر کی نسبت فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان
کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ دفعتاً یہ خیال آیا کہ جب سب کام تقدیر اور قسمت پر منحصر
ہیں تو کیوں ہم لوگ اپنے آپ کو غلام بنا کر پیروں کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ نے
فرمایا: اے بیٹا! جو کچھ تمہارے دل میں گزرا ہے مجھے سب کچھ معلوم ہے مگر ہر
کام کے لیے ایک سبب ہوا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ کسی کو تاج و
تخت سپرد کر دے تو اس میں پہلے اُس کے سنبھالنے کی توفیق بھی پیدا کر دیتا ہے
اور وہی خلافت اس کی بزرگی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس واقعہ سے یہ عیاں ہوتا
ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے پیر و مرشد اپنے وقت کے ایک بلند پایہ ولی اللہ

Marfat.com

تھے جن سے بسا اوقات کرامات ظہور میں آتی تھیں اور ان کی پیشگوئی تاج و تخت کے حوالہ سے بالآخر پوری ہوئی اور سیّد مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش روحانی عالم میں سب سے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے اور خلقتِ خدا کو علوم شریعت، طریقت و حقیقت سے مالا مال کیا اور علم و فضل کے موتی بکھیرے۔

یہ وہ مقام تھا جہاں سارے عالم کے اولیائے کرام آپ کے پاس رہنمائی کے لیے آتے اور رشد و ہدایات سے فیض یاب ہو کر واپس اپنی اپنی ولایت کو لوٹ جاتے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے اساتذہ کرام

آپ نے کشف المحجوب میں اپنے اساتذہ کرام کے نام بتائے ہیں اور ان کی شخصیت اور علمیت سے متعلق بڑی عقیدت مندی کے ساتھ مؤدبانہ ذکر فرمایا ہے ان میں سے شیخ ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی، شیخ ابوالقاسم بن علی گرگانی، ابوالعباس احمد بن محمد القصاب ابو عبداللہ بن علی المعروف بالداخستانی، ابوجعفر بن المصباح الصیدیانی، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری ابوسعید فضل اللہ بن محمد اور ابوالمظفر بن احمد کے نام خاص طور پر نمایاں ہیں۔ ان میں ہر ایک بزرگ کا ذکر کشف المحجوب کے مختلف صفحات پر مختلف موضوعات کے تحت جا بجا نظر آتا ہے۔

داتا صاحبؒ کا ایمان افروز خواب

حضرت داتا گنج بخشؒ حنفی المذہب تھے۔ سیدنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کشف المحجوب میں انہوں نے امام موصوف کا نام و اسم گرامی نہایت تعظیم و تکریم سے لیا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ

Marfat.com

کرامات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اپنا ایک ایمان افروز خواب بیان کیا ہے اور اس سے نہایت لطیف نکتہ اخذ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں ملک شام میں تھا ایک دفعہ حضرت بلالؓ مؤذن رسول کریمؐ کے روضہ اطہر کے سرہانے سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ مَیں مکہ معظمہ میں ہوں اور جناب محمدؐ مصطفٰے باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے ہیں اور ایک بوڑھے شخص کو گود میں لیے ہوئے ہیں جس طرح کہ شفقت سے بچے کو گود میں لیتے ہیں۔ مَیں دوڑ کر حضور انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرکار کے پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ مَیں حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں جنہیں حضورؐ نے اٹھایا ہوا ہے۔ جناب محبوب خدا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم بہ قوت معجزہ میرے اس باطنی حال سے آگاہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا: یہ شخص تیرا اور تیرے ملک والوں کا امام یعنی ابو حنیفہ ہے۔ مجھے اس خواب سے اپنے اور اپنے وطن سے بڑی اُمیدیں قائم ہو گئیں اور مجھے اس خواب سے یہ راز بھی منکشف ہوا کہ حضرت امام اعظم ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں جو اپنے ذاتی اور طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں اور صرف احکام شرع کے لیے باقی و قائم ہیں اس لیے کہ ان کے حامل و رہبر خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انہیں خود چلتے دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ باقی الصفت ہیں اور جو باقی الصفت ہوتا ہے وہ اجتہادی امور میں مخفی ہوتا ہے یا مصیب۔ چونکہ انہیں اٹھا کر لے جانے والے خود حضور پُر نور ہیں اس لیے وہ اپنی صفات سے فانی اور رسول اللہ کی صفات سے باقی ہیں۔ جب پیغمبر سے خطا کا صدور ممکن نہیں تو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے اس سے بھی خطا کا صدور ممکن نہیں۔ داتا صاحب مزید فرماتے ہیں یہ ایک لطیف رمز ہے۔[1]

[1] کشف المحجوب۔ مطبوعہ سمرقند ص ۱۲۱

Marfat.com

داتا صاحبؒ کا نکاح

مختلف تاریخی و دینی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کو قیدازدواج سے آزادی رہی۔ البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں فرماتے ہیں کہ جیسے غائبانہ طور پر کسی سے تعلقات محبت قائم ہو گئے تھے اور یہ ایک سال تک اس زخم لطیف کے بسمل بنے رہے پھر آخر بفضلِ خدا اس سے نجات مل گئی۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے محفوظ رکھا ہوا تھا مگر بہ تقدیر الٰہی میں اس فتنہ میں گرفتار ہو گیا اور میرا ظاہر و باطن کسی عورت کی صفات کا جو مجھ سے دوسروں نے بیان کی تھیں اسیر ہو گیا اور اسے دیکھے بغیر ہی ایک سال تک اس کے خیال میں مستغرق رہا۔ چنانچہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جاتا اللہ تعالےٰ نے اپنے کمال لطف اور فضل سے عصمت کو میرے دل کے استقبال کے لیے بھیجا اور اپنی رحمت سے مجھے اس فتنہ سے نجات دلائی۔ حضرت حکیم محمد موسیٰ[1] جو موجودہ دور میں تصوف میں عظیم مقام رکھتے ہیں۔ حسب ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں :

الف : داتا صاحبؒ نے نکاح ضرور کیا تھا مگر اہلیہ جو اُن کی مزاج شناس نہ تھیں وفات پا گئیں۔ پھر گیارہ سال تک تزویج کے تصور و خیال سے بھی ناآشنا رہے۔

ب : گیارہ سال بعد ایک عورت جسے انہوں نے دیکھا بھی نہ تھا محض دوسروں سے اس کی خوبیاں معلوم ہونے پر اس کی محبت میں اسیر ہو گئے اور ایک سال تک اس عشق مجازی میں مبتلا رہے۔

ج : صوفیا کے نزدیک عشق مجازی میں گرفتار رہنا ابتلا میں مبتلا رہنا ہے۔ یہ حضرات

---

[1] دیکھئے صفحات ۲۰-۲۱ دیباچہ حکیم محمد موسیٰ ترجمہ کشف المحجوب نسخہ سمرقند المعارف - لاہور

Marfat.com

مجاز میں گرفتاری کو مصیبت و آفت سمجھتے ہیں اس لیے کہ یہ منزل نہیں ہے قدرت الٰہی نے انہیں مجاز سے نکال کر حقیقت کی راہ پر ڈال دیا اور جو لوگ صورت ظاہری اور مظاہر محسوسہ کے اثرات قبول کر لیتے ہیں وہ برباد ہو جاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ داتا گنج بخشؒ نے ایک شادی کی تھی۔ اہلیہ کی وفات کے گیارہ سال بعد ایک ایسی عورت کی خوبیوں پر فریفتہ ہو گئے جسے انہوں نے دیکھا تک نہ تھا اور ایک سال تک اس کے عشق میں مبتلا رہے۔ بالآخر اللہ تعالےٰ نے ان کے دل سے اس عورت کا خیال نکال دیا۔ لہٰذا دوسری شادی کا افسانہ محض اختراعؔ طبع ہے۔

تصانیف

حضرت داتا صاحبؒ قدس سرہٗ کی آخری تصنیف کشف المحجوب کے مطالعہ سے ان کی نو ادر تصانیف کے نام معلوم ہوتے ہیں، مگر ان میں سے ایک بھی دستیاب نہیں، ان نو تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱ : **دیوان** : اس دیوان کو کسی نے اپنی طرف منسوب کر لیا مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ مجموعہ اشعار عربی میں تھا یا فارسی میں، اور اپنا تخلص بھی ظاہر نہیں فرمایا۔

۲ : **کتاب فنا و بقا** : مسئلہ فنا و بقا، تصوف کی ایک بار آور شاخ ہے۔

۳ : **اسرار الخرق والمؤنات** : ظاہری اور باطنی مرقع کے آداب میں اس کتاب کا نام فارسی کے تمام ایڈیشنوں میں یہی لکھا ہے مگر ژوکوفسکی ایڈیشن میں اسرار الخرق و الملونات درج ہے۔

۴ : **الرعایت بحقوق اللہ تعالیٰ** : مسائل توحید پر اس نام کی ایک تصنیف شیخ احمد بن خضرویہ متوفی ۲۴۰ھ کی بھی ہے، جو کشف المحجوب کے ماخذوں میں شامل ہے اور اسی نام کی ایک کتاب ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی رم ۲۴۳ھ کی تصنیف بھی ہے جو لندن سے

لے دیکھیے صفحات ۲۰-۲۱ دیباچہ حکیم محمد موسیٰ ترجمہ کشف المحجوب نسخہ سمرقند۔ المعارف۔ لاہور

Marfat.com

چھپ چکی ہے۔

۵ : کتاب البیان لاہل العیان : درمعنی جمع و تفرقہ ہے۔

۶ : نحو القلوب : مسئلہ جمع پر مفصل کتاب ہے۔

۷ : منہاج الدین : طریقتِ تصوف اور مناقب اصحابِ صُفّہ میں ہے

۸ : ایماں : ایمان اور اثبات اعتقادِ مشائخ میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام نہیں بتایا۔

۹ : شرح کلام منصور : حسین بن منصور حلاج کے کلام کی شرح ہے۔ روس کے پروفیسر ژوکوفسکی نے حضرت شیخ کی تصانیف میں ایک نام فَرقِ فِرق دیا ہے[1]۔ حالانکہ یہ ان کی کسی مستقل تصنیف کا نام نہیں ہے بلکہ یہ کشف المحجوب کے ایک باب کا نام ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت داتا صاحبؒ نے بغداد شریف کے نواح میں ملاحدہ کا ایک ایسا گروہ دیکھا جو حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا مدعی تھا اور ان کے کلام سے اپنی زندیقیت کو سہارا دیتا تھا اور حلاج کے معاملہ میں مبالغہ کرتا تھا۔ کشف المحجوب مطبوعہ سمرقند کا یہ چودھواں باب ہے

کشف الاسرار : آٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حضرت داتا صاحبؒ کی طرف منسوب ہے، جو غالباً پہلی بار مطبع محمدی لاہور میں طبع ہوا[2]۔ پھر اس کے متعدد اردو ترجمے شائع ہوئے۔ اکثر محققین نے اسے حضرت داتا صاحبؒ کی تصنیف سمجھ لیا اور اس سے استفادہ کرتے رہے۔ جناب حکیم محمد موسےٰ امرتسری[3] فرماتے ہیں :

---

[1] مقدمہ کشف المحجوب از ژوکوفسکی طبع تہران ص ۵۰۰

[2] اس رسالہ پر سن اشاعت تحریر نہیں مگر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا بیان ہے کہ چھ ورق کا ایک رسالہ فقرنامہ مشہور بہ کشف الاسرار کے نام سے ۱۸۷۰ء میں لاہور ہی سے شائع ہوا (مقالاتِ دینی و علمی حصہ اول ص ۲۲۸)

[3] دیکھئے صفحات ۲۲-۲۳ ترجمہ کشف المحجوب نسخہ سمرقند المعارف۔

Marfat.com

د: کشف الاسرار کے جعلی ہونے کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ یہ سبک ہندی میں ہے۔ اور کشف المحجوب کی نثر دورِ اوّل یعنی دور سامانیاں کی ہے اور ان دونوں کی زبان میں فرق کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

ب: اس کا موئف اپنے پراگندہ خیالات کو ایک مشہور و معروف بزرگ کے نام سے مشتہر دیکھنے کا خواہاں تھا یا اپنے کسی بڑے (جیسا کہ حسام الدین کا نام لیا ہے) کو داتا صاحبؒ سے پہلے کا بزرگ ثابت کر کے اپنی دکان چمکانا چاہتا تھا، علمی اعتبار سے بے مایہ ہے۔

ج: یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پنج ہزاری اور ہفت ہزاری خطابات مغلیہ دور میں ایجاد ہوئے یعنی حضرت داتا صاحبؒ کے کئی سو سال بعد ——— مگر کشف الاسرار کا واضع لکھتا ہے:

"بفہم اگر ہفت ہزاری گردی چہ شد مشت گردہستی۔"

ہفت ہزاری کی بات تو کچھ ایسی ہی ہے کہ آج کوئی صاحب اپنے ابا جان کا تذکرہ لکھنے بیٹھیں تو یہ بیان فرمائیں کہ وائسرائے ہند نے انہیں اعلیٰ خدمات کے صلے میں ستارۂ خدمت کا خطاب عطا کیا تھا۔

داتا صاحبؒ کی تصنیف کشف المحجوب

جہاں جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب نے کشف الاسرار کی اصلیت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑا ہے وہاں آپ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کی تصنیف کشف المحجوب کو اِن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "حضرت داتا گنج بخش کی تصنیف کشف المحجوب جو انہوں نے آغوش رحمتِ خداوندی میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اور اولیائے متقدمین کے حالاتِ بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے۔ نیز فارسی زبان میں تصوف و احسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی

Marfat.com

کتاب ہے اور اسے ہر دور کے اولیا اللہ اور صوفیا کرام نے تصوف کی بے مثل کتاب قرار دیا ہے۔ کشف المحجوب کاملین کے لیے رہنما ہے تو عوام کے لیے پیر کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ عوام میں سے اس کا مطالعہ کرنے والوں کو دولت عرفان و ایقان حاصل ہوتی ہے اور شک و شبہات کی وادی میں بھٹکنے والے یقین کی دنیا میں آباد ہو جاتے ہیں اور اس کے بار بار کے مطالعہ سے حجابات اٹھ کر نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ اس نادر و بے مثل کتاب کو جو مقبولیت و پذیرائی نصیب ہوئی وہ اس موضوع کی کسی اور فارسی میں لکھی جانے والی کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔ اکابر اولیاء نے خود اس سے استفادہ کیا اور طالبانِ حق کو اس سے مستفید ہونے کی تلقین فرمائی۔ اس لیے کہ اس میں ناقصوں اور کاملوں کے لیے سامان ہدایت موجود ہے اور اس کے برعکس بعض کتب تصوف فصوص الحکم وغیرہ میں صرف خواص بلکہ اخص الخواص کے لیے رہنمائی ہے اور ناقصین کے لیے حیرانی و سرگردانی کے سوا کچھ نہیں۔"

کشف المحجوب میں کشفِ حجابات کے زیر عنوان جو داتا صاحبؒ کی اصل رشد و ہدایات پر مشتمل ہے۔ معرفت الہٰی، توحید، ایمان، ارکانِ اسلام یعنی صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ، فلسفہ ازدواج، مسئلہ سماع اور ان کی فروع پر بڑی عالمانہ بحثیں کی ہیں۔ ایک باب میں صوفیہ کرام کی اصطلاحات اور ان کی اقسام و رموز کی شرح بیان کی گئی ہے۔ کتاب میں منقول عربی اشعار اور مشائخ کے اقوال تین سو سے زائد ہیں۔ ۱۴۰ احادیث نبویؐ اور قریب قریب تین چوتھائی قرآن حکیم کی سورتوں سے ۲۴۳ آیات کریمہ سند کے طور پر لائی گئی ہیں جو مصنف کتاب حضرت داتا گنج بخشؒ کی حیرت انگیز وسعتِ علم کی شاہد ہیں۔ کتاب میں تصوف کا بہت بلند معیار پیش کیا گیا ہے صوفی کا اشتقاق صفا سے اور اس کی اصل غیر اللہ سے دل کا انقطاع بتاتے ہیں۔ درحقیقت صوفیؔ کامل ولی ہی کا نام ہے۔

ملے دیکھیے دانش گاہ۔ پنجاب دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۹۔ ص ۹۴

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی نے کمسن طالب علم حضرت داتا گنج بخشؒ کے سامنے اپنا سر جھکا دیا

حضرت خواجہ مستان شاہ کابلیؒ اپنی کتاب سلطان العاشقین میں فرماتے ہیں کہ جن کا دل
(ا)للہ کریم کی طرف متوجہ ہو وہ دنیا کی نعمتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس ضمن میں
(ا)یک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ محمود غزنوی کے اس قائم کردہ
(ا)س مدرسہ میں اکثر دیکھے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر بمشکل بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔ حصولِ علم کے
(جذب)ہ سے سرشار یہ طالب علم تعلیم میں اتنا محو ہوتا کہ صبح سے شام ہو جاتی مگر کبھی پانی تک پیتے
نہ دیکھا گیا۔ رضوان نامی سفید ریش بزرگ اس مدرسہ کے مدرس تھے اور اپنے اس خاموش طبع
(طال)ب علم کو تکریم کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ محمود غزنوی کا گذر اس مدرسہ کی جانب
(ہو)ا اور اس عظیم درسگاہ میں آ گیا۔ دیگر شاگردوں کے برعکس حضرت مخدوم علی ہجویریؒ رحمۃ اللہ علیہ
(ا)پنے کام میں اتنے منہمک تھے کہ ان کو کوئی خبر نہ تھی۔ بزرگ رضوان نے پکارا۔ "دیکھو
(مخدو)م علی کون آیا ہے؟ اب کیا تھا ایک طرف محمود غزنوی اور دوسری جانب ایک کم سن
(حق) کا متلاشی۔ عجیب منظر تھا۔ محمود غزنوی نے اس نوعمر طالب علم کی تجلیات کی تاب نہ لاتے
(ہو)ئے نظریں فوراً جھکا دیں اور مدرس سے کہا۔" واللہ! یہ بچہ خدا کی طرف راغب ہے
(ایس)ے طالب علم اس مدرسہ کی زینت ہیں"۔ فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی جس کے
(نام) سے ہندوستان کے بڑے بڑے راجے اور مہاراجے تھراتے تھے اور جس کی تلوار سے
(سا)را ہندوستان لرز اٹھا وہ ایک کمسن طالب علم کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

Marfat.com

محمود کے دور میں غزنی کی ترقی کا راز

ارباب شریعت و طریقت کے پیشوا، پاسبان رموز شریعت و مظہر نور خدا سید مخدوم علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش کی ولادت مبارک پر دراصل غزنی شہر جگمگا اٹھا اور حکم خداوندی سے فیوض و برکات اور تجلیات و انوار سے روشن ہو گیا۔ غزنی نے خوب ترقی کی۔ سلطان محمود غزنوی نے ۴۰۹ھ میں ایک عظیم الشان مسجد غزنی میں بنوائی جس سے ملحق ایک کتب خانہ تھا۔ جہاں نادر و نایاب کتابیں اور مفید قلمی نسخے تھے۔ محمود غزنوی کا دربار علما، فضلا اور ارباب فضل و کمال کا مرکز بن گیا۔ علما میں ابوالقاسم، خواجہ احمد بن حسن میمندی اور ابوریحان البیرونی کے نام قابل ذکر ہیں۔ شعرا میں فرخی، عنصری اور فردوسی شامل تھے جو کسی تعارف یا تعریف کے محتاج نہیں۔ غرضیکہ حضرت سید مخدوم علی ہجویری رح کے فیوض و برکات کے باعث غزنی شہر دنیائے اسلام کے ممتاز اور معروف علما و فضلا کا گہوارہ بن گیا۔

ایک مسافر رخصت ہوا اور نیا وارد

غزنی میں ایک پیر کامل نے اپنے مرید کو حکم دیا "لاہور چلے جاؤ" مرید نے کچھ تعطل برتا اور کہا کہ وہاں پہلے ہی میرے پیر بھائی موجود ہیں۔ اپنے مرشد کے اصرار پر سر تسلیم خم کر کے غزنی کے مسافر نے لاہور شہر کی طرف کوچ کیا۔ راستہ دور اور دشوار تھا کہیں پہاڑ کہیں دریا۔ کہیں دشت و صحرا، پیر و مرشد کا حکم اٹل تھا اور مرید کا ارادہ مصمم۔ یقین محکم تھا اور ایمان پختہ۔ ہزاروں میل کی مسافت طے ہوئی۔ منزل مقصود نے آگے بڑھ کر مرد مومن کے قدم چومے۔ لاہور شہر میں داخل ہوتے ہی مسافر نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک جم غفیر تھا اور ایک جنازہ۔ کس نے کوچ کیا اس جہان فانی سے مسافر نے پوچھا۔ غیب سے آواز آئی۔

"ایک چراغ گل ہو اور دوسرا روشن"

ایک مسافر رخصت ہوا اور نیا وارد"

Marfat.com

اس دنیا سے رخصت ہونے والے حضرت شاہ حسین زنجانیؒ تھے اور نووارد حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ۔ دونوں رہنما ایک ہی پیر و مرشد حضرت شیخ ابوالفضل ختلانیؒ کے مرید تھے جنہوں نےحضرت داتا گنج بخشؒ کو غزنی میں لاہور کے لیے روانگی کا حکم دیا تھا۔ اب آپ پر انکشاف ہوا کہ لاہور میں آپ کی تقرری آپ کے پیر و مرشد کی ایک کرامت تھی

اس روایت کا علم ہمیں شیخ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات میں ملتا ہے جو امیر حسن دہلوی نے کتاب فوائد الفواد کی صورت میں قلمبند کیے تھے۔ پہلی بار ۲۹ ذوالقعد ۷۰۸ھ/ ۱۳۰۹ء کی ایک مجلس میں مزارات لاہور کا تذکرہ ہوا۔ اس میں شیخ نظام الدین اولیاؒ سے روایت کی گئی ہے کہ ہجویریؒ شیخ حسین زنجانیؒ کے پیر بھائی تھے اور اپنے پیر ابوالحسن محمد بن الحسن ختلی کے حکم سے[1] جس دن لاہور آنے والے تھے اسی دن زنجانی موصوف نے وفات پائی۔ اسی طرح یہی روایت روس کے پروفیسر ژوکوسکی[2] نے دہرائی ہے۔ اور ہو بہو اس کا تذکرہ ثمرات القدس (تالیف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) میں ملتا ہے مگر حکیم محمد موسیٰ[3] کو اختلاف ہے

آج سے تقریباً ایک ہزار سال قبل سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پاک و ہند پر یکے بعد دیگرے سترہ حملے کر کے کفار کے بُت پاش پاش کر دیئے۔ یہ وہ وقت تھا جب بت پرستی اور مادہ پرستی کا دور دورہ تھا۔ جب محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کیا تو پجاریوں اور دیویوں نے زیورات، سونا چاندی، ہیرے اور جواہرات محمود کے قدموں پر ڈال دیئے اور التجا کی کہ ان کے بُت نہ توڑے جائیں۔ محمود غزنوی نے کہا میں بُت شکن ہوں بت فروش نہیں۔ میں سرفروش ہوں ایمان فروش نہیں۔ یہ کہہ کر آناً فاناً محمود نے سومنات کے بُت توڑ ڈالے اور اس طرح ہندوؤں کے لیے ایک خدا کا تصور پیش کیا

چند ہی سال بعد سید مخدوم علی ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ نے غزنی سے چل کر دریائے راوی کے کنارے اسلام کا جھنڈا گاڑا لوگوں کو ان کے مقصد حیات سے روشناس کرایا

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور جلد ۹ ص ۹۲ [2] ژوکوفسکی: کشف المحجوب مطبع لینن گراڈ۔ ص: ۲۰۹ ص ۳۹ - [3] پیش لفظ حکیم محمد موسیٰ ص ۵۱-۵۲ اردو ترجمہ نسخہ سمرقند مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ کا لاہور میں ورود آپ کے پیر و مرشد شیخ ابوالفضل ختلیؒ کی ایک اہم کرامت تھی۔ دراصل داتا صاحبؒ کے پیر و مرشد ایک بلند پایہ ولی اللہ تھے آپ کو کشف ہوا کہ لاہور میں مقیم آپ کے مرید حضرت شاہ حسینؒ زنجانیؒ کچھ عرصہ بعد اس جہانِ فانی سے کوچ کرنے والے ہیں اور آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کی جگہ لاہور میں حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ کی تقرریؒ کر دی جائے۔ اسلام کی تبلیغ اور فروغ کے لیے حضرت شیخ ابوالفضل ختلی نے لاہور کو منتخب کیا اور یہ فضیلت صرف لاہور شہر کو ہی حاصل ہے کہ ایک پیر و مرشد کے دو مریدوں نے اس شہر کے مشرق و مغرب میں اسلام کے پرچم لہرائے اور شمع توحید روشن کی۔ یہ دونوں مرید اپنے فرائض میں اس قدر کھو گئے کر اپنے وطن عزیز کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لیے اپنی جانان عزیز اسی شہر میں خالق حقیقی کے سپرد کر دیں۔ حضرت داتا گنج بخش کا مزار لاہور کے مغرب میں بیرون بھاٹی دروازہ اور حضرت شاہ حسین زنجانیؒ کا مزار لاہور کے مشرق میں چاہ میراں کے قریب ہے۔

یہ فضیلت بھی لاہور شہر کو ہی حاصل ہے کہ ایک ہی پیر و مرشد کے مرید حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت شاہ حسین زنجانیؒ کے مزاروں پر پیران پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے چلہ کشی کی اور ان دونوں مزاروں کے احاطہ میں آپ کے حجرۂ اعتکاف کا موجود ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اولیائے کرام کی وفات کے بعد بھی عالی مرتبت بزرگانِ دین اور عوام ان کے روحانی فیض سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ۓ محمد دین فوق سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش ص ۵۲ تا ۵۶ یہ ثابت کر دیا ہے کہ داتا صاحبؒ کے پیر بھائی لاہور میں آپ سے پہلے مقیم تھے۔ دائرہ معارف اسلامیہ لاہور جلد ۹ ص ۴۴ ۹ میں بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ جب داتا صاحبؒ لاہور تشریف لائے تو اس وقت آپ کے پیر بھائی حضرت شاہ حسین زنجانی کا جنازہ جا رہا تھا۔

ۓ اس کتاب کے باب روحانی نظام میں اولیاء کرام کے مدارج بحوالہ کشف المحجوب بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح دنیاوی نظام کے ساتھ روحانی نظام بھی عالم غیب میں قائم ہوتا ہے۔

Marfat.com

سب سے پہلا ہندو جو حضرت داتا گنج بخش کے ہاتھوں مسلمان ہوا وہ لاہور کا گورنر تھا

قدرت کی کرشمہ سازی سمجھ لیجئے کہ دریائے راوی کی یہی گذرگاہ آج سے تقریباً چالیس برس پہلے حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ بانی پاکستان کی آماجگاہ بنا جہاں انہوں نے پاکستان کا پرچم لہرایا اور قیام پاکستان کے لیے ایک قرارداد پیش کی اور یہی دریائے راوی کا کنارہ ہی تو تھا جہاں سب سے پہلے ہندو نے جو لاہور کا گورنر تھا حضرت داتا گنج بخش کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ قائداعظمؒ نے سچ ہی تو کہا تھا کہ دراصل پاکستان اس دن ہی قائم ہوگیا تھا جس دن برصغیر کے پہلے ہندو نے کلمہ حق پڑھا۔ لاہور شہر جو اسلامی مملکت پاکستان کا دل ہے اسی دن جگمگا اٹھا جب حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ نے اپنے مبارک قدم اس سرزمین پر رکھے۔ تہذیب وتمدن، علم وفضل اور فتح ونصرت کا یہ گہوارہ بڑے بڑے دانشوروں، سیاستدانوں، ادیبوں، فلسفیوں اور شاعروں ہی کا مسکن نہ تھا بلکہ اولیائے کرام نے بھی لاہور کو چاہا اور اسی کو تبلیغ توحید کے لیے پسند کیا۔

محمود غزنوی ۴۲۱ھ میں وفات پاگیا۔ اس کی وفات کے بعد ہندو راجاؤں نے متعدد بار بغاوتیں کیں اور مسلمانوں کو ایک دفعہ پھر بے دردی سے تہ تیغ کیا۔ مساجد کو ویران کر دیا گیا۔ لاہور کے صرف ایک محلہ میں دو ہزار مسلمان شہید کر دیتے گئے۔

ان ناگوار حالات میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی لاہور میں آمد اور پھر تبلیغ اسلام

ملاحظہ کیجیے: مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اردو ترجمہ مولانا محمد سعید احمد۔ طبع کراچی۔ دفتر اول حصہ اول ص ۲۳ آپ کے الفاظ یہ ہیں: فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے اس شہر کی خیر و برکت تمام ہندوستان میں پھیلی ہوتی ہے۔ دیکھیے مزید نوٹ ص ۴۰

Marfat.com

کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور ان دنوں بدھ رسوم کا مرکز تھا۔ برہمنی سامراج نے اپنی مخصوص چالوں سے مہاتما بدھ کو اپنے لاتعداد خداؤں کی فہرست میں ایک بُت کی حیثیت سے شامل کر لیا اور اس طرح بدھ مت ہندو دھرم کے ایک فرقے کی حیثیت اختیار کر گیا۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخشؒ جب لاہور تشریف لائے تو لاہور میں جا بجا مہاتما بدھ مورتی پوجا کے مراکز تھے۔ آپؒ نے شرک کے ان مراکز میں شمع توحید روشن کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ آپ نے کسی ناموافق اور نامساعد سیاسی سماجی حالت کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ کی شرافت نفس، اخلاق عالیہ، زہد و تقوے اور علم و فضل کی کشش نے لوگوں کو اپنی طرف راغب کر لیا اور ہزاروں کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ہزاروں جاہل آپ کے ذریعہ سے عالم، ہزاروں گمراہ رُو براہ۔ ہزاروں دیوانے صاحب عقل ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں ریاکار نیکوکار ہو گئے۔

داتا صاحبؒ کے ہاتھوں رائے راجو کا مسلمان ہونا

حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاتھوں حلقہ بگوش اسلام ہونے والا پہلا ہندو جس کا نام رائے راجو تھا ایک راجپوت تھا۔ یہ کوئی معمولی غیر مسلم نہ تھا بلکہ لاہور کی راجدھانی کی ایک نہایت اہم سیاسی و کلیدی شخصیت تھی اور اس وقت لاہور کا ناظم الامور تھا۔ یہ وہی عہدہ تھا جس کو انگریز کے دور میں گورنر کا نام دیا گیا۔ رائے راجوؒ کا اسلام قبول کرنا حضرت داتا گنج بخشؒ کی سب سے پہلی کرامت تھی کیونکہ تمام لاہور اور اس کے گرد و نواح میں اس کی شخصیت چھائی ہوئی تھی۔ رائے راجو سنیاسی یا جوگی ہونے کے علاوہ علم نجوم، ریاضی اور جادوگری میں اپنی مثال آپ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک خوبصورت اور بارعب شخصیت کا مالک تھا۔

داتا صاحبؒ کی ایک اور کرامت

اب حضرت داتا گنج بخشؒ کی روحانی قابلیت، اسلامی علوم، دین و فقہ، علم و فکر،

---

۱ تحقیقات چشتی طبع لاہور ... [illegible]

Marfat.com

فصاحت اور بلاغت کا دور دور تک چرچا ہو گیا تھا۔ رائے راجو کو اپنے آپ پر گھمنڈ تھا اس لیے وہ اپنا ڈیرا جہاں جادوگری کے کرتب دکھایا کرتا تھا۔ اٹھا کر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قریب لے آیا[1] ایک روز ایک بڑھیا دودھ کی مٹکی اٹھائے۔ داتا صاحبؒ کے قریب سے گزری تو آپ کے مریدوں میں سے ایک نے اس بڑھیا کو روک کر دودھ قیمتاً لینا چاہا لیکن بڑھیا نے دودھ دینے سے انکار کر دیا اور کہا یہ دودھ میں رائے جوگی کے لیے لے جا رہی ہوں اگر میں نے اس کو یہ دودھ نہ دیا تو میرے جانوروں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جائے گا۔ پاس ہی بیٹھے حضرت داتا گنج بخشؒ مسکرائے اور فرمایا یہ دودھ مجھے دے جاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے جانوروں کے دودھ میں اضافہ کر دے گا۔ ضعیف عورت آپ کی بات نہ ٹال سکی مگر اگلے وقت کا دودھ دوہنا شروع کیا تو برکات الٰہی سے دودھ میں پہلے سے زیادہ روانی تھی اور اس قدر دودھ ہو گیا کہ گھر کے تمام برتن بھر گئے۔ اس واقعہ کی خبر آس پاس پھیل گئی اور سب گوالے اب اس کوشش میں تھے کہ وہ دودھ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مسکن پر فروخت کر دیا کریں۔ اس سے رائے راجو کی شہرت ماند پڑ گئی۔ اب یہ شخص آپ کے پاس آیا اور اپنے جادوگری کے فن سے آپ کو متاثر کرنا چاہا اور یکا یک ہوا میں اُڑ کر چکر کاٹنے لگا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنا جوتا ہوا میں پھینک دیا۔ اب آپ کا جوتا تھا اور رائے راجو کا سر۔ جوتوں کی وہ بارش ہوتی کہ جوگی نے گڑگڑا کر صدق دل سے فریاد کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے دعا کی اور رائے راجو نے آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور فوری طور پر آپ کے ہاتھوں مسلمان ہو گیا۔ داتا صاحبؒ کی اس کرامت کے بعد ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور آپ کے علم و فضل کی دھوم برصغیر میں دور دراز تک مچ گئی اور لوگوں نے سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے آپ کی زیارت کے لیے آنا شروع کر دیا۔ رائے

[1] تاریخ لاہور از کنہیا لال ص ۹۱

Marfat.com

راجو کی ظاہری و باطنی زندگی میں انقلاب آگیا اور اسلامی علوم کے حصول کے لیے یہ شخص سرگرداں ہوگیا۔ حضرت داتا گنج بخش جیسے مرشد معظم اور استاد مکرم سے دینی علوم میں فیض یاب ہوا اور بہت جلد رموزِ شریعت سے بہرہ ور ہوکر ایک باعمل زاہد و عابد بزرگ کی شہرت حاصل کرلی۔ حضرت داتا گنج بخشؒ آپ سے بہت خوش ہوئے، اور شیخ ہندی کے لقب سے نوازا۔

داتا صاحبؒ نے لاہور میں مسجد کا سنگِ بُنیاد خُود رکھا

حضرت داتا گنج بخشؒ نے لاہور میں چند روز قیام کے بعد مسجد کی ضرورت کو محسوس کیا۔ مسجد کے لیے زمین لی گئی اور اس کا سنگ بنیاد خود اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ مسجد کی تعمیر کا سارا کام آپ کی جیب خاص سے مکمل ہوا اور داتا صاحبؒ نے بذات خود بھی مسجد کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ لاہور شہر میں یہ پہلی مسجد تھی جو ایک ولی اللہ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر داراشکوہ کی کتاب سفینۃ الاولیاء کے مطابق ۴۳۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی یہ تعمیر کردہ مسجد صدیوں قائم رہی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جب دریائے راوی میں زبردست سیلاب آیا تو شہر میں نشیبی علاقہ کی دیگر عمارتوں کی طرح مسجد کو بھی سخت نقصان پہنچا بعدازاں چودھری غلام رسول نے مسجد قدیم کی جائے محراب کو سنگ مرمر کی ایک سل کے ذریعے سے قائم رکھتے ہوئے اس مسجد کو ازسر نو تعمیر کروایا۔ مورخین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اس مسجد کی تعمیر نو میں گلزار شاہ نامی ایک مخیر شخص نے بھی حصّہ لیا۔ اس مسجد کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلی یہی وسیع مسجد تھی جس کی بنیاد رکھنے کا شرف حضرت

لے شہزادہ داراشکوہ لاہور شہر کی تعریف میں سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے: لاہور ایک بہت بڑا متبرک شہر ہے چاردانگ عالم کا تحفہ یہاں مل سکتا ہے۔ اولیاء، صلحا، علما و فضلا کا یہ مرکز ہے۔ مزارات متبرکہ یہاں بہت ہیں اور آدمی یہاں کے صحیح القول ہیں۔ حفاظ کے محلے یہاں بہت ہیں۔

Marfat.com

داتا گنج بخشؒ کو نصیب ہوا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اولیائے مشائخ کے تذکروں میں اس مسجد کو کعبہ پنجاب و ہند کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ مسجد جس کی تعمیر حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاتھوں ہوئی اور جہاں آپ امامت کرایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد امامت کے فرائض حضرت شیخ ہندی کو اس وقت حاصل ہوا جب کہ وہ اس اہم فریضہ کی بطریق احسن ادائیگی کے لیے اہالیان لاہور کی نظروں میں مستحق قرار دیئے گئے۔ آپ نے اپنی بقایا زندگی قرآن اور احادیث نبویؐ کی درس و تدریس میں گزار دی۔ حضرت شیخ ہندی نے اپنی زندگی میں یہ سعادت بھی حاصل کی کہ آپ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کی وفات کے بعد سب سے پہلے بذاتِ خود حضرت کے مزار کی تعمیر میں حصہ لیا اور ارد گرد چبوترہ بھی اس وقت کے مطابق پختہ بنایا۔ سب محققین اس امر پہ متفق ہیں کہ حضرت شیخ ہندی پہلے شخص تھے جنہوں نے مزار مبارک کو اپنے ہاتھوں تعمیر کیا۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ مزار کی تعمیر کے دوران اکثر اشکبار دیکھے گئے اور اپنے آنسوؤں سے حضرت کے مزار کی مٹی کو دھو کر سکونِ قلب حاصل کیا۔ یہ عقیدت ہی تو تھی جس کی وجہ سے پُشت در پُشت آپ کے خاندان کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار کی سجادہ نشینی نصیب ہوئی۔

داتا صاحبؒ نے لاہور کے لوگوں کو کعبہ کی زیارت کرادی

حضرت داتا گنج بخشؒ دن کے وقت درس قرآن اور دینی علوم سے لوگوں کو مستفید فرماتے اور رات کے وقت طالبانِ حق کو ہدایات سے نواز کرتے تھے۔ داراشکوہ نے اپنی کتاب "سفینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ آپؒ نے جب یہ مسجد تعمیر فرمائی تو دیگر مساجد کی نسبت لوگوں کو اس مسجد کا رُخ جنوب کی جانب نظر آیا۔ اہالیان لاہور اور خصوصاً علماء نے اس پر اعتراضات کیے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کچھ عرصہ خاموش رہے۔ مسجد کی تعمیر کے اختتام پر تمام علماء اور فضلاء کو مدعو کیا جس میں مشائخ بھی شامل تھے۔ اسی مسجد میں اپنی

Marfat.com

امامت میں نماز پڑھائی اس کے بعد سب حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اب دیکھ لو کہ قبلہ کی صحیح سمت کون سی ہے۔ لوگوں نے جب قبلہ کی جانب دیکھا تو یکبارگی قبلہ بالمشافہ بچشم ظاہر نظر آیا۔ علماء کی نگاہوں سے سب پردے ہٹ گئے اور وہ کعبہ کو عین اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہوئے اپنے اعتراض پر بے حد نادم ہوئے۔ آپ کی اس کرامت سے آپ کی روحانیت کی دھوم دیگر ممالک تک بھی پھیل گئی اور عوام وخواص دور دراز کا سفر طے کر کے آپ کے پاس حاضری دینے لگے۔

بھاٹی دروازہ لاہور ـــ ایک بصیرت افروز کرامت

کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک سابقہ جج جسٹس امیر علی نے ایک ایک کتاب زیرعنوان "ہائی پیالٹس آف پنجاب" لکھی ہے جس میں ایک واقعہ سے حضرت داتا گنج بخشؒ کی بے نیازی عجز وانکساری اور ظاہری نمود ونمائش اور زیب وزینت سے حد درجہ نفرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس دور میں اندرون بھاٹی دروازہ میں بیشتر آبادی ہندوؤں کی تھی جو بھٹی کہلاتے تھے اور بھاٹی دروازہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی تھی۔ مسلمان عقیدت مند جو داتا صاحب کی زیارت اور رشد وہدایات کے لیے آتے تھے ان کا اکثر گزر بھاٹی دروازہ سے ہی ہوتا تھا چونکہ داتا صاحب کا مسکن بھاٹی دروازہ کے باہر تھا اس لیے ازراہِ عقیدت لوگوں نے بھاٹی دروازہ کا نام بدل کر آپ کے نام پر ہجویری دروازہ رکھ دیا۔ بھٹی کہلانے والے ہندوؤں کو یہ بات ناگوار محسوس ہوتی۔ انہوں نے جے سنگھ کی قیادت میں ایک وفد حضرت داتا گنج بخشؒ کے پاس بھیجا جس نے انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کیا۔ آپ نے ہندوؤں کی شکایت کو ٹھنڈے دل سے سُنا اور فیصلہ صادر فرمایا کہ اس دروازے کا نام بھاٹی دروازہ ہی رہے گا۔ ظاہری نمود ونمائش اور خود ستائش کو جب آپ نے ٹھوکر ماردی اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ظاہری زیب وزینت گوارا نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اس

Marfat.com

دنیاوی زیب و زینت کو پسند کرتے ہیں بلکہ ہمیشہ اپنے صفائے باطن کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ آپ کے اس فیصلہ سے ہندو بھٹی اور ان کے وفد کا لیڈر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے داتا صاحب کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا۔ اُس دن سے سب بھٹی مسلمان کہلانے لگے اور یہ وہی بھٹی مسلمان ہیں جو جذبۂ اسلام سے آج تک سرشار ہیں۔ اس واقعہ کی تصدیق دیگر مؤرخین نے بھی کی ہے جن میں مسعود الحسن بھی شامل ہیں۔ اُن کی کتاب "حضرت داتا گنج بخش رح اے سپر چوئل بایوگرافی" میں یہ واقعہ بھی درج ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۴۱ ہجری میں جب لاہور پر حملہ کیا تو راجہ جے پال کا بیٹا راجہ انگ پال صرف تھوڑے ہی مقابلہ کے بعد دُم دبا کر بھاگ نکلا۔ اب لاہور شہر پر محمود غزنوی کا قبضہ ہو گیا۔ محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ جب محمود غزنوی نے ۱۰۴۱ ہجری میں لاہور پر قبضہ کر لیا تو اپنے محبوب ملازم ملک ایاز کو اس کے اصرار پر ایک محافظ دستہ فوج کے ہمراہ لاہور میں چھوڑ دیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہو گا کہ ملک ایاز کو بزرگانِ دین نے سلطان محمود غزنوی کی ذاتی حفاظت کے لیے مامور کیا ہوا تھا۔ روحانی عالم میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ایک جرّی انسان غزنی سے اٹھے گا اور ہندوستان میں کفّار کے بُت پاش پاش کر کے مسلمانوں کی عظمت اور شجاعت کا سکہ ایسا جمائے گا کہ یہاں تھوڑے ہی عرصہ میں توحید اور وحدانیت کا بول بالا ہو جائے گا۔ اس پس منظر میں اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ جرّی اور بہادر لشکر میں کچھ ایسے بھی انسان ہوتے تھے جو صرف خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف راغب ہوتے تھے۔ ملک ایاز کا نام بھی ایسے بزرگانِ دین میں شمار ہوتا ہے۔ محمود غزنوی کو اس پیکرِ وفا کے ساتھ دلی لگاؤ تھا جب محمود غزنوی نے اپنا کام مکمل کر لیا تو ملک ایاز نے کہا "میں غزنی نہیں جاؤں گا۔" کہتے ہیں کہ زندگی میں پہلی بار محمود غزنوی نے یہ انکار ایاز کی زبان سے سنا۔ غلام کے سامنے آقا نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور محمود غزنوی نے اسے لاہور چھوڑ دیا۔

Marfat.com

کافی سے زیادہ سونا، چاندی ۔ ہیرے اور جواہرات اُس کے سپرد کرکے غزنی کا مسافر رخصت ہوگیا۔ اسے کیا علم تھا کہ ایاز کا یہ انکار ایک نئے قدم کا اقرار تھا اور یہ نیا قدم اب راہِ حق کی جانب تھا۔ ایاز نے اب صحبتِ فقرا اختیار کرلی۔

سلطان محمود غزنوی کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود حکمران بنا مگر صرف چند ہی سال بعد راجہ جے پال کے بیٹے انندپال نے ایک زبردست حملہ کرکے مسعود سے حکمرانی چھین لی اور جوشِ انتقام میں اس راجہ نے لاہور میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کردیا اور تاریخ شاہد ہے کہ صرف ایک ہی محلہ سے دو ہزار لاشیں اٹھائی گئیں اور لاہور خالی ہوگیا۔

اس دور میں غزنی کا نیا مسافر لاہور میں وارد ہوا۔ فرق صرف یہ تھا کہ غزنی کا پہلا مسافر محمود غزنوی جذبۂ شجاعت سے لبریز تھا اور نیا مسافر روحانیت اور خدا کی واحدانیت کا علم بردار غزنی کا یہ نیا مسافر حضرت مخدوم علی ہجویریؒ تھا۔

داتا صاحبؒ نے ملک ایاز کو فقر و غنا کا جامہ پہنایا

ملک ایاز کو خواب میں حکم ملا کہ وہ فوری طور پر اب غزنی کے نئے مسافر کا غلام ہوجائے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے پاس حاضری دی ۔ اور بیعت کے بعد آپ کے ہاتھوں فقر و غنا کا جامہ پہن کر یہ فیصلہ کیا کہ اب وہ لاہور کو دوبارہ آباد کرے گا وہ مسلمان جو لاہور چھوڑ گئے تھے ملک ایاز کی قیادت میں جوق در جوق واپس آنا شروع ہوگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاہور دوبارہ آباد ہوگیا اور اللہ اکبر کی تکبیریں گلی گلی کوچے کوچے بلند ہونا شروع ہو گئیں ۔ محمود کے غلام نے اپنی دولت اور مال و متاع تمام حاجت مندوں میں تقسیم کردیا اور خود گوشہ نشین ہوگیا۔ ایاز پر یہ عیاں ہوگیا کہ اس کا غزنی جانے سے انکار اور لاہور رہنے پر اصرار ایک حکم خداوندی تھا۔ آخر ۴۵۰ ہجری میں ملک ایاز نے وفات پائی ۔ لاکھوں فرزندانِ توحید نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور اسلام کے اس عظیم فرزند

Marfat.com

کو لاہور میں چوک رنگ محل کے قریب سپردِ خاک کر دیا۔ لاہور شہر کے عین دل میں واقعہ یہ مزار اس غلام کی عظمت اور بلند کردار کی ایک ناقابلِ فراموش یادگار ہے۔

داتا صاحب کو لوگوں نے گنج بخشؒ کیوں کہا

حضرت داتا گنج بخشؒ کی جلالت شان اور مرتبہ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت سید معین الدین چشتیؒ اور حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر جیسے جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ حضرت میاں میر قادری اور محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوریؒ نے آپ کے مزار مبارک پر معتکف رہ کر فیض پایا اور منازلِ سلوک و معرفت طے کیے۔ شہزادہ داراشکوہ نے اپنی مشہور تصنیف سفینۃ الاولیا میں یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات بلاناغہ مزار داتا پر حاضری دے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری فرما دیتا ہے۔

وصال کے بعد اولیاء کرام کے فیوض و برکات کا جاری رہنا کتاب و سنت سے ثابت و واضح ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی اسی فیض رسانی خلق سے متاثر ہو کر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم بارگاہ گنج بخشؒ میں عرض کرتے ہیں:

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

حضرت داتا گنج بخشؒ کی اس فیض رسانی نے عوام و خواص کے دل موہ لیے۔ لوگوں نے جو چاہا سو پایا۔ اس فیض عام سے گرویدہ ہو کر آپؒ کو لوگوں نے گنج بخشؒ کہنا شروع کر دیا۔ مزید برآں یہ بھی وجہ ہے کہ آپ کی ذات سے ظاہری و باطنی فیض حاصل ہوا۔ آپ سے علم و دانش کے چشمے پھوٹے۔ آپ نے لوگوں کو ان کے مقصد حیات سے روشناس کرایا۔ آپ نے زندگی کے راز کھول کر لوگوں کے سامنے رکھ دیئے۔ لوگوں کو

Marfat.com

روحانی زندگی سے متعارف کرایا۔ لاکھوں انسانوں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ آپ کے ۳۱ سالہ قیام لاہور[1] کے دوران تبلیغ اور فروغ اسلام کا فریضہ آپ کے ہاتھوں بام عروج پر پہنچ گیا۔ یہی وجہ تھی کہ خاص و عام نے آپ کو گنج بخشؒ کہنا شروع کر دیا۔

گنج بخش کا لفظ جو آپ کے نام سے قبل لکھا پڑھا اور بولا جاتا ہے اس کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کے بعد روانگی کے لیے آپ سے اجازت طلب کی تو یک دم آپ کی زبان پر شعر آگیا اور اسی وقت سے گنج بخش کا لفظ مقبولِ عام ہو گیا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی

حضرت معین الدین چشتیؒ کا تعلق بھی افغانستان کے علاقہ سیستان سے ہے۔ آپ ۵۳۶ھ میں سیستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے اس لیے آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے آپؒ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کشی کی اور آپ کے حجرۂ اعتکاف کا موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اگرچہ بزرگانِ دین جسمانی طور پر ہم سے جدا ہو جاتے

---

[1] مشرق و مغرب کے شعراء و مورخین متفقہ طور پر لاہور کی عظمت کے معترف ہیں۔ ابو الفداء نے چودھویں صدی عیسوی میں ابن الاطیر کی تصنیفات میں اسے ہندوستان کا عظیم شہر بتایا۔ ابو الفضل نے سولھویں صدی عیسوی میں لاہور کو جری جیالوں کا شہر کہہ کر پکارا۔ مشہور و معروف سیاح تھیوناٹ نے لکھا شیراز اور اصفہان دونوں مل کر بھی لاہور کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یورپ کا شاعر ملٹن لاہور کو عظیم تر سلطنتوں کا دارالحکومت قدیم اور جدید روایات کا علمبردار کہہ کر پکارتا ہے اور لکھتا ہے کہ حضرت آدم بھی تو لاہور شہر کے حسن کی ایک جھلک جنت فردوس سے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا تھا

(محمد نصیب "لاہور سٹی تھرو دی ایجز" پاکستان ٹائمز لاہور، راولپنڈی میگزین ۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء)

Marfat.com

مگر روحانی طور پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں کے طفیل عوام اور خواص
فید ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے۔ یہ بات ایک مصدقہ
ت ہے کہ آپ ستر سال تک متواتر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے اور
کو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ راتوں کو سوتے نہیں تھے بلکہ بیداری اور عبادت میں گزارتے
۔ وہ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ ہر ختم کے بعد
ب سے آواز آتی اے معین الدین ہم نے تیرا ختم قبول کیا۔

حضرت بابا فرید شکر گنجؒ بر مزار داتا صاحبؒ

حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کے آباؤ اجداد بھی افغانستان سے ہندوستان آئے
ر لاہور میں مقیم ہوئے۔ آپ کے دادا قاضی شعیب اور والد قاضی جمال الدین سلیمان
ہور میں قاضی تھے آپ کا اصل نام فرید الدین اور گنج شکر کے لقب سے مشہور ہیں
ں کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بچپن میں آپ کی والدہ انہیں نماز کی ترغیب دینے
کے لیے مصلےٰ کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں
ن کے مصلے کے نیچے سے شکر کی پڑیا مل جاتی ہے۔ حضرت بابا فریدؒ نماز پڑھنے کے
بعد مصلے کے نیچے سے شکر کی پڑیا لے لیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ پڑیا
رکھنا بھول گئیں۔ جب بیٹے سے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھی۔ بیٹے نے جواب دیا۔ ہاں نماز
پڑھ لی اور شکر کی پڑیا بھی مل گئی۔ والدہ بہت متعجب ہوئیں۔ سمجھ گئیں کہ بچے کو غیب
سے مدد ملتی ہے۔ چنانچہ اس دن سے شکر گنج کہہ کر پکارنے لگیں اور آپ اس لقب
سے مشہور ہو گئے۔

آپ کا سلسلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ جب

Marfat.com

۱۸ سال کے تھے تو آپ کی ملاقات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ایک مسجد میں ہوئی۔ ایک ہی نظر میں دونوں نے ایک دوسرے کی شخصیت کا اندازہ کر لیا۔ چنانچہ بابا صاحبؒ نے ان سے بیعت کی۔ جب حضرت بختیار کاکیؒ دہلی واپس جانے لگے تو بابا صاحبؒ کو نصیحت کی کہ علوم ظاہر و باطن کا سلسلہ جاری رکھنا۔ آپ نے ایسے ایسے مجاہدے کیے جن کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ غیز آباد کنوئیں میں الٹے لٹک کر عبادت کیا کرتے تھے۔ دن بھر مراقبہ میں رہتے تھے۔ آپؒ کے ارشاد کے مطابق رات کے وقت مؤذن آپ کو رسی سے باندھ کر کنوئیں میں الٹا لٹکا دیا کرتا اور رسی کا دوسرا سرا درخت سے باندھ دیتا۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر یہاں اعتکاف فرمایا اور چلہ کشی کی اور اکتساب فیوض و برکات حاصل کرتے رہے چنانچہ حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ کے آستانہ عالیہ سے ذرا فاصلہ پر آپ کی جائے اعتکاف بھی موجود ہے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ازراہ ادب جب بھی مرقد مبارک پر حاضر ہوئے تو گھٹنوں اور کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے حاضر ہوئے۔ بابا صاحبؒ کے تقدس اور ان کی مقبولیت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاؒ جیسے باکمال ولی اللہ آپؒ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

حضرت شاہ حسین زنجانی آپ کے پیر بھائی کا مزار بھی لاہور میں ہے

حضرت شاہ حسین زنجانی المعروف میراں شاہ اور حضرت داتا گنج بخش ایک ہی پیر و مرشد شیخ ابوالحسن ختلانیؒ کے مرید تھے۔ حضرت شاہ حسین زنجانی ۳۹۵ھ میں لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کا وطن خراسان کے قریب زنجان ہے۔ اندجان اور سنجان خراسان کے گرد و نواح میں مشہور تاریخی قصبے ہیں۔ آپ ٹھیک اسی دن رحلت فرما گئے جب حضرت داتا گنج بخشؒ نے لاہور میں

Marfat.com

۔ آپ کا مزار لاہور کے مشرق میں چاہ میراں کے قریب ہے۔ مزار کے صدر دروازہ پر یہ عبارت ہوتی ہے

"گاہ فیض پناہ عارف سبحانی، قطب ربانی جناب حضرت سید میراں حسین رضی اللہ عنہ"

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کے مزار پر بھی چلہ کشی کی۔ آپ کے مزار کے جنوب کی طرف حجرہ بنا ہوا ہے جس پر حجرہ اعتکاف خواجہ معین الدین اجمیری تحریر ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ افغانستان کے اولیائے کرام نے پاکستان کی سرزمین کو دل سے چاہا اور یہاں سکونت اختیار کر کے شمع توحید روشن کی۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان اور پاکستان کا روحانی رشتہ ایک ہزار سال سے زائد قدیم ہے اور باہمی الفت و اُنسیت سے دونوں اسلامی ممالک سرشار ہیں

لاہور کے قطب المشائخ حضرت مادھو لال حسین ایک عظیم جلوس میں دربار داتا گنج بخشؒ حاضر ہوتے

حضرت مادھو لال حسین شہنشاہِ اکبر کے دور میں ایک عارف حق صوفی شاعر تھے۔ آپ کا مزار باغبانپورہ کے قریب ہے جہاں ہر سال مارچ میں ان کے عرس مبارک کے موقع پر بے مثال چراغاں ہوتا ہے۔ پنجاب بھر کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں لاہور کے اس قطب المشائخ کے عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ آپ کا عارفانہ کلام درویشوں شاعروں اور عوام کے لیے یکساں طور پر مقبول ہے۔

حضرت مادھو لال حسینؒ کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی بسا اوقات آپ ان کے فیوض و برکات و کشف و کرامات کا تذکرہ اپنے عقیدت مندوں میں کیا کرتے۔

ایک اور صوفی باصفا جو شیخ حسو تیلی کے نام سے عوام میں مشہور تھے چوک جھنڈا اندرون لاہور دروازہ ایک دکان میں مقیم تھے۔ حضرت لال حسینؒ اسی راستے اپنے مریدوں کے ہمراہ ایک

ے آپ کا اسم مبارک شیخ حسن ملاتیؒ سہروردی تھا

Marfat.com

عظیم جلوس میں دربارِ حضرت داتا گنج بخشؒ جایا کرتے تھے اور جب حسّو تیلی کی دکان کے پاس پہنچتے تو وجد میں آکر خوب اچھلا کرتے اور اپنے عارفانہ کلام سے لوگوں کو محظور کرتے۔ آپ کو اس عالم میں دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم بسا اوقات بے قابو ہو جاتا اور آپ آخر جلوس کی صورت میں مزار حضرت داتا گنج بخشؒ حاضری کے لیے جاتے۔ یہ وجد آور اور پُرکیف منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا۔ شیخ حسّو تیلیؒ جو ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ بخوشی اپنی دکان چھوڑ کر جلوس میں شامل ہو جاتے۔ چوک جھنڈا سے لے کر مزار داتا گنج بخشؒ تک سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہُوا عقیدت مندوں کا یہ ہجوم اہل احوال و حقیقت کو منزل مراد سے ہمکنار کر دیتا

حضرت داتا گنج بخشؒ کی وفات

آخر وہ دن بھی آ گیا کہ اس شہنشاہِ طریقت و حقیقت کو علائق دنیاوی کے ظاہری دام سے بھی رہا ہونا پڑا۔ کسی بھی تاریخی حوالہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کتنے روز بیمار رہے اور آپ نے کب انتقال فرمایا۔ آپ کا عرس مبارک چونکہ ہر سال صفر کی ۲۰ تاریخ کو منایا جاتا ہے اس لیے خیال ہے کہ آپ کا انتقال کم از کم اسی ماہ میں ہوا ہو گا۔ محققین و مورخین میں سالِ وفات میں کچھ اختلاف ہے۔ مولانا جامیؒ نفحات الانس میں ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔ مصنف تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ ۴۶۴ھ۔ حضرت داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں ۴۶۶ھ اور رائے بہادر گھنیا لال مصنف تاریخ لاہور (اردو) اور سید محمد لطیف مصنف تاریخ لاہور (انگریزی) اور مولوی سید احمد دہلوی صاحب فرہنگ آصفیہ ۴۶۵ھ لکھتے ہیں۔ اندرونی دروازہ پر بھی جو قطعہ تاریخ درج ہے اس میں سال وصلش برآید از سردار ۴۶۵ھ لکھا ہے۔ تحقیقات چشتیؒ میں بھی مولوی نور احمد چشتی نے اپنے والد بزرگوار مولوی احمد بخش یکدل اور مولوی غلام فرید صاحب قریشی کے کئی قطعات ہیں جو حضرت داتا گنج بخشؒ کی وفات سے متعلق ہیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ نظر کیا جاتا ہے۔

شیخ عالی علی ہجویری
بود مخدوم ہر صغار و کبار

Marfat.com

ہست سردار - زیور لاہور طرفہ تاریخ وصل آں سردار

۴۶۵ھ ۴۶۵ھ ۴۶۵ھ

اگر حروف "ہست" "سردار" اور "زیور لاہور" سے سن وفات نکالا جائے تو ۴۶۵ھ ہی نکلتا ہے۔

بایں ہمہ محمد شفیع لاہوریؒ[1] کے طبع شدہ کشف المحجوب کے نسخہ پر داتا صاحبؒ کا سنِ وفات ۴۸۱ تا ۵۰۰ درج کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ۴۵۱ھ تا ۴۹۲ھ سلطان ابراہیم ابن مسعود غزنوی کا عہد حکومت تھا۔ اس کے دو بیٹے سیف الدین محمود اور علاؤ الدولہ مسعود ۴۵۹ھ سے ۴۹۹ھ تک لاہور کے حاکم اعلےٰ تھے۔ تاہم یہ تسلیم کرنا قرین قیاس ہے کہ داتا صاحبؒ کے مزار کی زیارت سے اولاً علاؤ الدولہ مسعود مشرف ہوا اور مقبرہ سلطان ابراہیمؒ[2] نے تیار کرایا۔

مزارِ پرُانوار پر اولیاء عظام کی حاضری

لاہور میں جہاں آپؒ محو استراحت ہیں وہاں عوام وخواص کے علاوہ ہر وقت اولیاء ظاہرین و مستورین کا ہجوم رہتا ہے۔ پاکستان بھر میں یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں جملہ مقاماتِ مقدسہ سے زیادہ قرآن خوانی ہوتی ہے جہاں سب سے زیادہ ذکرِ خدا اور ذکر محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰؐ ہوتا ہے اور تبلیغ اسلام اور روحانیت کا سب سے بڑا مرکز ہے جہاں ہر وقت حاجت مند زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر اولیاء عظام اور صوفیائے کرام لاہور تشریف لائے خانقاہِ معلےٰ پر حاضری دیتے رہے اور اس مرکز تجلیات وانوار سے فیض یاب ہونا عین سعادت تصور کرتے تھے۔ سب اولیاء کرام کے اسمائے مبارک کا احاطہ ممکن نہیں تاہم ذیل میں ان پاک ہستیوں کے

[1] دائرہ معرف اسلامیہ جلد ۹ ص ۴۰۹ شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

[2] دیکھئے تاریخ لاہور از محمد لطیف ص ۱۷۷

Marfat.com

نام درج کیے جاتے ہیں :

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری : جب آپؒ لاہور تشریف لائے تو آپ نے داتا صاحبؒ کے مزار پر چلہ کشی کی جہاں اب تک حجرۂ اعتکاف موجود ہے۔ جب آپ واپس روانہ ہونے لگے تو برجستہ طور پر آپ کی زبان پر یہ شعر آگیا :

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اُسی دن سے عوام و خواص نے آپؒ کو داتا گنج بخش کہنا شروع کر دیا۔

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ چشتی : آپؒ بھی داتا دربار پر حاضر ہوئے۔ بلکہ جس مقام پر آپؒ لاہور میں اقامت گزیں ہوتے تھے۔ اس کو اب تک آستانہ فریدیہ کہا جاتا ہے جو کہ ضلع کچہری لاہور کے نزدیک واقع ہے۔

حضرت شیخ بہلول دریائی قادریؒ : آپ حضرت شاہ لطیف بری نورپور شاہاں ۔ راولپنڈی) کے خلیفہ مجاز تھے۔ جب آپ لاہور سے روانہ ہوئے تو اپنے مرید حضرت لال حسین قادریؒ کو حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ کے سپرد کر گئے تھے۔

حضرت بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر دربار ہوتے تھے۔

حضرت شیخ حسن علائی سہروردی المشہور بہ حضرت حسو تیلی۔

میر خواجہ حسن علائی چشتی سنجری مصنف فوائد الفواد بھی حاضر دربار ہوئے۔

حضرت میاں میر بالا پیر قادریؒ۔

شہزادہ داراشکوہ قادری بھی مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ

حضرت نوشاہ گنج بخش قادری مدفون ساہن پال شریف بھی حاضر دربار ہوئے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ کئی بار لاہور تشریف لائے آپ نے لاہور کو قطب ارشاد[1]

[1] ملاحظہ ہو مکتوبات مجدد الف ثانی اردو ترجمہ مولانا محمد سعید دفتر اول حصہ اول ص ۲۳۸

Marfat.com

کا درجہ دیا ہے یہ خراج تحسین حضرت داتا گنج بخشؒ کے فیوض و برکات کا مرہون منت ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ حاضر ہوتے تھے۔ آپ اپنی تالیف اسرار الطریقت میں تحریر فرماتے ہیں "اس کے بعد لاہور جو ایک پرانا شہر اور بزرگوں کا مسکن ہے آیا اولیاؤں کے بعض مقبروں پر راتیں کاٹیں۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری کی خدمت اقدس میں کئی بار لاہور تشریف لائے۔ آپ نے بھی ضرور اس مرقد عالیہ پر حاضری دی ہوگی۔

حضرت شاہ عنایت قادری پیر و مرشد حضرت بلھے شاہؒ

حضرت سیّد بلھے شاہ قادری قصوریؒ باقاعدہ اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ حاضری دیتے۔ دورانِ حاضری وجد میں آکر صوفیانہ کلام پڑھتے۔

ماضی قریب کے بزرگانِ دین نے بھی اس درگاہِ معلّٰی کی حاضری کو اپنا سب سے اہم اور مقدس فریضہ قرار دیا۔ حاضر ہونے والی چند ہستیوں کے اسمائے گرامی کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

حضرت میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوریؒ، سائیں توکل شاہ نقشبندی مجددی انبالوی، حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی، نقشبندی مجددیؒ، حضرت قاضی سلطان محمود قادریؒ، حضرت قاری شاہ سلیمان حضرت مولانا غلام قادر چشتی بھیروی، لاہوریؒ مدفون بیگم شاہی مسجد مولانا سید دیدار علی شاہ قادری نقشبندی الوری ثم لاہوریؒ، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد نقشبندیؒ شرقپوریؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ چشتیؒ گولڑہ شریف، حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی نقشبندیؒ علی پور شریف، حضرت حافظ سیّد جلال شاہ قادری، چک سادہ ضلع گجرات۔ خواجہ حسن نظامی چشتی دہلویؒ، حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی قادریؒ، حضرت ابوالحامد سیّد محمد محدث اشرفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھ شریف (بھارت)، سید برکت علی شاہ قادری،

Marfat.com

چشتی، خواجہ قادربخش نقشبندی مجددی، حضرت خواجہ محمد عبدالخالق نقشبندی مجددیؒ، حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ سجادہ نشین سادہ چک شریف، آپ قریباً چالیس سال آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے رہے۔ حضرت پیر عبدالرحمٰن قادریؒ بھرچونڈی شریف سندھ، حضرت نورالمشائخ فضل عمر معروف بہ ملّا شور بازار نقشبندی مجددیؒ (کابل افغانستان)، حضرت پیر محمد اسماعیل شاہ نقشبندی مجددیؒ کرمانوالہ شریف۔ میاں رحمت علی نقشبندی گھنگ شریف ضلع لاہور، سید نورالحسن شاہ نقشبندیؒ کیلیانوالے ضلع گوجرانوالہ۔ حضرت علامہ مولانا محمد عالم آسی نقشبندیؒ، حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی خلف اکبر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ، حضرت مولانا محمد یار فریدی بہاول پوری، دوران حاضری اپنے وعظ سے حاضرین کو مستفید فرمایا کرتے تھے۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ بھی لاہور تشریف لاتے تو دربار داتا میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی، حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف، حضرت مولانا مولوی علامہ سردار احمد چشتی قادری محدث لائل پوریؒ۔

سنہ ۱۹۶۹ء میں مزار حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی بغدادی کے سجادہ نشین حضرت سید یوسف گیلانی نقیب الاشراف نے مزار پرانوار حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری پر حاضری دی مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) شمیم حسین قادری اس وقت ان کے ہمراہ تھے۔

خانقاہِ عالیہ پر بادشاہوں کی حاضری

سب سے پہلا بادشاہ جس نے اس مزار اقدس پر حاضری دی۔ وہ ظہیر الدولہ ابراہیم غزنوی افغانستان اور پنجاب کا حکمران تھا جس کا عہد حکومت (۱۰۵۹ء تا ۱۰۹۹ء) تھا۔ اسی بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں اس مقبرہ کی تعمیر کروائی۔ اس کے بعد سلطنت غزنوی کا ہر مقتدر رکن یہاں حاضر ہوتا رہا۔ بالخصوص سلطان الدولہ بن ارسلان شاہ غزنوی، سلطان

Marfat.com

معزالدولہ غزنوی بن بہرام شاہ، سلطان خسرو شاہ غزنوی اور سلطان خسرو ملک غزنوی حاضر دربار اقدس ہوتے رہے۔ مزید برآں امیر عضد اللہ اور طغاتگین سپہ سالاران غزنوی افواج بھی حاضر ہوتے رہے۔ غزنوی سلاطین کے بعد سلطان محمد غوری، سلطان قطب الدین ایبک سلطان شمس الدین التمش اور سلطان غیاث الدین بلبن بھی مرقد منور پر حاضر ہوئے۔ ان کے علاوہ سلاطین خاندان سادات بھی حاضر دربار عالی وقار ہوئے۔ خاندان مغلیہ میں شہنشاہ جلال الدین اکبر، نورالدین جہانگیر شہاب الدین شاہجہان اورنگ زیب عالمگیر اور شہزادہ دارا شکوہ قادریؒ بھی مرقد منور کی حاضری سے مستفید ہوئے۔

ناظم الامور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ عزالدولہ خان بہادر نواب ذکریا خاں، نواب یحییٰ خاں اور نواب معین الملک میر منّو بھی داتا دربار میں اکثر حاضری دیتے۔ نواب میر مومن خاں نائب صوبہ لاہور کا مزار بھی اس خانقاہ عالیہ میں بنا جس کا نشان اب تک مسجد کے صحن میں محفوظ ہے۔

سکھوں کی حکومت میں بھی اس مرقد منور کی تقدیس برقرار رہی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ وہ خود بھی حاضر ہوا بلکہ خزانے سے ایک ہزار روپیہ سالانہ مجاورین کا وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا اپنے عہد اقتدار میں اس نے ۱۸۳۳ء میں مزار اقدس کی مرمت بھی کرائی تھی۔ اس کے علاوہ رانی چند کور نے ایک دالان بھی اپنے خرچ سے بنوایا تھا۔ محمد خاں ٹکسال والا نے اس زمانہ میں اپنا ایک چاہ واقع میڈیکل کالج لاہور بھی خانقاہ کی نذر کر دیا تھا۔

انگریزوں کے عہد میں نواب شیخ امام الدین خاں گورنر کشمیر اور ان کے صاحبزادے نواب شیخ غلام محبوب سبحانی رئیس اعظم لاہور اس خانقاہ میں حاضر ہوتے رہے اور یہیں دفن ہوئے۔ نواب موصوف مزار کی خدمت کرنا اپنا فرض خیال کرتے رہے۔ آپ ایک سو اسی (۱۸۰) روپے سالانہ اس مزار اقدس پر بطور نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

خانقاہ معلّٰی پر مشاہیر کی حاضری

قیام پاکستان سے پہلے اور اس کے بعد دُنیا کے بڑے بڑے مشاہیر اور بالخصوص سرزمین ہندو پاک کی مقتدر اور چیدہ چیدہ ہستیاں دراقدس پر حاضر ہونے کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (قادری)
مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی
خواجہ ناظم الدین سابق گورنر جنرل پاکستان
ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان (سابق)
ابراہیم اسمٰعیل چندریگر گورنر پنجاب (سابق)
سردار عبدالرّب نشتر گورنر پنجاب (سابق)
فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں سابق صدر پاکستان
ملک امیر محمد خاں سابق گورنر مغربی پاکستان
تنکو عبدالرحمٰن وزیر اعظم ملائیشیا
ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان
جنرل محمد ضیاالحق صدر پاکستان

مزار پُرانوار کی چھت پر آیاتِ قرآنی کی خطاطی

آپ کے مرقد پرانوار کی اندرونی چھت پر قرآن مجید کی آیات اور پروردگارِ عالم کے پاک اسماء سے مزین، خوبصورت اور نادر کتبوں کو دیکھ کر روح کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ کلام پاک کی ان آیات کی نقاشی کی سعادت ہندوستان اور پاکستان کے مایہ ناز کاتب

Marfat.com

حاجی دین محمد لاہوری نے حاصل کی۔ گنبد کی بنیاد کے بڑے دائرے میں سورۃ یٰسین کی نقاشی کی گئی ہے۔ محرابوں پر حضور سرور کائنات فخر موجودات کی شان میں شیخ سعدیؒ کے چند اشعار اور قرآن پاک کی بعض دوسری آیات کندہ ہیں۔ گنبد کے درمیانی حصہ میں ایک بڑا تارہ بنا ہوا ہے جس کے گرد سورۃ اخلاص کندہ کی گئی ہے

زیر تعمیر جدید مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ

محکمہ اوقاف کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جامع مسجد زیر تعمیر ہے جس پر تقریباً چھ کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ مسجد کی تعمیر کا کام ۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء کو شروع ہوا جبکہ اس کا سنگ بنیاد ۲۸ جنوری ۱۹۷۸ء کو رکھا گیا تھا۔ اس مسجد کے مینار جدید ترکی طرز کے استنبول کی مسجد بایزید سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مسجد کی محرابیں مغل فن تعمیر اور ترکی طرز تعمیر سے مشابہت رکھتی ہیں جبکہ اس کے در و دیوار قرآنی آیات سے مزین ہوں گے مسجد کے زیریں حصہ میں دارالعلوم اور لائبریری کا قیام عمل میں آئے گا۔ جدید ڈیزائن کے وضو خانے ٹھنڈے اور گرم پانی سے بھرے ہوں گے۔ مسجد کا صحن کشادہ رکھا گیا ہے جس کی لمبائی ۲۱۶ فٹ اور چوڑائی ۱۳۶ فٹ ہے جبکہ صحن کے دونوں جانب ۱۲ فٹ چوڑائی کے برآمدے ہوں گے۔ مسجد کے چیمبرز کی لمبائی ۱۵۸ فٹ اور چوڑائی ۸۰ فٹ ہوگی چیمبرز کے دونوں جانب خواتین کے لیے باپردہ گیلریاں ہوں گی۔ مسجد کے چیمبرز میں دو ہزار اور صحن میں پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے اس جدید مسجد کے قبلہ کی سمت موجودہ مسجد اور بادشاہی مسجد لاہور کے قبلہ کے مطابق رکھی گئی ہے۔ ملک کے نامور علما، مشائخ خطبا اور آئمہ نے قبلہ کی سمت کے تعین میں اعانت کی ہے۔ اس مسجد کے تین دروازے ہوں گے۔ ایک راستہ مزار مبارک کی طرف سے دوسرا ذیلدار روڈ اور تیسرا دربار روڈ کی جانب سے ہوگا۔ اسلامیہ ہائی سکول کی جگہ ایک پارک اور وسیع تر سڑک زیر تعمیر ہے۔

Marfat.com

مختلف ممالک کے اولیاء کرام داتا صاحبؒ کی نظر میں

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ میں بطریق اختصار ان صوفیائے کرام کے حالات بیان کرتا ہوں جو مختلف شہروں میں جلوہ افروز ہیں اور اگر میں اس وقت تمام صوفیا کرام کے حالات مفصل اس کتاب میں بیان کروں تو طوالت کتاب یقینی ہے اور اگر بعض کے حالات چھوڑ دوں جو مقصود کتاب ہے وہ پورا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اب ہم ان کے اسمائے گرامی لکھتے ہیں جو ہمارے زمانہ میں ہیں حقیقتاً اہل معانی اور ارباب حق ہیں نہ کہ اصحاب رسوم میں سے تاکہ حصول مقصد سے قرب حاصل ہو جائے۔

عراق و شام کے مشائخ میں سے شیخ زکی بن العلاءؒ ہیں جو بزرگان مشائخ اور سادات زمانہ میں سے تھے میں نے ان کو محبت کے شعلوں میں سے ایک شعلہ پایا۔ ان کی نشانیاں اور براہین ظاہر ہیں اور شیخ بزرگوار ابو جعفر محمد بن المصباح صیدلانی ہیں جو روسائے متصوفین میں سے تھے اور تحقیق میں عمدہ زبان رکھتے تھے۔ حسین بن منصور سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ ان کی بعض تصانیف میں نے پڑھی ہیں اور حضرت ابوالقاسم سدسی ہیں جو شیخ با مجاہدہ اور عمدہ حال تھے۔ حسن عقیدت کے ساتھ درویشوں کے نیاز مند اور پاسبان تھے۔

ملک فارس کے مشائخ میں شیخ الشیوخ ابوالحسن ابن سالبہ ہیں جو تصوف میں افصح اللسان اور توحید میں واضح البیان تھے۔ ان کے کلمات مشہور ہیں۔ اور شیخ مرشد ابواسحٰق ابن شہریار ہیں جو برگزیدہ قوم میں سے ہیں اور سیاست شرعیہ کے بہترین عالم ہیں اور شیخ طریقت ابوالحسن بن مکران ہیں جو اکابر صوفیاء میں سے تھے اور شیخ ابومسلم ہروی ہیں جو عزیز وقت اور عمدہ حال تھے اور شیخ ابوالفتح سالبہ اپنی سلطنت کے بہترین خلف اور امید افزا حال کے مالک ہیں اور شیخ ابوطالبؒ ہیں جو ایک بزرگ، پابند کلمات حق تھے اور ان سب میں شیخ الشیوخ شیخ ابواسحٰقؒ ہیں جن کی زیارت میں نہیں کر سکا۔

شہر قہستان اور بانیجان اور طبرستان کے مشائخ میں سے، شیخ شفیق فرح معروف بہ اخی زنجانی ہیں جو مرد نیک سیرت، ستودہ طریقت ہیں، اور اس زمانہ کے شیخ، صوفیوں کے

Marfat.com

رگوں میں سے ہیں، ان کی بھلائیاں بہت ہیں، بادشاہ وقت بنام تائب
اہِ حق میں برگذیدہ تھا اور شیخ ابو عبداللہ جنیدی ہیں جو ایک پیرِ کامل اور محترم ہیں اور اس
قت کے اجلہ مشائخ میں سے شیخ ابو طاہر مکشوف ہیں اور خواجہ حسن سمنانی جو ایک راہِ حق کے
تلاشی ہیں اور شیخ سہلکی ہیں جو جماعت صوفیا میں دانشور ہیں اور احمد بن شیخ خرمانی ہیں جو اپنے
الد کے فرزند رشید ہیں اور ادیب کندی ہیں جو ساداتِ زمانہ میں سے ہیں۔

کرمان کے مشائخ میں سے، خواجہ علی بن حسین گیر کانی ہیں، جو سیاحِ وقت اور صاحبِ
ریقت ہیں۔ ان کے فرزند حکیم ایک مردِ عزیز ہے اور شیخ محمد بن سلمہ وقت کے بزرگوں میں
ے ہوتے ہیں ان کے سامنے بہت سے ایسے پوشیدہ اولیا اللہ جو پاسبان درگاہِ حق
وگذرے ہیں۔

خراسان کے مشائخ میں سے، جہاں آج سایہ اقبالِ حق ہے شیخ مجتہد ابو العباس دامغانی
ہیں جن کا حال اور وقت اچھا رہا اور خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجوینی ہیں جو طریقت کے محققین
شائخ میں سے ایک بزرگ ہیں اور خواجہ ابو جعفر ترشیزی ہیں جو عزیزانِ وقت میں سے تھے
ور خواجہ محمود نیشاپوری ہیں جو مقتدائے وقت اور نیک زبان تھے اور شیخ محمد معشوق ہیں جن
ا حال عمدہ اور نیک تھا اور اپنے وقت کے خوش خلق تھے اور حمزۃ الحب تھے جو نیک باطن
ور خرم بزرگ تھے اور خواجہ رشید مظفر فرزند شیخ ابو سعید امیدوار ہیں جو مقتدائے قوم اور دلوں
کے قبلہ تھے اور خواجہ شیخ احمد حمادی سرخسی ہیں جو وقت کے سپاہی اور میرے ساتھی تھے
نکے کاموں میں بڑی قدرت دیکھی ہے۔ یہ جواں مردانِ متصوفہ میں سے تھے اور شیخ احمد نجار
مرقندی مقیم مرد اپنے زمانہ کے سلطان تھے اور شیخ ابو الحسن بن علی الاسود ہیں جو اپنے والد کے
فرزند رشید اور اپنے زمانہ میں علو ہمت اور صدق فراست میں بے مثل تھے۔

خراسان کے تمام مشائخ کا شمار کرانا دشوار ہے صرف میں نے ہی خراسان میں تین سو
ایسے بزرگوں کو دیکھا ہے جن میں سے ہر ایک کا مشـ ... ... میں سے کوئی ایک

Marfat.com

ہی سارے جہان کے لیے کافی ہے یہ سب اس لیے ہے کہ خراسان کے افق پر آفتاب محبت اقبالِ طریقت ہمیشہ تاباں رہا ہے۔

ماوراالنہر کے مشائخ میں سے خواجہ امام، مقبولِ خاص و عام ابوجعفر محمد بن حسین حرمی ہیں جو صاحب سماع اور پابندِ طریقت ہیں ان کی ہمت بلند اور حال مصفّےٰ ہے سالکان راہ حق کے ساتھ شفقت فرماتے ہیں اور اپنے ساتھیوں میں آقا اور فقیہہ ہیں اور ابو محمد پانعری ہیں جو اچھا حال اور معاملات محکم رکھتے ہیں اور شیخ وقت احمد ایلاقی ہیں جو بزرگ زمانہ اور تارکِ رسوم و عادات ہیں اور مزید وقت، یگانہ زمانہ خواجۂ عارف ہیں اور خواجۂ زمن علی ابن اسحٰق جو مردِ محتشم اور نیک زبان ہیں۔ یہ وہ اسمائے گرامی ہیں جن کو میں نے دیکھا اور ہر ایک کا مقام معلوم کیا۔ یہ تمام محقق ہیں۔

غزنی کے مشائخ میں سے، شیخ عارف ممدوح زمانہ ابوالفضل بن اسدی، شیخ طریقت ہیں جن کی کرامتیں اور براہین ظاہر و روشن ہیں جب سوز محبت کا غلبہ ہوا تو لوگوں نے ان کی ظاہری حالت سے دھوکہ کھایا اور شیخ مجرد علائق دنیوی کے تارک اسمٰعیل شاشی شیخ محتشم ہیں جو ملامتی روش میں ہیں اور علمائے طریقت میں شیخ سالار ہیں جن کا حال عمدہ ہے اور شیخ دانا معدن اسرار ابو عبداللہ محمد بن حکیم معروف بہ "مرید از مستانِ حق" ہیں جو اپنے زمانہ میں اپنے فن میں ثانی نہ رکھتے تھے ان کا حال لوگوں پر پوشیدہ ہے ان کے براہین و نشانات ظاہر و روشن ہیں۔ صحت میں ان کا حال بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ مشاہدے والے ہیں اور شیخ محترم، سب میں مقدم سعید بن ابی سعید عیاں ہیں جو حدیث مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حافظ ہیں۔ زندگی عمدہ پائی اور بکثرت مشائخ کو دیکھا۔ حال میں قوی اور بے خبر تھے مگر پوشیدہ رہتے تھے۔ کسی پر ظاہر نہ ہوتے تھے اور خواجہ بزرگوار جانشین حرمت و وقار ابوالعلاء عبدالرحیم بن احمد سعدی ہیں جو عزیز قوم سردارِ وقت تھے مجھے اُن سے بہت ارادت ہے۔

Marfat.com

محمود غزنوی کے دربار میں نوجوان ہجویریؒ کی کشف و کرامت

حضرت یعقوب چرخیؒ رسالہ ابدالیہ[1] میں سلطان محمود غزنوی کے دربار کا ایک واقعہ جب حضرت سید مخدوم علی ہجویری عالم شباب میں تھے یوں بیان کرتے ہیں: "انہی شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ سے منقول ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ کے وقت میں ہندوستان کی فتح کا سبب وہی تھے۔ ہندوستان سے ایک دانشمند سلاطین ہند کا پیغام لیکر غزنی آیا اور کہنے لگا کہ اہل ہند کا مذہب برحق ہے۔ ہے کوئی ایسا آدمی جس سے اس کے متعلق میرا مباحثہ و مکالمہ ہو اور اسلام پر ہمارے دین کی حقیقت واضح ہو جائے سلطان محمود غزنوی اور انکے تمام درباری علماء، امراء اور شرفاء حاضر ہوئے لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی اس مسئلہ پر ہندوستانی دانشمند سے بحث کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شیخ ابوالحسن غزنویؒ الہام ربانی (کشف) سے اس مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس ہندو فلسفی نے شیخ سے پوچھا "میری سیر کہاں تک تھی"؟ شیخ نے فرمایا: "سراندیپ تک" اس نے کہا: "کوئی نشانی لاؤ"؟ شیخ نے فرمایا: "سراندیپ کے ایک گاؤں میں کچھ لوگ سبز مرچیں چن رہے تھے ان کے نزدیک ہاتھی تھے"۔ پھر شیخ نے اپنے خرقہ سے ہاتھ باہر نکالا تو کچھ سبز مرچیں فلسفی کو دے دیں۔ ہندو فلسفی حیران رہ گیا۔ اور فوری طور پر مسلمان ہو گیا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں داتا صاحب کی کرامات

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک وہند جنگ میں پاکستانی افواج کی تعداد بہت کم اور اسلحہ بھی تھوڑی مقدار میں تھا۔ سترہ دن کی جنگ میں پاکستان کے فرزندانِ توحید کی ایک چھوٹی سی جماعت نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود کفار کے جم غفیر کو عبرتناک شکست دی۔ فتح کی سب سے بڑی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت داتا گنج بخشؒ کی روحانی امداد تھی۔ لاہور پر تین جانب سے ہندوستان کی افواج کے حملہ کا پسپا ہونا داتا گنج بخشؒ کے فیوض و برکات کا مرہون منت ہے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعات سے بخوبی ملتا ہے۔ ہفتہ روزہ چٹان[2] لاہور نے ان دنوں یہ لکھا تھا:

---

[1] ابدالیہ تصنیف حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ۔ ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص۔ ۲۰۔ ۲۱

[2] دعوت ارواح مصنف محمد ارشد قادری اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ ص ۱۸۰۔ ۱۸۱

Marfat.com

ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں وہ ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پرانور پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول مزار پر حاضر ہوئے۔ کوشش بار بار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔ اسی پس وپیش کے عالم میں انہوں نے تین دن تک وہیں قیام کیا۔ آخری رات چند لمحات کے لیے زیارت ہوئی تو حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ محاذ پر مصروف تھا۔ سرکارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بزرگان دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کیے گئے ہیں اور پاکستان کی حفاظت کے لیے جہاد کا حکم دے دیا گیا ہے۔

جنگ کے ایام میں روزنامہ حریت کراچی اور روزنامہ مشرق لاہور میں مدینہ منورہ سے ایک صاحب کا خط شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ مکتوب نگار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ سرورِ کونین حرم نبویؐ کے باب السلام میں بڑی عجلت میں پابہ رکاب ہیں اور آپؐ کے جلو میں صحابہ کرامؓ کا قافلہ بھی ہے۔ رسالتمآبؐ فرما رہے تھے کہ پاکستان پر کفار نے حملہ کر دیا ہے۔ اس لیے جہاد فرض ہو گیا ہے اور سواری بڑی تیزی سے روانہ ہو گئی۔

جنگ کے دوران ایک ہندوستانی طیارہ دریائے راوی کے قریب گرایا گیا۔ اس کا پائلٹ جو ایک سکھ نوجوان تھا۔ پیراشوٹ کے ذریعے زمین پر محفوظ اتر گیا۔ اس نے اس امر کا اعتراف کیا کہ متعدد بار اس نے راوی کے پُل کو بم سے اڑانے کی کوشش کی مگر ہر بار ایک ہاتھ[1] جس پر سبز رنگ کی پٹی تھی مجھے گرفت میں لے کر عاجز کر دیتا۔ کئی بار میں بچ بچا کر نکل گیا آخر کار میرا جہاز اس سبز رنگ کی مضبوط گرفت کے باعث لاہور میں گرا لیا گیا۔ یہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی روحِ مطہرہ تھی۔ جو جنگ کے دوران مصروف پاکستان کی اعانت کر رہی تھی

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور - مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

Marfat.com

باب (۲)

صوفی اور تصوّف

Marfat.com

صوفی اور تصوّف

زبدۃ العارفین حضرت داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا سارا سازو سامان و مال و دولت راہ خدا میں دے کر اور ایک کمبل اوڑھ کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ رسُول کریمؐ نے دریافت فرمایا: اے صدیق تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسُول۔ یہی دو گنج بیکراں چھوڑ آیا ہوں۔ اس لیے کہ جب بندے کا دل دنیاوی صفتوں سے آزاد ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیاوی آلائشوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ ہے مکمل صفتِ صُوفی یعنی عارفِ صادق کی اور اس سے انکار درحقیقت حق کا انکار ہے۔ اصل صُوفی وہ ہے جو بشری کدورتوں سے گزر جائے جیسا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ کیا اور آپ کے جمال میں غرق ہوئیں تو اُن پر بشریت غالب تھی۔ پھر اُس کیفیت بشریت پر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا عکس حقیقی ڈالا تو وہ غلبہ بشریت درجہ غایت کو پہنچ گیا پھر جب مشاہدہ حسن بام عروج پر پہنچا تو غلبہ بشریت فنا ہو گیا۔ اور زنانِ مصر کی زبان سے نکل گیا۔ سبحان اللہ یہ بشر نہیں ہے[1]۔ حالانکہ انہوں نے اپنے کلام کا نشانہ حسن

---

[1] قرآن سُورۃ ۱۲: آیت ۳۱۔ جب عورتوں نے انکو (حضرت یوسف) دیکھا تو اُن کا رُعب (حسن) اُن پر ایسے چھا گیا کہ پھل تراشتے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کو بنایا مگر فی الواقع اپنی کیفیت بیان کی تھی۔

تائید میں داتا صاحبؒ نے مشائخ طریقت کے اقوال بتلاتے ہیں کہ حالت صفا بشری صفات میں سے نہیں ہے۔ اِس لیے کہ بشر تو مٹی کا ایک تودہ ہے اور مٹی کے تودے میں کدورت ہوتی ہے تو بشری حالت میں رہتے ہوئے کدورت سے نجات ممکن نہیں تو ظاہر ہوگیا کہ حصُول صفا افعال و اعمال سے نہیں ہو سکتا اور بشریت کو خالص مجاہدہ دریاضت سے زائل نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ صفتِ صفا افعال و احوال سے منسوب نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی تعلق نام و القاب سے ہے۔ صفت صفا محبوبان الٰہی کی صفت ہے۔ اور یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ اپنی صفتِ بشری سے فانی ہو کر صفت محبوبان الٰہی کے ساتھ تابندہ ہیں اسی طرح جیسے آفتاب پر کوئی ابر نہ ہو۔ چنانچہ حبیب خُدا سیّدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت حارثہؓ کے حال کے بارے میں صحابہ کرام نے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ ایسا بندہ ہے جس کے دِل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے منوّر فرمایا یہاں تک کہ اس کا چہرہ اس کی تاثیر سے تاباں اور نورِ ربّانی سے درخشاں ہے۔

صُوفی کی نظر میں سونا چاندی پتھر و مٹی یکساں ہوتے ہیں

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کسی شیخ طریقت نے فرمایا: جب صوفی دنیا و عقبیٰ میں فنا ہو جاتا ہے اور بظاہر جسم انسانی رکھ کر ربانی بن جاتا ہے پھر اس کی نظر میں زر و جواہر پتھر و کنکر یکساں ہو جاتے ہیں اور جو کچھ اہل دنیا پر دشوار ہو جاتا ہے وہ سب اُس پر آسان ہوتا ہے چنانچہ حضرت حارثہ بن زیدؓ جب دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو حضورؐ نے فرمایا: اے حارثہ آج تم نے کیسے صُبح کی عرض کیا: مَیں نے اللہ کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوتے صُبح کی۔ آپؐ نے فرمایا: غور کرو اے حارثہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ عرض کیا: مَیں نے دنیا سے اپنی جان کو آزاد کر کے رَبّ کو پہنچانا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پتھر سونا چاندی اور مٹی میرے

Marfat.com

نزدیک سب برابر ہیں۔ اب رات کو بیدار رہتا ہوں اور دِن کو پیاسا۔ یہاں تک اب میری حالت یہ ہوگئی ہے کہ گویا مَیں اپنے رَب کے عرش بریں کو واضح پر دیکھ رہا ہوں اور جنت کے مکینوں کو باہم گفتگو کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور جہنم کو آگ میں تڑپتے دیکھ رہا ہوں۔ اس پر رسُول کریمؐ نے فرمایا: اے حارثہ تم نے پہچان لیا اس پر قائم رہو اور اس منصب کی محافظت کرو۔ اس لیے کہ بس اس کے سوا اولیاء اللہ کی اور کوئی تعریف نہیں ہوسکتی۔

مصنف کشف المحجوب فرماتے ہیں کہ صِفا ولایت کا نام ہے اور اس کے لئے علامت اور روایت کی ضرورت ہے۔ اور تصوّف بلا شبہ حصولِ صِفا کے لیے ایک حکایت ہے۔ صِفا کے معنی اب روشن ہوگئے اور تصوّف کا محض حکایت ہونا واضح ہوگیا۔ درجہ تصوف میں تین اقسام ہیں۔ ایک صوفی۔ دُوسرا متصوُف، تیسرا مستصوف۔ صوفی وہ ہے جو اپنے وجود سے فانی ہوکر باقی بحق ہوگیا۔ قید مزاج سے آزاد ہوکر حقیقت حقائق کے ساتھ مل گیا۔ متصوُف وہ ہے جو اس درجہ کے حصول کی آرزو میں مشقت مجاہدات کررہا ہے اور صُوفی بننے کا خواہش مند ہے اور صوفیاء کرام کے رسم و رواج کی پیروی میں اپنی اصلاح کرتا ہے اور مستصوف وہ ہے جو مال و دولت حاصل کرنے کی غرض سے صوفیہ کرام کے اعمال و افعال کی نقل کرتا ہے۔ صوفیہ کے اقوال کہتا پھرتا ہے مگر خود بے خبر ہے۔

حضرتِ موسیٰؑ اور رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم میں فرق

حضرت حصریؒ فرماتے ہیں کہ صُوفی وہ ہے جو معدُوم ہونے کے بعد ہستی کی تمنا نہیں کرتا اور موجود ہونے کے بعد معدُوم کی خواہش نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ جو کچھ وہ پاتا ہے اُسے کسی حال میں گم نہیں کرتا اور جو چیز گم ہو جائے اُسے کسی حال میں پانے کی

Marfat.com

کوشش نہیں کرتا ۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ صُوفی اِس درجہ تک آجاتے کہ حالاتِ بشریہ سے کلی طور پر اسے سقوط حاصل ہوکر شواہد جسمانی ذاتِ حق کے ساتھ معدُوم دفوت ہو جائیں اور وہ مکمل طور پر ہر چیز سے منقطع ہو جائے تاکہ اس کی فنا کے اسرار منکشف ہوجاویں اور اس کے تمام متفرقات اپنی ذات میں جمع ہو جاویں تاکہ وہ خود بخود قیام پائے ۔ اور یہ صُورتِ حال دو نبیوں میں ظاہر ہوئی ہے ۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ اُن کے وجود پاک میں عدم نہ تھا حتیٰ کہ آپ نے عرض کیا : اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ مجھ پر آسان فرما ۔ دُوسری ذات مُبارک ہمارے رسُول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : کیا نہیں کھول دیا اے محبوب ہم نے تیرا سینہ پاک ۔ ایک نے تو آرائش چاہی اور زینت طلب کی دوسری ہستی پاک کو خود اللہ تعالیٰ نے آراستہ کیا اگرچہ اُس کی خواہش آپؐ نے نہ کی تھی ۔

بحوالہ ابُو حفص نیشاپوریؒ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک ایسے مجموعہ ادب کا نام ہے جو ہر وقت اور ہر مقام اور ہر حال میں ایک خاص ادب کی راہنمائی کرتا ہے ۔ جس نے اس راہ میں ملازمت آداب وا قامت کرلی مردانِ خُدا کے درجہ کو پہنچ گیا اور جس نے اس راہ کی رسمِ ادب ترک کر دی اور آداب ضائع کردیے وہ ان

ا ۔ سُورۃ طٰہٰ ۱۰ آیات ۲۵ ۔ ۲۶ مُوسیٰ نے کہا : میرے پروردگار اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کردے ۔

۲ ۔ سُورۃ الانشراح ۹۴ آیات ۱ ۔ ۴ اے محمدؐ ! کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا ؟ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا جس نے تمہاری کمر پر وزن ڈالا ہوا تھا اور تمہارا ذکر بلند کیا ۔

Marfat.com

درجہ والوں سے بعید ہوگیا اور گمان کرتا رہا کہ مَیں اُن کے قریب ہوں اور وہ ان کی بارگاہ سے مردود ہوگیا باآنکہ اُسے یہی خیال رہا کہ مَیں قرب کے درجہ پر ہوں۔

بموجب ارشاد حضرت ابوالحسن نوریؒ آپ فرماتے ہیں! تصوف رُسوم و علم نہیں ہے لیکن یہ ایک خاص خصلت ہے۔ یعنی اگر تصوف رسمی چیز ہوتی تو مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو جاتی اور اگر یہ علم ہوتا تو محض تعلیم و تعلم سے حاصل ہو جاتا۔ تو ثابت ہوا کہ تصوف ایک خصلت خاص کا نام ہے جو بغیر بناوٹ اور تکلف کے صادر ہو اور اس کے تمام اسباب ظاہری اس کے باطنی کے موافق ہوں۔

حضرت مرتعشؒ فرماتے ہیں کہ تصوف وہ خصائل حمیدہ ہیں جن میں امرالٰہیہ ادا کرنے میں کسی قسم کا ریا اور دکھاوا نہ ہو اور سوائے ربّ کے کسی کی رضا کا طالب نہ ہو۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم کرے اور ہر قسم کی نفسانی و شیطانی خواہشات سے اجتناب کرے۔

بزبان حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ اسرارِ حق پر مطلع ہو اور لطائف انوار اس پر کھل جائیں یعنی جب تک اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے بندہ کے دِل کو انوارِ عقل سے آراستہ نہ کرے اور تمام آفتوں سے اُسے دور نہ رکھے حتیٰ کہ موجودات اس کے سامنے رائی کے دانہ کے برابر بھی نہ رہے تو جب اس مقام پر بندہ آجاتا ہے تو مشاہداتِ ربانی ہو جاتے ہیں۔

اِسی طرح حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں معرفت نام ہے ہمیشہ مُتحیّر رہنے کا۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نے حق تعالیٰ کو پہنچانا اور اپنے وجود کو اسکے قہر و تصرف کی قید میں پایا تو سمجھا کہ اس کا وجود بھی اس سے ہے اور عدم بھی اس سے تو جان لیا کہ میں کیا ہوں اور خود کون ہوں۔ اِس حقیقت آشنائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے آپ کو پہنچان لیتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے رب کو جان لیتا ہے تو پھر عقل فنا

Marfat.com

(ا)ور صفتِ باطل ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب عین عقل میں نہ آتے تو اس کی (مع)رفت سوائے مُتحیّر کے ممکن نہیں۔

حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ عارف میں یہ صفات ہونی چاہیئے کہ وہ کم سخن (او)ر دائم التحیر ہو اس لیے کہ بولا اس معاملہ میں کرتے ہیں جس کا ذکر احاطہ بیان (میں) آسکے اور جب اُس کی تعریف کسی حد میں ہی نہ ہو تو اسے کسی عبارت کے تحت (لان)ا کیونکر ممکن ہے۔ تو بندہ کو سوا اس کے چارہ ہی نہیں کہ اس کی قدرت میں متحیر رہے (او)ر حیرت کے سوا اس کے پاس تدبیر نہیں۔

ربّ جلیل نے فرمایا، اے رسُول میں تمام عالم کو تیرا نائب مقرّر کرتا ہوں

حضرتِ اُبوبکر واسطیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کو پہچانا سب سے منقطع ہو گیا بلکہ گونگا ہو کر سب سے جُدا ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مَیں تیری ثنا کا کے اہل نہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ جس نے اللہ کو جان لیا وہ سب چیزوں سے جُدا ہو گیا بلکہ تمام عبارتوں کے بیان سے گونگا ہوا اور اپنے اوصاف سے فانی۔ حضرت داتا گنج بخشؒ مزید فرماتے ہیں جب رسُول کریمؐ حضورِ خداوندی میں پہنچے تو عرض کی میری زبان میں تیری ثنا کی قوت نہیں۔

مَیں حال سے بے حال ہوں۔ میری گفتار میری طرف سے ہو یا تیری طرف سے اگر مَیں خود سے بولوں تو فنا سے محجوب ہوتا ہوں۔ اگر تیری قال سے بولوں تو قربت ذات کے منصب میں معیوب ہے لہذا مَیں قال ہی کو چھوڑتا ہوں۔ تو فرمان آیا کہ اے محمد صلی اللہ علیک اگر تو نہیں کہتا تو مَیں کہتا ہوں "تیری جان پاک کی قسم جب تو میری ثنا سے ساکت ہے تو جو کچھ تو فرمائے گا وہ تیری ثناء ہو گی۔ جب تو اپنے کو میری ثنا کا اہل نہیں سمجھتا تو میں تمام اجزاء عالم کو تیرا نائب مقرّر کرتا ہوں تاکہ وہ میری ثنا کریں اور

Marfat.com

تمام ثنائیں تیرے حوالہ کریں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں اسلامی علوم کی دو اقسام ہیں۔ ایک ظاہری ا
دوسرا باطنی۔ ظاہری علوم سے مُراد شریعت ہے جو سب کے لیے ہے اور باطنی ع
وہ ہیں جو رسُول اللہ نے اپنے چند اصحاب حضرت ابُوبکر صدیقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ
حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ کو خاص طور پر عطا کیے۔ یہ ایک مصدقہ حقیقت ہ
کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصر
فیضیاب ہوئے۔ صوفیا کے نزدیک تصوّف کے چار درجے ہیں۔ ۱: شریعت
۲: طریقت۔ ۳: حقیقت۔ ۴: معرفت۔ سالکانِ حق کے نزدیک طریقت میں پہنچ
کر شریعت کی پابندیاں قائم رہتی ہیں اور گرچہ سالک فنا فی الشیخ۔ فنا فی الرسُولؐ کی منزلوں
گزر کر فنا فی اللہ کی منزل میں پہنچ جاتا ہے۔

سب سے پہلے صُوفی کا لقب اختیار کرنے والا

بعض محققین کے مطابق تصوّف کی اصطلاح دوسری صدی ہجری میں بغداد
والوں نے ایجاد کی۔ امام قشیری کے مطابق یہ لفظ دوسری صدی ہجری میں رائج ہو چک
تھا۔ کشف الظنون کے مطابق ابی ہاشم کوفی نے ۱۵۰ ہجری میں سب سے پہلے ی
لقب اختیار کیا۔ شیخ ابوالنصر سراج المتوفی نے ۳۷۸ ھ میں اپنی تصنیف کتاب
اللمع" میں لکھا ہے کہ یہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانے میں رائج تھا۔ ابوقاسم قشیری کے
بیان کے مطابق جب مسلمانوں کی حکومت دور دراز ملکوں تک پھیل گئی اور اسلام میں
ملوکیت کا آغاز ہوا تو مسلمانوں میں خود بخود دو گروہ بن گئے۔ ایک برسرِ اقتدار طبقہ دوسرا
زہد و عباد کا گروہ ابتدائے اسلام میں "فقر و جہاد" یکجا تھے مگر دورِ ملوکیت میں
جہاد کی جگہ عیش و عشرت نے لے لی اور فقر صرف زہد اور عباد کے حصہ میں آیا اور

ا۔ دیکھئے روحانی نظام میں صاحبِ سُکر اور صاحبِ صحو۔

Marfat.com

وہ گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

تصوّف پر کتابیں تو بیشمار لکھی گئی ہیں مگر سب سے اہم اور مستند تصانیف شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیۃ الطالبین حضرت داتا گنج بخشؒ کی "کشف المحجوب" اور شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ کی "عوارف المعارف" ہیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں "جب اہل تصوّف اپنے معاملات اور اپنے اخلاق و خیالات کو مہذب بناتے اور صفائی قلب حاصل کرتے اور طبیعت کی آفتوں اور دل کی خواہشوں سے کنارہ کشی کرتے اور کثافت اور کدورت سے دل صاف کرتے ہیں تو "صوفی" کہلاتے ہیں۔ تصوّف میں حضرت داتا گنج بخشؒ مستی اور مدہوشی کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہوش و حواس میں تعمیر و تخلیق کے قائل ہیں آپ فرماتے ہیں تصوّف کی دو مشہور اصطلاحات "سکر" اور "صحو" ہیں۔ حضرت بایزید طیفوریؒ "سکر" کو اور حضرت جنید بغدادیؒ "صحو" کو اہم تصوّر کرتے ہیں۔ سکر سے مُراد مدہوشی اور جذب و مستی ہے اور ہر چند کہ یہ غلبہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے لیکن اس میں شریعت کی پابندی میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ "صحو" سے مراد یہ ہے کہ ہوش و حواس کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی محبت سے مقصود حاصل کیا جائے۔ حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ کے نزدیک تعمیر و تخلیق بغیر ہوش و حواس کے ناممکن ہے۔ اس لیے "صحو" کو "سکر" پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

"میں علی بن عثمان جلابیؒ اپنے شیخ کے مطابق کہتا ہوں کہ صاحب "سکر" کا کمال "صحو" میں ہوتا ہے اور صحو، میں کمتر درجہ بشریت کے دُور ہونے کو دیکھ لینا ہے پس وہ صحو جو خرابی ظاہر کرے اُس "سکر" سے بہرحال بہتر ہے جو عین خرابی ہے"

حضرت داتا گنج بخشؒ کے مُطابق فقیر کی ایک رسم ہے اور ایک حقیقت رسم سے مراد ظاہری علامت اور وہ ہے مفلسی و بے کسی حقیقت سے مُراد ذات حق کی توجہ

Marfat.com

اور اس کی معرفت ۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" جو شخص مجاہدہ میں اپنے سر کی آنکھ کو خواہشوں سے روک دے وہ باطن کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو ضرور دیکھ لیتا ہے ۔ جو مجاہدہ میں زیادہ مخلص ہو وہ مشاہدہ میں زیادہ سچا ہوتا ہے "

حضرت شبلیؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے راہِ حق کے غلبہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کو نہیں دیکھا ۔ اسی طرح حضرت محمد بن واسعؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر پورے صدق کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور یہی حق تعالیٰ کا دیدار ہے ۔

تصوّف قرآن حکیم کے آئینہ میں

بیشتر علماء اور محققین نے تصوّف کے موضوع پر قرآن حکیم کی رُو سے تحقیق کی ہے ۔ سید احمد جعفری ندوی نے انوار اولیاء (کامل) کے زیر عنوان جو کتاب لکھی ہے قرآن حکیم کی آیات سے تصوّف کی حقیقت کو ثابت کیا ہے ۔ ان آیات کا اردو ترجمہ یہ ہے ۔

(۱) سُورۂ اعراف آیت ۲۰۵ قرآن حکیم میں حکم ان الفاظ میں آیا ہے ۔

" اپنے رب کی یاد کرو ۔ اپنے دِل میں عاجزی کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح و شام اور اہلِ غفلت میں شمار مت ہونا "

(۲) سُورۂ بقر آیت ۱۵۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ۔ میرا شکر کرو اور کفر نہ کرو "

(۳) سورۂ احزاب آیت ۴۱ ۔ ۴۲ میں ارشاد خداوندی ہے :۔

" اے ایمان والو ! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو ۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو ۔

Marfat.com

وہ ایسا ہے کہ وہ اور اُس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں: تاکہ تم کو تاریکی سے نورؒ کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔"

(۴) ان آیات کے علاوہ مندرجہ ذیل اقتباسات قرآن حکیم سے لیے گئے ہیں۔ جو تصوف سے انسان کو روشناس کراتے ہیں۔ تمام صوفیائے کرام ان آیات پر تصوف کی بنیاد رکھتے ہیں۔

(۱) اپنے رَبّ سے طلب مغفرت کرو اور اُسی سے توبہ کرو۔

(۲) اللہ سے توبہ کرو۔ اے ایمان والو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(۳) اے ایمان والو صبر سیکھو۔ صبر کرو۔ اللہ سے رشتہ استوار کرو۔

(۴) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیتا ہے۔

(۵) جو شخص صبر کرے اور توبہ کرے تو بیشک یہ عزم امور ہے۔

(۶) ہم تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک جان لیں کہ تم میں مجاہدین اور صابرین کون ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو جو زندہ اور جسے موت نہیں آسکتی اور وہ اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل کرتے ہیں۔

(۸) جب ارادہ کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

(۹) اور اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل کرتے ہیں۔

(۱۰) زمین و آسمان کی پیدائش میں لیل و نہار کے اختلاف میں صاحب عقل کے ہاں نشانیاں ہیں۔

(۱۱) اللہ کے نام کا ذکر کرو۔

(۱۲) اپنے رب کی اس وقت تک یاد کرو جب تک موت نہ آجائے۔

(۱۳) جان لو دُنیائی زندگی لہو لہب ہے۔

Marfat.com

(۱۴) حیات دنیاوی کی متاع فریب کے سوا کچھ نہیں۔

(۱۵) اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دُنیا کی زندگی تمہیں فریب میں مُبتلا کر دے۔

تصوّف میں خلفائے راشدین کا مقام داتا صاحبؒ کی نظر میں

کشف المحجوب کے باب ہفتم میں داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اب ہم اُن صحابہ کرامؓ کا احوال بیان کرتے ہیں جو صحابہ کرام کے پیش رو اور امام گزرے ہیں اور بعد از انبیاء سب سے افضل اور ذات وصفات میں سب کے پیشوا مانے جاتے ہیں۔ ان میں سے شیخ الاسلام۔ بعد از انبیاء، خیرالانام خلیفۂ امام۔ تارک دنیا کے سردار۔ صاحبان خلوت کے شہنشاہ۔ آفات انسانی سے دور امیرالمومنین سیدنا ابوبکر عبداللہ بن عثمان الصدیق رضؓ ہیں۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں اور مسائل اور حقائق تصوّف میں آپ لاثانی ہیں۔ مشائخ کرام آپ کو پیشوا اہل مشاہدہ مانتے ہیں اس لیے کہ صاحب مشاہدہ کا حال دو سروں پر بہت کم منکشف ہوتا ہے اور سیّدنا فاروق اعظمؓ عمر بن خطاب کو ارباب مجاہدہ میں مقدم رکھا ہے اس لیے کہ آپ باری تعالیٰ کے حضور جب مناجات میں ہوتے تو خود اپنے آپ پر نہایت جابر ہوتے اور اس جبر میں صبر بھی ہوتا۔ احادیث میں ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضؓ رات کے وقت نماز میں قرآن کریم آہستہ آہستہ تلاوت فرماتے اور جب سیّدنا عمرؓ نماز پڑھتے تو قرآن کریم با آواز بلند پڑھتے حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم آہستہ تلاوت کیوں کرتے ہو۔ عرض کیا

Marfat.com

ضور اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ جس کی مناجات کر رہا ہوں وہ مجھ سے غائب
ہیں ہے اور اس کی سماعت کے لیے نرم یا بلند آواز سے پڑھنا دونوں برابر ہیں
رجب سیّدنا عمرؓ سے دریافت کیا تو آپ نے عرض کیا میں سوتے ہوتے لوگوں کو جگاتا
دل اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔ یہ شان مجاہدات کا ظاہرہ تھا اور وہ شان مشاہدات
—— یہ امر ظاہر ہے کہ مجاہدہ کا قیام مشاہدہ کے پہلو میں ایسا ہے جیسے قطرہ
دریا میں۔ یہ اس لیے ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اے عمرؓ تم ابوبکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک
نیکی ہو۔ جب عمر فاروقؓ جیسی جلیل القدر ہستی جن سے اسلام کی شان وابستہ ہے
وہ صدیق اکبرؓ کے مقابلہ میں ایک حصہ بھلائی کے مالک ہیں تو غور کر کے دیکھ دُنیا
کے لوگ آپ کے مقابلہ میں کس درجہ کے ہوں گے۔ پھر باوجود اِس عالی مرتبت
کے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں: ہمارا مقام اس دنیا میں عارضی ہے اور ہماری
زندگی ایک قرضہ کی مانند ہے۔ ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری لاپرواہی
عیاں ہے۔ اس سے آپؓ کی مراد یہ تھی کہ دنیا بالکل بیکار ہے اور اِس قابل
نہیں کہ ہم اپنا دل یہاں لگائیں کیوں کہ جو فانی ہے اگر اس میں انسان مشغول
ہو جائے تو رب الجلیل جو لافانی ہے محجوب ہو جائے گا۔

حضرت صدیق اکبرؓ سے ہے کہ آپ نے اپنی دعاؤں میں فرمایا: اے اللہ
میرے لیے یہ دُنیا کشادہ کر دے اور مجھے اس کو ترک کر دینے کی توفیق فرما۔ حضرت
داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا میں ایک رمز ہے یعنی پہلے مال و دولت عطا
فرما تا کہ اس کا شکریہ ادا کروں پھر ایسی توفیق عطا کر کہ تیرے لیے اس سے ہاتھ
کھینچ لوں اور منہ پھیر لوں تاکہ مجھے شکر گزاری اور انفاقِ فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل
ہو جائے اور درجہ صبر بھی اتنا فرما کہ بحالتِ فقر مضطر نہ ہو جاؤں۔

Marfat.com

صدیق اکبرؓ کو اولیائے کرام تسلیم و رضا میں اپنا امام مانتے ہیں

ہم : حضرت داتا گنج بخشؒ کہتے ہیں کہ فقر کی صفت زیادہ تر اُس وقت ہوتی ہے جب کہ بحالت غنا ارادہ فقر اُس کے دل پر مستولی ہو اور اُس حد تک اس ارادہ کو عملی جامہ پہنائے کہ تمام پسندیدہ چیزوں سے دِل کا رجحان ہٹالے چوں کہ انسان کی تمام مرغوب اشیا کا نام دنیا ہے اس لیے بحالت فقر غنا کی خواہش اس کے دل پر مستولی نہ ہونے پائے اور دنیا کے حصول کی سعی میں یعنی حصول درم و دینار کے لیے اُمراء و سلاطین کے درباروں کا گداگر نہ بنے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اچھی طرح سمجھ لو صفت فقر یہ ہے کہ وہ غنا سے فقر کی طرف آتے نہ یہ کہ بحالت فقر طالب ریاست ہو جائے ۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کمالِ صدق پر فائز کرتا اور قدر و منزلت کے مقام پر اُسے ممتاز بنا دیتا ہے تو وہ کسی معاملہ کو اپنے اختیار میں نہیں رکھتا بلکہ منتظر رہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہوتا ہے ۔ جیسا بھی حکم اُس پر وارد ہو اُس پر برقرار رہتا ہے ۔ اگر فرمان آئے کہ امیر ہو جا تو امیر ہو جاتا ہے ۔ اس میں وہ اپنا تصرف و اختیار استعمال نہیں کرتا جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے ابتدا میں بھی ویسے ہی تسلیم و رضا اختیار فرمایا جس طرح انتہا تک اِسی تسلیم و رضا کے محور پر رہے ۔ چنانچہ تسلیم و رضا کے مسئلہ میں صوفیاء کرام حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنا امام و پیشوا مانتے ہیں ۔

حضرت عمر فاروقؓ بظاہر منصب امارت پر فائز تھے مگر باطن میں خالق حقیقی سے وابستہ تھے

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ میں سے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے تمام افعال مقبول ہیں۔ اس حد تک کہ جب ابتداء میں حضرت عمرؓ مشرف با اسلام ہوتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسُول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔" اے سیّد عالم آسمان والے آج حضرتِ عمر کے مشرف با اسلام ہونے کی بشارت دیتے ہیں" لہٰذا تمام صوفیائے کرام خرقہ پوشی میں اور دین میں صلابت و سختی اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ ہر قسم کے امور میں سارے جہاں کے امام ہیں۔ بااین ہمہ حضرت داتا گنج بخشؒ نے آپ کو کشف المحجوب میں سرہنگِ اہلِ امام مقتدائے اہل احسان۔ امام اہل تحقیق در بحر محبت غرق سیّدنا ابوحفص عمر بن خطابؓ کہہ کر پکارا ہے۔ کیوں کہ آپ کے فضائل وکرامات مشہور اور فراست و دانائی مذکور ہے۔ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمرؓ کے طریق میں متعدد لطیف حقائق و رموز ہیں اور اسی معنی میں رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گزشتہ امتوں میں محدثین گزرے ہیں اگر میری اُمت میں محدّث ہو گا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بڑوں کی ہم نشینی سے گوشہ نشینی میں راحت و سکون ہے۔ گوشہ نشینی دو طریق سے ہوتی ہے ایک خلقت کے کنارہ کشی کرنے سے دُوسرے اُن سے تعلق منقطع کرنے سے۔ خلقت سے کنارہ کشی کی صُورت یہ ہے کہ اُن سے منہ موڑ کر خلوت میں بیٹھ جائے اور ظاہری طور پر ہم نشینوں کی صحبت سے بیزار ہو جائے اور اپنے اعمال کے عیوب دیکھنے سے خود میں آرام ملے اور لوگوں کے ملنے جلنے سے خود کو بچالے اور اپنی برائیوں سے اُن کو محفوظ رکھے لیکن خلقت سے تعلق منقطع کرنے کی صُورت دِل سے ہے یعنی دِل کی یہ کیفیت ہو کہ وہ ظاہراً کوئی تعلق نہ رکھے۔ جب کسی کا دِل خلق سے منقطع ہو گیا تو کسی مخلوق کا اسے اندیشہ و خطرہ

Marfat.com

نہیں رہتا کہ اُن کا خطرہ اِس کے دِل پر غلبہ پا سکے۔ اس وقت بندہ اگرچہ خلقت کے درمیان ہوتا ہے لیکن حقیقت سے وہ جدا ہوتا ہے اور اس کے ارادے ان سے منفرد ہوتے ہیں۔ یہ درجہ بہت بلند اور بعید از قیاس ہے اس صفت کے صحیح موصوف حضرت فاروق رضؓ تھے کہ آپ نے تخلیہ کی راحت کا پتہ دیا۔ اگرچہ بظاہر لوگوں میں منصب امارت اور تخت خلاوت پر جلوہ فرما تھے۔ اور یہ دلیل واضح ہے کہ اہلِ باطن اگرچہ بظاہر مخلوق میں شامل ہوتے ہیں مگر اُن کا دل اپنے حقیقی خالق سے وابستہ ہوتا ہے۔ با ایں ہمہ آپ کی فراست سیاست عالم میں مذکور ہے بلکہ احکام دین کا تشدّد اور سیاسات اِسلامی کا تفرس آپ کا ضرب المثل ہے۔ آپ کی باریک بینی لطائف طریقت میں اور آپ کے مسائل دقیقہ معانی تصوّف میں مشہور ہیں کہ خود سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حق زبانِ عُمر پر کلام فرماتا ہے۔"

حضرت عثمان غنی رضؓ حقیقت و شریعت کے امامِ برحق ہیں اور تسلیم و رضا کے پابند

انہی ائمہ صحابہ میں سے مخزنِ حیا اُعبدِ اہلِ صفا متعلق درگاہِ رضا متحلّی بطریق مصطفٰی سیّدنا ابو عمر عثمان بن عفان رضؓ ہیں۔ ہر لحاظ سے آپ کے فضائل واضح اور آپ کے مناقب ظاہر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رباح اور حضرت ابو قتادہ رضؓ سے روایت ہے کہ جس دِن بلوائیوں نے حضرت عثمان رضؓ کا محاصرہ کیا تھا ہم امیرالمومنین عثمان غنی رضؓ کے پاس حاضر تھے جب بلوائی بارگاہ عثمانی میں جمع ہو گئے تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اُٹھائے اور مقابلہ کو آمادہ ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین رضؓ

Marfat.com

نے فرمایا جو میرا غلام ہتھیار اٹھانے سے رُکا رہے وہ میری طرف سے آزاد ہے۔ ہم خوف بلوہ کی وجہ سے باہر آتے تو راستہ میں حضرت حسن بن علیؓ ہمیں ملے۔ ان کی ہمراہی میں ہم پھر واپس حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ ہمیں اِس امر کا علم ہو جائے کہ حضرت حسن بن علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں کس غرض سے تشریف لاتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے بعد سلام خدمت الاسلام بلوائیوں کی شرارت پر اظہار افسوس فرماتے ہوئے اجازت چاہی کہ اِن بلوائیوں کو اُن کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور کہا کہ چونکہ آپ ہمارے سچے امام ہیں آپ کی بلا اجازت ہمیں تلوار اٹھانا روا نہیں اِس لیے ہم چاہتے ہیں اس فتنہ کو مٹانے کے لیے آپ سے اجازت حاصل کریں۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: "اے میرے بھائی علیؓ کے فرزند واپس تشریف لے جاؤ اور گھر میں آرام کرو حتیٰ کہ حکم الٰہی جو پردہ تقدیر میں ہے آجائے ہمیں مسلمانوں کا خون بہانا اور ان پر قتل کا بازار گرم کرنا زیب نہیں دیتا نہ ایسے کاموں سے ہمیں سروکار ہے۔"

یہ علامت خاص تسلیم و رضا کی تھی کہ عین کربت و غربت کی حالت میں ظاہر ہوئی اور یہ وہ درجہ خلت ہے جو نمرود کی آگ دہکانے وقت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا تھا کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو جبریل امینؑ حاضر ہوئے اور عرض کی:

"کیا اس وقت آپ کی کوئی حاجت ہے"؟ آپ نے فرمایا: جبرائیل تمہاری طرف میری کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیل نے عرض کیا: حضور اگر میری طرف کوئی حاجت نہیں تو رب جل مجدہٗ کے حضور اپنی حاجت پیش فرمادیں۔ فرمایا: مجھ کو وہ جانتا ہے کہ اس وقت مجھ پر کیا ہو رہا ہے۔ وہ عالم ہے کہ میرے لیے کس

Marfat.com

حالت میں صلاحیت ہے اور کونسی چیز میرے حق میں مفید ہے تو ثابت ہوا ک
عثمان غنیؓ اس مقام پر مقام خلّت ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور اجتماع بلوائیاں
آگ کے تھا اور امام حسنؓ بجائے جبرائیل حاضر تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلا
عین بلا میں جاکر نجات پاچکے تھے اور حضرت عثمانؓ کو بلا میں ہلاکت کیونکہ نجات
کا تعلق بقاء سے ہے اور ہلاکت کا تعلق فنا سے ہے۔ لہذا صوفیائے کرا
جو مال و جان خرچ کرتے ہیں اور بلاؤں میں تسلیم و رضا اور عبادات میں اخلا
رکھتے ہیں یہ سب انہیں کی اقتدار و پیروی ہے۔ درحقیقت آپ حقیقت
شریعت کے امام برحق ہیں۔

علوم طریقت و حقیقت میں حضرت علی مرتضیٰؓ کا مقام بہت ارفع و اعلےٰ ہے

انہی میں برادر مصطفےٰؐ غریق بحر و بلا حریق نار و لا مقتدار اولیاء اصفیا
ابوالحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اُن کی شان علم طریقت میں
بڑی ارفع ہے اور بیان حقیقت میں آپ کی باریک بینی بہت بلند ہے۔ آپ
کا اصول حقائق میں خاص حصہ تھا۔ حتیٰ کہ جنید بغدادیؒ ان کی شان میں فرماتے
ہیں:- "علیؓ اصول عشق و محبت اور راضی برضا۔ الہی میں ہمارے شیخ و امام
ہیں۔ علم طریقت میں ہمارے امام حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اور صوفیا
کرام میں تصوف طریقت کو کہتے ہیں اور طریقت میں عمل خاص جو ہے وہ بلاؤں
کا برداشت کرنا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوکر

Marfat.com

عن پیرا ہوا کہ یا امیرالمومنین مجھے ہدایت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: یاد رکھو
ہ اپنے اہل عیال کو اپنی سب سے زیادہ مشغولیت نہ سمجھنا اس لیے کہ اگر
ہ اولیا۔ اللہ سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو خراب نہیں کرتا
ر اگر دشمن خدا ہوئے تو پھر دشمنان خدا کے لیے غم خواری و ہمدردی کیوں
و۔ اس مسئلہ کا تعلق دل کو تمام دنیاوی اغراض سے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے
نقطع کرنا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح چاہے رکھتا ہے
لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر
سخت حالت میں چھوڑ دیا اور سپرد خدا کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے حضرت حاجرہ کو اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ لے جاکر جنگل میں ویران چھوڑ
یا۔ ان دونوں انبیا نے بیوی اور بچوں کے ساتھ الفت بڑھانے کی بجائے
مداوند جلیل کی طرف رجوع کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے دونوں جہانوں میں
رفرازی حاصل کی۔ کسی سائل نے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے
ریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کونسا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے تقرب کے
اتھ دل کو ہر شے سے مستغنیٰ ہو جانا حتیٰ کہ دنیا کے نہ ہونے سے فقیر نہ ہو
ور مال کی کثرت کی وجہ سے مسرور نہ ہو۔ تو اہل طریقت حضرت شیر خدا
رم اللہ وجہہ کی پیروی حقائق عبارات دقیق اشارات میں کرتے ہیں اور تجرید
للوم دنیا و آخرت سے حاصل کرنے اور نظارہ تقدیر حق میں رہنا بھی اسی کی
اطاعت کے ماتحت ہے اور لطائف کلام میں آپ کے مضامین اس قدر
ہیں کہ ان کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

تصوّف میں اصحاب صُفّہ رضؓ کا مقام

حضرتِ بلالؓ کی اذان نے لوگوں کو خُدا کی طرف متوجہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ خود حضرت بلالؓ و دیگر اصحاب صُفّہؓ کی جانب متوجہ ہو گئے حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ اِس امر پر اُمتِ محمدیہ کا اتف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے کچھ خاص صحابہ کرامؓ تھے جو تارک الدُنیا مسجد نبوی میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے تھے اور ہر قسم کسبِ معاش سے دست بردار تھے انہی کی شان میں آیت کریمہ نازل ہو اپنے حبیب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرمایا :۔

سورۃ ۶ : آیت ۵۲ ملاحظہ ہو ۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار دُعا کرتے ہیں (اور) اسکی ذات کے طالب ہیں (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ ان کے حساب (اعمال جواب دہی تم پر کچھ نہیں اور تمہارے حساب جواب دہی اُن پر کچھ نہیں (پس ایسا اگر ان کو نکالو گے تو ظالموں ہو جاؤ گے ف۱ ۔

ف۱ : سعد بن ابی وقاص روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم چھ آدمیوں کے حق میں اتری ہے یعنی سعد اور ابن مسعودؓ اور صہیب بلالؓ اور عمارؓ اور مقدادؓ کے ۔ ہم لوگ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو قریب ہو کر بیٹھتے اور باتیں سنتے کفارِ قریش کو یہ بات ناگوار ہوئی ۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہمارا دِل آپکی باتیں سننے کو چاہتا ہے ۔ لیکن ہم کو ان غریبوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے پس جب ہم آپکے پاس آیا کریں تو آپ انکو اٹھا دیا کیجیے اور جب چلے جایا کریں تو آپکو اختیار ہے انکو اپنے پاس بٹھا لیا کریں ۔ آپ نے اس بات کو مان لیا ۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دیجیے ۔ آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علیؓ کو لکھنے کے لیے بلایا ۔ اتنے میں جبرائیل یہ آیت لیکر آئے کہ گو طالبانِ خدا غریب ہیں مگر انکی خاطر مقدم رکھنی چاہیئے تب سے آپ ہماری بہت خاطر کرنے لگے ۔

Marfat.com

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب اس خاص جماعت (اصحاب صُفہؓ) کی فضیلت پر شاہد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث اُن کے فضائل میں ہمیں بہت پہنچی ہیں۔ حضرت امام المفسرین ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مسجد نبوی گئے اور اصحاب صُفہؓ کو دیکھ کر ٹھہر گئے تو ان کے دِل میں فقر و مجاہدہ میں نہایت خوش دیکھے۔ فرمایا: اے اصحاب صُفہ تمہیں مُبارک ہو تمہارے بعد جو بھی تمہاری شان میں خُرّم و شاد رہے گا وہ میرے ساتھ بروز قیامت جنت میں میرا رفیق ہوگا۔

قرآن کریم کی اس آیت سے اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ارفع ہے مقامات تصوّف میں مجاہدہ و مشاہدہ دراصل خُداوند تعالیٰ کی ہی عنایات ہیں اور ان میں پس و پیش کرنے والے احکامِ خُداوندی اور سُنّت رسُول کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اہلِ صُفہ میں سیّد الابرار حضرت بلالؓ بن رباح تھے جو عالم اسلام کے سب سے پہلے موذّن گزرے ہیں۔ آپکی اذان اتنی مسحور کُن ہوتی کہ کفّار اذان سُن کر ہی رسُول کریمؐ کے مبارک ہاتھوں اسلام قبول کر لیتے۔ حضرت بلال کی اذان سنتے ہی مسلمان بارگاہ خُداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ آپ کے زہد و تقویٰ اور پارسائی نے خُداوند کریم کو آخر کار اپنی جانب متوجہ کر لیا اور خداوند تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ رسُول کریمؐ کو ہدایت کی کہ مسجد نبوی میں جو اللہ کی یاد میں بیٹھے ہیں وہ اولیاء اللہ ہیں۔ انہی اصحابِ صُفہ میں حضرت ابُو عبداللہؓ، سلمان فارسیؓ، حضرت ابُو عبیدہ بن عامر بن عبداللہؓ الجراح۔ حضرت ابوالیقضان حضرت عمار بن یاسرؓ کا شمار بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

تصوّف سے
انکار در اصل احکامِ شرعیہ اور
حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کا انکار ہے

حضرت داتا گنج بخشؒ زیر عنوان فرق " رسم وخصلت " کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ کہ بموجب ابوالحسن نوریؒ۔ تصوف ایک ایسی آزادی ہے کہ بندہ قید حرص سے آزاد ہوجاتا ہے اور تصوّف ایک ایسی جوانمردی ہے کہ بندہ دنیاوی نفسانی خواہشات سے آزاد ہوجاتا ہے اور تصوف تکلفات کا ایسا ترک کر دیتا ہے کہ بندہ ہر حالت و مقسوم میں خوش رہتا ہے اور خود سے لاتعلق ہوجاتا ہے۔ آپؒ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے اقوال مشائخ کرام کی جو تحقیق کی ہے ان کو واضح طور پر اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے سعادت عطا فرما دے اور مجھ پر طریق تصوف کا حال منکشف ہوجائے اور منکرین تصوف کو بتا سکو کہ تصوّف کے انکار سے ان کی کیا مراد ہے۔ اگر تنہا اسمِ تصوّف کا انکار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں اس لیے کہ معانی حقیقت میں اسماء سے بالکل بیگانہ ہوتے ہیں اور اگر عین تصوّف کے منکر ہیں تو یہ انکار تمام احکامِ شرعیہ اور حضور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل حمیدہ اور اسوۂ حسنہ کا انکار ہے۔ اسکی تائید میں حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا: کہ ایک صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا۔ حضور ہمیں اخلاق رسولؐ سے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپؓ نے فرمایا: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اخلاق کی خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے:

---

(۱) قرآنِ کریم سورۃ سات آیت ۱۹۹ -

Marfat.com

"اے میرے محبوب درگذر (معاف) فرمانے کی خصلت کو پکڑے رہو۔ اور لوگوں کو بھلائی کرنے کی ترغیب فرماؤ اور جاہلوں سے کنارہ کشی اور اعراض کرو"

فضلِ حق داند گر دشمن قوی است

ارباب طریقت کے پیشوا رموز شریعت کے پاسبان سیّد مخدوم علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش ؒ نے انسان کو مشکلات اور دشواریوں سے کامیابی کے ساتھ گذر جانے کے لیے بہت تلقین کی ہے۔ آپ اپنے عقیدت مندوں کو نہ صرف حصول علم بلکہ اس پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے لیے تلقین کرتے ہیں۔ وہ ہمت حوصلہ اور عزم کو مشعلِ راہ سمجھتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مصیبتوں کی راہ سے گریز کرنے کی بجائے اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ دراصل تصوّف کی ابتداء انہیں مراحل سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ گذر کر حاصل ہوتی ہے حضرت داتا گنج بخش ؒ کے ان خیالات کی ترجمانی شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال ؒ کی کتاب "اسرارِ خودی" میں ایک نظم زیر عنوان حکایتِ نوجوان از مرد کہ پیش حضرت سید مخدوم علی ہجویری ؒ آمد از ستم اعدا فریاد کرد سے ہوتی ہے۔ حکیم الامت نے اس نظم میں فرمایا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش ؒ کے پاس ایک نوجوان آیا اور اس نے اپنے دشمن سے متعلق اس کے جور و ستم کا تذکرہ کیا اور اپنی بےبسی کا اظہار کرتے ہوئے درخواست کی کہ اس معاملہ میں داتا صاحب ؒ اسکی رہنمائی

---

(۱) دیکھئے راقم الحروف کے مضامین روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ زیر عنوان "حضرت داتا صاحب لوگوں کو جن باتوں سے منع کرتے تھے بعض لوگوں نے اس کا پاس نہیں کیا" پاکستان ٹائمز لاہور، راولپنڈی مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۸۲ زیر عنوان "ہجویری صوفی سکالر و پریچر"۔

Marfat.com

فرمائیں ۔ آپؒ نے فرمایا :۔

فارغ از اندیشہ اغیار شو قوتِ خوابیدہ بیدار شو

ترجمہ :۔ اے نوجوان ! تُو دشمنوں کے خوف سے بے نیاز ہو جا۔ تُو تو ایک سوئی ہوئی طاقت ہے ۔

راست می گویم عدو ہم یارِ تُست ہستئ او رونق بازار تست

ترجمہ :۔ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ دشمن بھی درحقیقت تیرا دوست ہے اور اس کے وجود سے تیرے بازار کی رونق قائم ہے ۔

ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است فضلِ حق داند گر دشمن قوی است

ترجمہ :۔ وہ شخص جو مقاماتِ خودی سے آگاہ ہے طاقت ور دشمن کو اللہ کی رحمت تصوّر کرتا ہے ۔

علاّمہ اقبال کی یہ مثنوی نہ صرف تصوّف اور معرفت کے روح پرور اور وجد آور حقائق سے لبریز ہے بلکہ اس میں جد وجہد عزم و استقلال کا درس بھی نہایت موثر صُورت میں موجود ہے ۔ در اصل یہ نظم داتا صاحبؒ کے روحانی و باطنی کمالات کی آئینہ دار ہے اس نظم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اتنے بڑے صوفی و عابد و ذاکر جب کار زارِ ہستی سے متعلق جد وجہد رزم و پیکار اور عزم و استقلال کا درس دیتے ہیں تو فطرت کے کس قدر ازلی و ابدی حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر تلقین و تادیب فرماتے ہیں ۔ اس درس کا ہر لفظ صداقت سے ملبوس ہے ۔

انسان کے اصلی جوہر اُسی وقت کھلتے ہیں اور سوئی ہوئی صلاحیتیں اُسی وقت بیدار ہوتی ہیں جب طاقت ور دشمن شیطان کی صُورت میں ہو یا نفس امارہ کی یا روزمرہ کی زندگی میں کوئی آدمی طاقت ور دشمن کے رُوپ میں

Marfat.com

ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ نے نوجوان کو یہ درس دیا کہ راستے میں رکاوٹیں راہزن نہیں ہوتیں بلکہ راہبر ہوتی ہیں اور انسان کے اندر ہمت و حوصلہ بلند کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔

مصائب و تکالیف نہ ہوں تو راحتوں اور آسائشوں کا مفہوم جاتا رہے رات کا اندھیرا نہ ہو تو دن کے اُجالے کی قدر جاتی رہے۔ خزاں نہ ہو تو بہار کی کیا تمیز!

ایک مشکل کے حل ہونے کا واقعہ

آپؒ نے کشف المحجوب میں ایک بصیرت افروز واقعہ کا ذکر باب ششم میں کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں شیخ ابو یزیدؒ کے مزار پر تین ماہ تک حاضر رہا۔ چنانچہ ہر روز غسل اور وضو کر کے بیٹھ جاتا مگر میری مشکل حل نہ ہوئی۔ آخر میں نے خراسان جانے کی ٹھانی۔ ایک گاؤں میں پہنچا تو ایک خانقاہ میں درویشوں کی ایک جماعت نظر آئی۔ میں موٹا اور کھردرا لباس پہنے ہوا تھا۔ ہاتھ میں ڈنڈا اور پانی کا برتن تھا اس کے علاوہ اور کوئی ساز و سامان میرے پاس نہ تھا۔ اس جماعت نے مجھے حقیر جانا اور اُن سے کسی نے مجھے نہیں پہچانا اُن سے کچھ لوگ کہنے لگے یہ ہم میں سے نہیں اور واقعی میں اُن میں نہ تھا۔ لیکن وہاں رات گذارنا بھی ضروری تھا۔ اُن لوگوں نے مجھے خانقاہ کے نچلے حصہ میں ٹھہرایا اور وہ خود اونچے کوٹھے پر تھے۔ انہوں نے کھانے کے وقت ایک سوکھی روٹی کھانے کو دی اور اُن کے لذیذ کھانوں کی لذت جو وہ خود کھا رہے تھے مجھ تک آرہی تھی۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو خربوزے کھانے لگے اور ازراہ مذاق اور حقارت

Marfat.com

چھلکے مجھ پر پھینکتے رہے اور طنز کی باتیں کرتے رہے مگر جتنا زیادہ وہ طنز کرتے اُتنا ہی میرا دِل اُن سے خوش ہوتا۔ اس طرح اُن کی ملامت سہنے سے میری وہ مشکل حل ہو گئی جس کا مَیں متلاشی تھا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ مشائخ جاہلوں کو اپنے ہاں کیوں جگہ دیتے ہیں۔"

حضرت داتا گنج بخش ؒ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو دو قسم کے گروہوں سے سخت اندیشہ ہے۔ اُن میں سے ایک گروہ غافل علماء کا ہے جو دین و علم کو حصولِ جاہ کا ذریعہ بناتا ہے اور اپنے ذاتی مفادات کے لیے رُوحِ شریعت کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کرے گا اور دوسرا گروہ اُن صُوفیا کا ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اب اس مقام پر ہیں جہاں انہیں احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں اور فرماتے ہیں کہ حیرت ہے کہ سادہ لوح اور شریف النفس مسلمان عقیدت سے سرشار ہو کر اُن کے مُرید بنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ واقعی یہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اس لیے آپؒ نے کشف المحجوب میں تلقین کی ہے کہ غافل علماء سے اور ظاہر پرست بناوٹی صوفیوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔

جاہل صُوفی کی پہچان

حضرت داتا گنج بخش ؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں جاہل صُوفیوں کی نشاندہی کی ہے۔ جاہل صوفی وہ ہے جو نہ کسی بزرگ کا تربیت یافتہ ہو اور نہ اپنے منصب کے عملی تقاضوں سے باخبر ہو۔ لباس درویشانہ پہن رکھا ہو مگر حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا ہی کو اپنا قبلہ و کعبہ بنا لیا ہے۔ شریعت میں سے آسان چیزیں اختیار کر لی ہیں اور ایثار

Marfat.com

طلب اور مصائب گزار تعلیمات کو ترک کر دیا ہے اور انہوں نے جاہ و منصب کو اپنی تعظیم گاہ بنا لیا ہے ۔ یہ لوگ اتنے مغرور ہیں کہ بزرگوں پر طعنہ زنی سے بھی باز نہیں آتے ۔ حسد و عناد اُن کا مذہب اور مبالغہ و زیادتی کلام اُن کا شیوہ رہ گیا ہے ۔

سخاوت ابراہیمؑ، صبر ایوبؑ و فقر رسولِ کریمؐ

حضرت جنید بغدادیؒ جن کے سلسلہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ شامل ہیں ۔ تصوف کی آٹھ کیفیات بیان کرتے ہیں ۔

رضا ۔ سخا ۔ صبر ۔ اشارہ ۔ غربت ۔ لباس ۔ سیاحت ۔ فقر

حضرت داتا گنج بخشؒ ان کیفیات کی تشریح یوں فرماتے ہیں ۔ رضا اسحٰقؑ کے لیے ہے کہ خُدا کے حکم پر راضی ہوا اور اپنی جان کو ترک کر دیا ۔ سخاوت ابراہیمؑ کے لیے ہے جس نے بیٹے کو بھی قربان کر دیا ۔ صبر ایوبؑ کے لیے ہے کہ بدن میں کیڑے پڑ گئے مگر اُف تک نہ کی ۔ اشارہ زکریاؑ کے لیے ہے جس کو خداوند تعالیٰ نے کہا کہ تو سوائے اشارات کے تین دِن تک لوگوں سے نہ بول سکے گا غربت حضرت یحییٰؑ کے لیے ہے کہ ساری عُمر غریب رہے بلکہ خوشیوں میں رہ کر خوشیوں سے بیگانہ رہے ۔ لباسِ تصوف حضرت موسیٰؑ کے لیے ہے کہ اُن کے کپڑے اُون کے ہوتے تھے ۔ سیاحت عیسیٰؑ کے لیے ہے جو ساری عُمر بے سرو سامانی کے ساتھ اور بے نیازی میں جگہ بہ جگہ گھومتے رہے ۔ ابتدا میں صرف ایک پیالہ اور کنگھی اُن کے پاس تھی ۔ جب ایک آدمی کو دونوں ہاتھوں سے پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھوں کی انگلیوں ہی سے بالوں کو صاف کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی ۔ فقر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

لیے ہے جن کو حق تعالیٰ نے زمین و آسمان کی چابیاں عطا کیں جن کو اہل مکہ نے اپنا بادشاہ بنانا چاہا مگر انہوں نے فقر کو اُن سب پر ترجیح دی۔

خرقہ پوشی

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنے صالح شاگرد ابو سعید ہجویریؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خرقہ پوشی اولیاء کرام کی علامت ہے اور سُنت رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم بھی۔ ہمارے نبی کریم نے فرمایا۔

"اپنے پر خرقہ پوشی لازم رکھو اپنے دلوں میں حلاوتِ ایمان پاؤ گے"۔

سیّدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک پیراہن ایسا تھا جس کے بازوؤں کی لمبائی انگلیوں تک تھی۔ اگر کسی وقت ایسا پیراہن پہن لیتے جکی آستینیں لمبائی میں زیادہ ہوتیں تو زائد لمبائی کو کاٹ دیتے۔ نیز رسُول کریمؐ بحکم الٰہی ہمیشہ متوسط لباس پہنتے کیوں کہ حکم خداوندی تھا۔ "اے رسُول اپنے لباس کو درست رکھنا"

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ[۲] کی زیارت کی ہے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔ اُن سب کا لباس پشم کا تھا اور سیّدنا صدیق اکبرؓ خلوت میں صوف کا لباس پہنتے اور حضرت سلمان فارسیؓ کے کمبل پر بہت سے پیوند لگے ہوتے۔ سیّدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حرم بن حیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت اویس قرنیؓ کو ایسے لباس پشم میں ملبوس دیکھا جس پر متعدد پیوند لگے ہوتے تھے۔

---

(۱) قرآن سُورۃ ۷۴، آیت ۴ (۲) کشف المحجوب کے کچھ تراجم میں ستر صحابہ کرام کی بجائے سات لکھے ہیں جو غلط ہے۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں، خرقہ پوشی عوام کے لیے تو نصیحت ہے اور خواص کے لیے مصیبت کی زرہ اِس لیے کہ عوام میں مال و دولت کی حرص ہوتی ہے اور انہیں جب یہ صوفی جامہ مل جاتا ہے تو اِس کو حصول جاہ و جلالِ دنیاوی خواہشات کا ذریعہ بنا لیتے ہیں صوفیاء کے لیے یہ باعثِ مُصیبت اِس لیے ہوتا ہے کہ جو مقام عوام کے لیے باعث عزت ہے۔ وہ اولیائے کرام کے لیے باعثِ مصیبت۔ چنانچہ اربابِ صفا تو خرقہ پوشی سے دونوں جہاں کے تعلق سے علیحٰدہ ہو جاتے ہیں اور ارباب سرور اِس خرقہ پوشی کے ساتھ ذاتِ الٰہی تجلیات و انوار سے مجُوب ہو کر صراطِ مستقیم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں خرقہ پوشی اولیاء کرام کے لیے عطا اور عوام کے لیے خطا ہے۔ اِس لیے یہ لازم ہے کہ انسان اپنا باطن درست رکھے اور ظاہری رسومات و شان و شوکت سے نفرت کرے۔ جو ظاہری اشیاء پر کفایت کرے گا۔ وہ ہرگز تحقیق کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور ہمیشہ ہی سراپا حجاب رُبُوبیت ہے۔ یہ حجاب اُس وقت تک غائب نہیں ہوتا جب تک کہ حال اور کیفیت کے بدلنے کے لیے باطنی طور پر کوشش نہ کی جائے۔ دراصل صفت صفا اُس فنا کا نام ہے جس ظاہری نمود و نمائش سے انسان مبرّا ہو جاتا ہے۔ اِس لیے جب فنا کی صفت انسان پر طاری ہو گئی اور آفاتِ طبعی پر مکمل غلبہ پا لیا گیا تو پھر صُوفیِ باصفا صُوفی کہلانے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور یہی بے نیازی دراصل قُرب ربانی ہے۔

پیوند فقر پر ہونا چاہیئے نہ کہ تن پر

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں، مَیں علی بن عثمان جلابی کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مَیں نے مقام طوس میں حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے سوال کیا کہ درویش

Marfat.com

کو کم از کم کیا لازم ہے تاکہ اُس کے ساتھ فقر موزوں ہو سکے۔

آپؒ نے فرمایا: درویش پر تین اُمور کا اطلاق لازم ہے پہلے یہ کہ جب اپنے خرقہ پر پیوند لگائے تو اسے درست طور پر چسپاں کرے۔ دوسرے یہ کہ اس میں قوت سماعت ہو۔ تیسرے یہ کہ خُدا کی زمین پر کس طرح قدم رکھے۔ میرے ساتھ کچھ اور درویشوں کی جماعت بھی تھی جن کی موجودگی میں یہ ہدایت ہمیں ملیں۔ ہر درویش نے اپنی استعداد کے مُطابق شیخ کے خیالات کی ترجمانی شروع کر دی۔ ایک گروہ تو اس قدر اختلاف کر بیٹھا کہ اُس نے کہہ دیا کہ بس فقر یہی ہے کہ اپنے اپنے پیراہن میں خوب پیوند لگاؤ۔ چنانچہ بہت سے درویشوں نے اپنے جامہ پر پیوند لگاتے اور زمین پر داہنا پاؤں مار کر چلنا شروع کر دیا اور ہر ایک یہ خیال کرنے لگا کہ وہ اب اہلِ طریقت ہے شیخ محترم کے ارشاد گرامی کو رائیگاں جاتے دیکھنا مجھ سے گوارا نہ ہوا۔ مَیں نے کہا کہ گدڑی میں درست پیوند لگانا یہ ہے۔ کہ پیوند فقر پر لگایا جائے نہ کہ زیب و زینت کیلئے۔ جب پیوند فقر کے لیے ہوگا۔ اگرچہ ٹھیک نہ بھی سِلا ہو تب بھی ٹھیک رہیگا۔ دراصل پیوند سے مراد صوفی کا وہ حال ہے جو بحالتِ کیف و وجد اس پر طاری ہو اور سُننا یا سماع وہ ہے جو حال کے لیے ہو نہ کہ وہ وجود ہستی کے لیے یعنی آواز رُوح سُنے نہ کہ عقل۔ پاؤں زمین پر ٹھیک رکھنا یہ ہے کہ کیف و وجد کی حالت میں جو قدم اٹھے وہ صحیح ہو نہ کہ رسماً۔ کچھ درویشوں نے میرے معانی ذاتِ شیخ کو بیان کر دئے تاکہ تصدیق ہو سکے۔ شیخ عبدالقاسم گرگانیؒ نے کہا: "علی بن عثمان نے سچ کہا ہے۔ وہ میرے کلام کے مفہوم کو پہنچ گیا۔ اللہ اسے اپنی حفاظت میں رکھے۔" تو خرقہ پوشی سے مُراد صوفیاء کرام کی یہ ہے کہ دنیاوی خواہشات اور اس عالم کی

Marfat.com

لالتوں سے نجات پا دیں اور اپنے فقر میں حق تعالیٰ کے ساتھ قائم رہیں۔

درویشوں کے لئے خرقہ پوشی کی تربیت

حضرت داتا گنج بخش رح نے اِس موضوع پر لطیف رموز کا انکشاف کیا ہے کہ مشائخ طریقت کی یہ خصلت ہے کہ جب کوئی مرید تارک الدنیا ہو کر اُن کی طرف رجوع کرتا ہے تو اُسے تین سال تک تین معانی کے سمجھنے کی تربیت دیتے ہیں۔ اگر وہ اِس دوران مستحکم رہ گیا تو بہتر ہے ورنہ اسے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ طریقت اُسے قبول نہیں کرتی۔ پہلے سال تو اسے خدمت خلق میں مصروف رکھتے ہیں۔ دوسرے سال اطاعت حق یعنی ریاضتیں و مجاہدے کراتے ہیں اور آخری سال میں نگہداشت قلب ہوتی ہے۔ انسان خدمتِ خلق تب ہی کر سکتا ہے جب وہ خود کو خادم سمجھ کر خلقِ خُدا کو اپنا مخدوم سمجھ لے اور بغیر کسی لحاظ کے سب مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھے اور اُن کی خدمت کرنا عین عبادت سمجھے نہ یہ کہ خدمت تو کرے مگر اِس خدمت کرنے میں اپنے آپ کو مخدوموں میں فضیلت دے۔ اگر ایسا کرے گا تو یقیناً ریاکاری ہوگی وہ حق تعالیٰ کی خدمت اُسی وقت کر سکتا ہے جب کہ وہ خُود کو دنیا و آخرت کی تمام خواہشات سے محفوظ رکھے اور صرف خُدا اور خُدا کے لیے ہی اس کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو جائے۔

بندہ اگر کسی چیز کے لالچ میں عبادت کرتا ہے خواہ دُنیا کی ہو یا آخرت کی تو وہ پرستش اپنی پرستش ہے نہ کہ خُدائے قدوس کی۔ اور دل کی نگہداشت اُس وقت ہو سکتی ہے کہ جب وہ یکسو ہو اور ہر قسم کے غم سے اس کا دل پاک ہو اور بارگاہ الفت میں مواقع غفلت سے دِل کی پاسداری کرے۔ جب سالکانِ حق ان تین مراحل سے گزر جاتے ہیں تو انہیں خرقہ پوشی کرنا تحقیق کے ساتھ موزوں

Marfat.com

ہوتا ہے اور یہ خرقہ پوشی پھر رسمی نہیں بلکہ حقیقی ہوتی ہے۔

جو شیخ کامل اپنے جس مرید کو گوڈری پہننے کی اجازت فرمائے تو اُسے لازم ہے کہ وہ تشفی کرے کہ یہ مرید مستقیم الحال ہے اور طریقت کے تمام منازل سے گزر چکا ہے یا نہیں اور اس نے احوال کی لذّت چکھی اور حق تعالیٰ کے کاموں سے روشناس ہوا۔ نیز قہرِ الٰہی مظہر جلال اور لطف جمال سے فیضیاب ہوا یا نہیں۔ مزید برآں پیر اس درجہ کامل ہو کہ احوال مرید سے بذریعہ کشف آگاہ ہو جائے کہ اس کا مرید درجۂ کمال میں کس حد تک پہنچ سکے گا اور اِس مقام پہ پہنچ کر استقامت اختیار کر سکے گا یا نہیں۔ یعنی درجہ قبض ہی رہ جائے گا یا اس کا بسط بعد القبض ہو گا اگر خرقہ پوشی کرنے والا پیر کامل دیکھ لے کہ یہ کسی نہ کسی دن اس کیف طریقت سے واپس لوٹ جائے گا تو اُسے کہہ دے کہ تو اِس راہ پر نہ چل۔ اگر جانے کہ اِس مقام پر ٹھہر سکے گا تو اس کی تربیت کرے اور نگاہ رکھے۔ اور اس قسم کے جو شائخ ہیں وہ در اصل طبیب قلب ہیں اور جو طبیب مریض کی بیماری سے بے خبر ہو تو ایسا طبیب اپنی تشخیص سے مریض کو ہلاک کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ اس کے علاج کو نہیں جانتا اور خطرات کے مواقع کو نہیں پہچانتا تو پھر مریض کو کیسے دوا و غذا دے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

"اپنی قوم میں شیخ یعنی پیرِ کامل مریدوں میں ایسے ہیں جیسے نبی اپنی اُمت میں"

داتا صاحب خرقہ پوشی پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جیسے انبیاء کرام نے عوام کو دعوتِ توحید دے کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور اپنی امت کے حالات سے واقف ہو کر ہر شخص کو اس کے مزاج کے مطابق غذا دی تاکہ دعوت کا مقصد حاصل ہو۔ اِسی طرح مُرشدِ کامل کو بھی بصارتِ حق کی دعوت دینی چاہیئے

Marfat.com

در ہر ایک کی تعلیمی غذا اس کے اندرونی درجہ ایمان کے مطابق تجویز کرنی چاہیئے
جب مرشد کامل صاحب ولایت مرید کی مذکورہ بالا تین سال میں تربیت مکمل
رے تو پھر اُسے خرقہ پہنانا جائز ہے۔ حضرت داتا گنج بخش ؒ نے بہترین اشارات
رقہ پوشی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"یاد رکھو کہ خرقہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا گنبد یعنی اوپر کا حصہ صبر کے
ساتھ منسلک ہو اور دونوں آستینیں خوف و اُمید کی ہوں اور اس کے آگے و پیچھے کے
امن قبض و بسط سے بنیں اور اس کا گریبان جہاں سے کمر باندھتے ہیں مخالفتِ نفس
کے ساتھ ہو اور دونوں کرسیاں یعنی کلیاں صحت و یقین کی ہوں۔ اس کی معزی
سنجاف اخلاق کی ہو۔ اس سے بھی بہتر حقائقِ خرقہ یہ ہیں کہ وہ قبہ محبت الٰہی
ں رنگ فنا سے رنگا جائے اور اس کی دونوں آستینیں حفظ و عصمت نفس
ی ہوں اور اس کا آگا پیچھا فقر و صعوبت کا بنے اور گریبان مشاہدہ جمال کے لیے
ضبوط اور قائم ہو اور اس کی کرسیاں یعنی کلیاں ایسی ہوں کہ تقرب میں اُسے
ائم رکھیں اور اس کی معزی اور سنجاف قرار کا ہو جو مقام وصل میں اُسے مضطرب
ہونے دے۔"

داتا صاحب کے اِن رموزِ تصوف و معرفت کی ترجمانی علامہ اقبال ؒ نے
یں کی ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کُشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی۔ ارادت ہو تو دیکھ اِن کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

Marfat.com

خرقہ پہنانے والے پیرِ مُرشد کی خصوصیات

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں " جب صُوفی اپنے باطن کی اِس شان کو مرقع بنالے گا تو ظاہر کے لیے بھی اُسے ایک خرقہ بنانا چاہیئے اور ہماری ایک کتاب اِس بحث میں ہے جس کا نام اسرار الحزق والمونات ہے اِس کتاب کا نسخہ ہمارے مرید کے پاس ہونا ضروری ہے۔ دیگر خرقہ پہنانے والے کو حقیقت اور طریقت کے اندر اِس قدر قوت ہونی چاہیئے کہ اگر کسی بیگانہ پر نظر ڈالے تو اسے چشمِ شفقت سے آشنا بنادے اور اگر کسی خرقہ کو کسی عاصی پر ڈالے تو وہ ولی بن جاتے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے باب الطاق[1] میں ایک خوب رو عیسائی نوجوان کو دیکھا۔ میں نے بارگاہ الہٰی میں مناجات کی کہ خُدایا اسے میری طرف پھیر دے۔ تھوڑی ہی دیر اس دُعا کو ہوئی تھی کہ وہ خوب صورت نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے شیخ مجھے کلمۂ حق پڑھائیے۔ یعنی وہ مسلمان ہوگیا اور جماعتِ اولیاء میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت شیخ ابُو علی سیاحؒ سے لوگوں نے پوچھا۔ خرقہ پہنانے کا اختیار کِس کے پاس ہوتا ہے؟۔ جواب دیا۔ اُس شخص کے پاس جو خُدا پاک کی کُل بادشاہت کو دیکھتا ہے حتیٰ کہ اِس عالم میں کوئی بھی واقعہ اس کے عِلم کے بغیر نہیں ہوتا۔

داتا گنج بخشؒ کا پیراہن

آپؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے لباس ہونے یا نہ ہونے میں

---

[1] باب الطاق بغداد شہر میں ایک دروازہ کا نام ہے۔

Marfat.com

تکلف نہیں کیا۔ جیسی انہیں خُدا نے عبا و قبا عطا فرمائی ویسی پہن لی اور اگر پھٹا پرانا پیراہن دیا وہ قبول کر لیا۔

اور مَیں علی بن عثمان جلاّبی اِس طریقہ کو پسند کرتا ہوں اور اپنا لباس ایسا ہی رکھتا ہوں۔ حکایتوں میں منقول ہے کہ جب حضرت احمد بن خضرویہؒ حضرت ابُو یزیدؒ کی زیارت کو آئے تو وہ بھی قبا پہنے ہوئے تھے اور معمول کا لباس زیب تن نہ کئے ہوئے تھے کیوں کہ وہ اکثر اوقات گدڑی پہنتے تھے اور کبھی کبھار سفید لباس میں بھی ملبوس ہوتے۔ غرضکہ جو لباس بھی موجود ہوتا اُس کو پہن لیتے۔ کیونکہ انسان نفس کو جیسے بنائے نفس ویسے ہی اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور جب نفس خاص عادت اور خصلت کا عادی ہو جائے تو یہ حجاب بن جاتا ہے۔ آپ نے رسول کریمؐ کا قول ارشاد فرمایا ہے۔" بہترین روزے میرے بھائی حضرت داوٗد علیہ السلام کے تھے"۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ صوم داوٗد کیسے تھے؟ فرمایا: ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تاکہ روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا نفس عادی نہ ہو جائے اس لیے کہ عادت نفسانی کی وجہ سے انسان محجوب ہو جاتا ہے ان معانی میں حضرت ابُو حامد دوستانؒ کا دستور نہایت درست تھا کہ مرید آپ کو جو لباس چاہتے پہنا دیتے اور جس مرید کو کپڑے کی حاجت ہوتی تو بحالت وجد و کیف آپ سے وہ لباس اتار لیتے۔ حضرت ابُو حامدؒ نہ پہنانے والے کو کچھ فرماتے نہ لباس اتارنے والے کو کچھ کہتے۔

تصوّف میں آئمہ اہلِ بیتؓ کا مقام

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں: رسُول خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے اہلِ بیتؓ وہ ہیں جن کی پاکیزگی ازل سے اُن کی ذات کے واسطے مخصوص ہے اور ان میں ہر

Marfat.com

ایک طریقیت میں کامل اور مشائخ طریقیت کے امام ہیں ۔ اب میں ان میں چند افراد کا تذکرہ مختصراً کرتا ہوں"۔

حضرت امام حسن رضؓ

آئمہ اہل بیت میں سے جگر بند مصطفٰےؐ وریحانِ دلِ مرتضیٰ قرۃ العین ز ابو محمد حسن بن علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کو طریقت میں نظر کامل عطا ہوئی اور تصوف کے حل کرنے اور اس کے مطابق بیان کرنے میں دسترس اعلیٰ درجہ کی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: "تمہیں اپنے اندرونی اسرار کا محفوظ رکھنا لازمی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ضمیروں کے راز جاننے والا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو حکم ہے کہ راز کے معاملات پر نگاہ رکھے اور اس کی محافظت ہمیشہ کرتا رہے۔ پس حفظِ اسرار یہ ہے کہ غیروں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جب قدریوں نے غلبہ پایا اور مذہب معتزلہ جہاں میں پھیلا تو خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت امام حسن رضؓ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس میں یہ مرقوم تھا۔ "سلام ہو آپ پر اے فرزند سرورِ عالم اور نورِ چشم رسولؐ۔ خدا کی رحمت اور برکتیں آپ پر ہمیشہ رہیں۔ آپ لوگ بنی ہاشم ہمارے لیے مثل ایسی کشتی کے ہیں جو موجزن دریا متلاطم میں چل رہی ہو اور آپ وہ ستارے ہیں کہ جس نے آپکی پیروی کی۔ اور رہنمائی کے مطابق چلا اس کو امن مل گیا اور جو آپ لوگوں کی پیروی کرے گا نجات پائے گا جس طرح پیروکار نوح علیہ السلام نجات پا گئے اور مومن ہو گئے فرمائیے آپ کا کیا ارشاد ہے اے ابن رسول اللہ ہمارے اس تحیر میں جو قدریوں کی وجہ سے پیدا ہوا اور وہ اختلاف جو اپنی اپنی معلومات کے ماتحت پیدا ہو گیا ہے۔ تاکہ ہم سمجھ سکیں کہ اس وقت آپ کا کیا مسلک ہے۔ اس لیے کہ آپ اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کا علم تعلیم الٰہی سے منقطع

Marfat.com

نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ذات پاک آپ کی نگہداشت و محافظت میں ہے اور آپ مخلوقات کے محافظ ہیں اور ان کے گواہ والسلام؟ جب یہ نامہ حضرت امام حسن رضی کو ملا آپ نے حضرت حسن بصری رح کو یہ جواب ارسال فرمایا:

"آپ کی تحریر ہمیں ملی۔ اس میں آپ نے جو اپنی حیرت کے متعلق لکھا ہے اور جو ہماری اُمت کے متعلق مسئلہ قدر میں لکھا ہے اور اس کی بابت ہماری راہِ مستقیم یہ ہے کہ جو شخص قدر خیر و شر من اللہ پہ ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور جو اپنے افعالِ معصیت کو خُدا کی طرف منتسب کرے وہ فاجر ہے یعنی انکار قدر و تقدیر کرنا مذہب قدریہ ہے اور اپنے برے افعال اور گناہوں کو مشیّت الٰہیہ کی طرف منسوب کرنا مذہب جبریہ ہے اس لیے کہ بندہ کو مختار کیا گیا ہے کہ وہ برائیوں سے بچے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ نے جسقدر قوت عطا فرمائی بندہ عمل میں صرف اس حد تک مختار ہے۔ ہمارا دین جبر و قدر کے درمیان ہے۔"

داتا صاحب رح فرماتے ہیں کہ اس خط کو ہم نے پورا بیان کر دیا ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ حضرت امام حسن بن علی مرتضیٰ رض حقائق و اصول میں مہارت و کمال رکھتے تھے کہ حضرت حسن بصری رح ان کے مقابل علم میں صرف دسواں حصہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حکایت میں پایا ہے کہ ایک دیہاتی جنگل سے آیا اور حضرت امام حسن رض کوفہ میں دروازہ پر تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ کی اور آپ کے والدین کی بے حرمتی کی۔ آپ اُٹھے اور فرمایا: اے دیہاتی! کیا تو بھوکا ہے یا پیاسا یا کسی مصیبت میں مبتلا ہے؟ اس نے ایک بار پھر گستاخی کی اور نافرمانی کے کلمات استعمال کئے حضرت امام حسن رض نے اپنے غلام سے فرمایا: ایک طشت چاندی بھر کر لاؤ۔ پھر فرمایا ہمیں معذور سمجھنا کیوں کہ گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جب دیہاتی نے یہ بات سنی تو کہنے لگا: مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ فرزندِ رسول صلعم ہیں۔ مَیں تو

Marfat.com

صرف آپکی آزمائش کے لیے آیا تھا۔ اس حکایت کے بعد داتا صاحب فرماتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت تمام مشائخ و اولیاء کرام کی ہے کیوں کہ ان کے نزدیک حرمت یا بے حرمت یا دیگر تعریفاتی یا غیر تعریفاتی کلمات کوئی اثر نہیں رکھتے۔

حضرت امام حسین رضؓ

ان آئمہ اہل بیت میں سے شمعِ آلِ محمدؐ اپنے زمانے کے امام و سردار ابوعبداللہ الحسین بن علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ آپ اولیاء میں سے عظیم المرتبت قبلہ اہلِ بلا شہید دشت کربلا ہیں اور اہل طریقت آپکے حال کی درستگی پر متفق ہیں۔ یہاں تک کہ جب تک حق ظاہر و غالب رہا آپ حق کے فرمانبردار رہے اور جب حق مغلوب و مفقود ہو گیا تو تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے اور جب تک خدا کی راہ میں اپنی جانِ عزیز قربان نہ کر دی آرام و چین نہ لیا اور آپ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت نشانیاں تھیں جن سے آپ مخصوص تھے۔ چنانچہ سیّدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ کی بارگاہ میں جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام حسینؓ کو آپ نے اپنی پشت پر سوار کر رکھا ہے اور دوری کا ایک حصہ حضورؐ نے اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور دوسرا امام حسینؓ کے ہاتھ میں دے رکھا ہے یہاں تک کہ امام حسینؓ چلاتے ہیں اور حضور ان کے عقب سے زانو کے ذریعے چلتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا تو کہا کہ اے ابو عبداللہ کتنی عمدہ سواری پر سوار ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: اے عمر! یہ سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔

غرض کہ حضرت امام حسینؓ طریقت میں بکثرت کلامِ لطیف اور رموز

Marfat.com

معاملات حسنہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:
تمہارے لیے سب سے زیادہ مہربان بھائی تمہارا دین ہے اس لیے کہ بندہ کی نجات دین کی پیروی میں ہے اور اس کی ہلاکت اس کی مخالفت میں۔ لہذا عقلمند شخص وہی ہے جو مہربانوں کے حکم کی پیروی کرے اور اُن کی متابعت سے کسی حال میں روگردانی نہ کرے اور برادر مشفق وہی ہے جو کہ نصیحت کرے اور شفقت کا دروازہ بند نہ کرے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دِن ایک شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا اے فرزند رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم میں ایک نادار شخص ہوں میرے بچے ہیں مجھے اپنے پاس سے اپنے رات کے کھانے میں سے عنایت فرمائیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ میرا رزق راہ میں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آگئیں اور ہر تھیلی میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔ لانے والے نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت خواہ ہیں اور کہتے ہیں کہ فی الحال ان کو تو آپ اپنے خدام پر خرچ فرمائیے۔ یہاں تک کہ اس سے زیادہ پھر اور حاضر ہو۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس نادار درویش کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں عنایت فرماتے ہوئے معذرت خواہی کی کہ مَیں نے تمہیں بہت دیر انتظار میں رکھا۔ دراصل ہم تو اہل بلا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی دنیاوی تمام ضرورتوں کو چھوڑ رکھا ہے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے فضائل و مناقب اس قدر مشہور ہیں جو اُمت کے کسی فرد سے پوشیدہ نہیں۔

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین رضؓ

انہی میں سے وارثِ نبوت چراغِ اُمت سید مظلوم امام مرحوم زین عباد شمع اوتاد سیدنا ابو الحسن علی المعروف حضرت امام زین العابدین رضؓ ہیں آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور کشفِ حقائق اور بیان دقائق میں لوگوں میں مشہور تھے ۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا : دنیا و آخرت میں نیک بخت کون شخص ہو سکتا ہے ۔ فرمایا : وہ شخص جب راضی ہو تو اُس کی رضا اُسے باطل پر آمادہ نہ کرے اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اُسے حق سے نہ نکالے ۔ یہ صفت اسی میں ہو سکتی ہے جو اپنے اوصافِ کمال میں استقامت حاصل کر چکا ہو ۔ ایک روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لختِ جگر حضرتِ امام حسین سید الشہدا رضؓ کو کربلا میں شہید کیا تو سب کے شہید ہو جانے کے بعد سوائے حضرت زین العابدینؓ کی نگرانی کو کوئی نہ تھا، اور آپ اس وقت بیمار تھے ۔ جب حریم عفت پناہ کے قافلہ کو اونٹوں پر سر برہنہ بے پردہ دمشق لایا گیا اور یزید بن معاویہ کے رو برو پیش کیا گیا تو کسی نے حضرت زین العابدین سے عرض کی : اے اہلِ بیت آپ لوگوں نے آج کیسے صُبح فرمائی ۔ ؟ آپ نے فرمایا : ہم نے اپنی قوم میں اس طرح صبح کی جس طرح حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعونیوں میں صُبح کی تھی جو قوم موسیٰؑ کے بچوں کو ذبح کرتے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے لہذا ہم نہیں جانتے کہ اس امتحان گاہ میں ہماری صُبح ہماری شام کے مقابلے میں کیا حقیقت رکھے گی ۔ ہم خُدا کی نعمتوں پر شکر بجا لاتے ہیں اور اس کی بلا اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں ۔

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش رحؒ ایک حکایت کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ایک سال ہشام بن عبدالمالک بن مروان حج کے لیے آیا۔ وہ طواف کعبہ میں مشغول تھا اور چاہتا تھا کہ حجراسود کو بوسہ دے لیکن لوگوں کے ہجوم نے راہ نہ دی۔ اسی وقت وہ منبر پر کھڑا ہوا اور خطبہ دینے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین رضؓ مسجد حرام میں اس شان سے داخل ہوئے کہ رُوئے مبارک سے چاند کی طرح روشنی پھیل رہی تھی اور رخسار مبارک نور سے تاباں تھا اور لباس آپ کا معطر تھا۔ اوّل آپ نے طواف بیت فرمایا۔ جب آپ حجراسود کے قریب پہنچے تو لوگوں نے آپ کے احترام و تعظیم میں راستہ صاف کر دیا تاکہ آپ حجراسود کو آسانی سے بوسہ دے سکیں۔ شامیوں نے جب آپ کی یہ شان و شوکت دیکھی تو ہشام سے کہنے لگے اے امیرالمومنین! تم کو لوگوں نے حجراسود کے بوسہ کے لیے راہ نہ دی حالانکہ تم امیرالمومنین ہو اور یہ خوبرو نوجوان جب آیا تو سب لوگوں نے راستہ دے دیا۔ ہشام نے کہا میں اسے نہیں جانتا۔ اس انکار کا مقصد یہ تھا کہ شامی لوگ انہیں نہ پہچانیں اور ان کی پیروی میں کہیں ان کی امارت کا شوق نہ پیدا ہو جائے۔ فرزدق شاعر پاس کھڑا تھا اور کہنے لگا۔ سن لو۔ میں اُن کے صفات جمیلہ تمہیں سناتا ہوں اور فرزدق نے برجستہ حضرت امام زید العابدین رضؓ کی شان میں قصیدہ سنایا "یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی عزت سرزمین بطحا جانتی ہے اور ان کے منصبِ جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے۔ یہ بنت رسول فاطمۃ الزہرا کے فرزند کا فرزند ہے اگر تم ناواقف ہو تو سنو اُن کے نانا پر اللہ تعالےٰ نے سلسلہ نبوت ختم فرمایا وانہوں نے وہ بلند مقام حاصل فرمایا جس کے مساوی کوئی انسان عزت حاصل نہیں کرسکتا۔ عرب و عجم کے تمام مسلمان اور جب قبائل قریش ان کی رفعتِ شان دیکھتے ہیں

Marfat.com

تو پر کھنے والا کہہ دیتا ہے کہ ان کے منصب جلیل تک تمام اعزاز و مناصب کا منتہا ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جن کے جدِّ امجد کے منصب کے آگے تمام انبیا نیچے ہیں اور یہ وہ ہیں کہ ان کے اُمّتیوں کی فضیلت سے تمام اُمتوں کی فضیلت کم ہو گئی۔ ان کی وجہ منیر کے ظہور سے ہدایات کے انوار پھیل گئے۔ جیسے سورج کی روشنی سے ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں۔

غرض کہ فرزدق نے اہل بیت اطہار کی تعریف اتنی زیادہ کی کہ ہشام غضب ناک ہو گیا اور حکم دے دیا کہ اِسے عُسفان[1] میں قید کیا جائے۔ درحقیقت امام زین العابدینؓ کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں جو فرزدق نے کہے۔ اُن کا جمع کرنا اِمکان میں نہیں۔

حضرت امام ابُو جعفر محمّد باقر رضؓ

اِسی گھرانہ سے طریقت میں افضل ارباب مشاہدہ کے برہان امام اولادِ نبی برگزیدہ نسلِ علی سیّدنا امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ جو الباقر کے نام

---

[1] عُسفان مکّہ و مدینہ کے مابین ایک مقام تھا جہاں ایک کنویں میں قیدی بند کیے جاتے تھے۔ اس واقعہ کی خبر لوگوں نے حضرت امام زین العابدینؓ کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بطور عطیہ بھیجے اور فرمایا کہ ابو فراس ہمیں معاف کرے کہ ہم لوگ اس وقت امتحان میں ہیں فرزدق نے وہ درہم واپس کئے اور کہلوایا: بخدا زر کے لالچ میں بادشاہوں اور اُمرا کے درباروں میں بہت قصیدے کہہ چکا ہوں لیکن یہ قصیدہ محض اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے اللہ اور اسکے رسُول کی محبت میں کہا ہے۔ حضور زین العابدینؓ نے کہلا بھیجا کہ درہم واپس لے جاؤ اور کہہ دو ابو فراس ہمیں دوست رکھتا ہے تو اس عطیہ کو قبول کرے۔ بہ تعمیل ارشاد فرزدق نے عطیہ قبول کر لیا۔

Marfat.com

معروف ہیں۔ نیز کہتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور آپ کا لقب باقر تھا۔ آپ کتاب الہٰی کے بیان میں علوم کی باریکیاں اور لطیف اشارات واضح کرنے میں مخصوص تھے۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں اور تابندہ دلائل معروف ہیں۔ بادشاہ وقت نے آپ کو ایک دن شہید کرنے کا قصد کیا اور آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ بادشاہ کے قریب پہنچے تو معذرت کرنے لگا اور تحائف پیش کر کے عزت کے ساتھ واپس کیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے پوچھا اے بادشاہ تو نے تو محمد باقرؓ کو ہلاک کرنے کے لیے بلایا تھا لیکن تو نے سلوک اسکے برعکس کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا، جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے دو شیروں کو دیکھا جو دائیں بائیں کھڑے تھے اور مجھ سے کہہ رہے تھا کہ اگر تو نے انہیں ہلاک کر دیا تو ہم مار ڈالیں گے۔

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے کلامِ الہٰی کی[۱]

---

[۱] قرآن سورۃ البقرۃ ۲: آیات ۲۵۶ تا ۲۵۸: تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لاتے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ پکڑلی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور خدا سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ ایمان والوں کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ انکو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں یہی لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس سبب سے کہ خدا نے اسکو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

تشریح: جس شخص نے حضرت ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا وہ بابل کا بادشاہ نمرود تھا جو لوگوں سے اپنے تئیں سجدہ کراتا تھا حضرت ابراہیم نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس نے سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ میں تو اپنے خدا کو سجدہ کرتا ہوں، اس نے کہا خدا کون ہے؟ انہوں نے کہا خدا وہ جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔ کافر اس بات کو تو سمجھا نہیں بولا کہ میں بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے دو قیدیوں کو بلوایا ایک جو واجب القتل تھا اسکو معاف کر دیا۔ دوسرا جو قاتل نہ تھا اسکو مروا ڈالا تب حضرت ابراہیمؑ نے یہ دیکھ کر کہ یہ کم فہم ہے اس سے کہا اگر تم خدا ہو تو آفتاب کو جو مشرق سے نکلا کرتا ہے حکم دو کہ مغرب سے نکلے اس کا جواب کافر سے کچھ نہ بن پڑا اور لاجواب ہو کر رہ گیا۔

Marfat.com

تفسیر میں فرمایا کہ ہر وہ چیز جو تجھے مطلع حق سے باز رکھے وہ ہی نیز ابت ہے۔ تو خیال رکھ کہ کون سی چیز تجھے حق سے محجُوب رکھتی ہے اور کس چیز کی وجہ سے تجھے حق سے بعُد ہوا۔ اسی کو ترک کر دے تاکہ تو مرتبہ کشف میں پہنچے اور بارگاہ تقرب سے ممنوع و محجُوب نہ رہے اور جو ممنوع ہے اُسے یہ زیبا نہیں کہ وہ دعویٰ تقرب کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر رضی کے ایک خاص عقیدت مند دوست سے منقول ہے کہ جب رات کا ایک پہر گذر جاتا اور آپ وظائف سے فارغ ہوجاتے تو اس وقت آپ بلند آواز سے مناجات کرتے اور کہتے: اے میرے خُدا رات آگئی ہے اب بادشاہوں کا تصرف و اختیار ختم ہوچکا ہے آسمان پر ستارے اپنی پوری آب تاب سے جگمگانے لگے ہیں اور لوگ سوچکے ہیں کہ گویا ناپید ہوچکے ہیں۔ تمام بنی اُمیہ آرام میں ہیں۔ ان کے دروازوں پر پاسبان بیٹھے ہوتے ہیں اور بنی اُمیہ کے دربار بند پڑے ہیں اور اُن کی ڈیوڑھیوں پر دربان لگے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کی خواہشات ان سے وابستہ تھیں وہ اس وقت چھوڑ چکے ہیں۔ اے میرے اللہ تو زندہ و پائندہ بنیدہ و دانندہ ہے۔ اُونگھ اور نیند سے تو مبّرا ہے۔ جو تجھے اونگھنے سونے والا جانے وہ تیری نعمتوں سے محروم ہے۔ الہٰی تو وُہ ہے کہ کوئی تجھے تیرے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا اور رات دِن میں کسی ساعت تیری صفت بقا میں خلل نہیں آسکتا تیرا درِ رحمت کشادہ ہے۔ جو تجھے پکارے تیرے خزانہ بخشش اس پر فدا ہیں۔ جو تیری ثنا میں رطب اللسان ہو تو وہ مالک الملک ہے کہ سائل کارد کرنا تجھے روا نہیں۔ جو مومن تیری بارگاہ میں سوال کرے تو سائل کو روکنے والا نہیں خواہ وہ مخلوقِ عرضی ہو یا سماوی۔

Marfat.com

الٰہی جب میں موت اور قبر کا خیال کرتا ہوں اور حساب[۱] کا تصور آتا ہے۔ تو سوچتا ہوں کہ تیری حضوری کے مقابل دُنیا کی کس چیز سے سکون پکڑا جاتے۔ جب ملک الموت کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ کس طرح دُنیا سے تعلق رکھوں تو مَیں تجھ سے عرض پیرا ہوں اس لیے کہ تر دامن ہوں اور تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں اس لیے کہ جب تجھے پکارتا ہوں دِل میں سکون محسوس کرتا ہوں۔ الٰہی مجھُ پر کیفیت مرگ بے عذاب نازل کر اور زندگی آخروی میں حساب بے عذاب لے کر مجھُے عزت دے۔"

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفرؓ یہ سب کچھ بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کے بعد اس قدر روتے کہ صبح ہو جاتی۔ انہیں کے حقیقی دوست نے خدمت میں عرض کیا: اے میرے سردار، میرے ماں باپ کے سردار کب تک آپ روتے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا! حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک یُوسف گم ہو گیا تھا تو اتنے روئے کہ چشم مُبارک سپید ہو گئی۔ مَیں نے اپنے اٹھارہ افراد

---

۱ حضرت علامہ اقبال اپنی وفات سے تین روز قبل ۱۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو بارگاہِ رب العزت میں حضرت امام ابُو جعفر کی تقلید کرتے ہوئے یوں فریاد کرتے ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

ترجمہ: اے مولا کریم! تو دونوں عالموں سے بے پرواہ اور غنی ہے اور مَیں ایک فقیر بے نوا ہوں ۔ روزِ قیامت میری تقصیروں کا عذر سُننا اور انہیں پذیرائی بخشنا۔

گر تو بینی حسابم ناگزیر   از نگاہ مُصطفٰےؐ پنہاں بگیر

ترجمہ:۔ رب العزت اگر تو فیصلہ کرے کہ روزِ قیامت میرا حساب ضروری ہے تو میری خواست ہے میرا حساب و کتاب جنابِ محمد مُصطفٰےؐ کے سامنے نہ لینا۔

Marfat.com

مع اپنے ماں باپ یعنی امام حسین سید الشہدا اور شہدا۔ کربلا خدا کی راہ میں کھوئے ہیں۔ تو اس وقت تک گم ہی رہوں گا جب تک اُن کی جدائی میں رو کر آنکھیں سپید نہ کروں۔

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابُو جعفرؓ کی یہ مناجات عربی میں نہایت فصیح ہے مگر بخوف طوالت اس کے معنی ہی فارسی[1] میں نقل کئے گئے ہیں

حضرت امام جعفرؓ

انہی میں سیف سُنّت جمال طریقت مَعبر معرفت مزین اہلِ صفوت ابُومحمدؒ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ آپ کا مقام صُوفیائے کرام میں بہت عرفان اور عرفان معرفت شریعت و طریقت میں بہت بلند ہے آپ کے تصوف پر معروف تصانیف ہیں۔ آپؓ سے منقول ہے کہ عارف حق دنیاوی سب اشیاء و امور سے قطع تعلق ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق ہوتا ہے تو وہ صرف خدا کی ذات کے ساتھ۔ آپ کے اشاراتِ جمیلہ تمام علوم میں مشہور ہیں۔

ایک روایت میں حضرت امام جعفرؓ سے یوں بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: عبادت بغیر توبہ کے صحیح نہیں حتیٰ کہ خود خداوند[2] تعالیٰ نے عبادت پر توبہ کو مقدم رکھا ہے۔ کیوں کہ توبہ عبادت کی ابتدا ہے اور عبودیت اس کی انتہا۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کا ذکر کیا تو انہیں بھی توبہ کا

د ا : داتا صاحبؒ نے اس مناجات کا ذکر کشف المحجوب میں عربی سے فارسی زبان میں کیا ہے

د ۲ قرآن سورۃ التوبہ (۹) آیت ۱۱۲ :

Marfat.com

م فرمایا جیسا کہ ارشاد[۱] ہے۔ اللہ کی طرف اے مسلمانوں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔" ایک حکایت میں ہے کہ حضرت داؤد طائی رح ایک روز امام جعفر صادق رض کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا ابنِ رسُول مجھے کچھ نصیحت فرمائیے اس لیے کہ میرا دل سیاہ ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابُو سلیمان آپ اس زمانہ کے زاہدوں میں سے ہیں آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ عرض کی: اے فرزندِ رسُول آپ کو اللہ نے سب پر فضیلت بخشی ہے۔ آپ پر ناصح ہونا واجب ہے حضرت ابُو جعفر رض نے فرمایا: اے ابُو سلیمان: مَیں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں بروز قیامت میرے جدِ امجد مجھے یہ نہ فرمائیں کہ تو نے ہماری اطاعت کا حق کیوں نہ ادا کیا۔ اس لیے کہ یہ کام نسب کی نسبت سے صحیح نہیں اترتا یہ کام عمل پر موقوف ہے۔ یہ سُن کر حضرت داؤد طائی رو پڑے اور کہنے لگے الٰہی جن ہستیوں کا خمیر آبِ نبوت سے ہو اور جن کی ترکیب طبعی اصُول دین اور بُرہان خداوندی سے ہو جن کے دادا رحمت العالمین ہوں جن کی ماں حضرت زہرا بتول ہوں وہ اس خوف و حیرانی میں رکھے گئے ہیں اور اپنے اعمال کا اس شان سے محاسبہ کر رہے ہیں۔ پھر داؤد طائی کس شمار میں ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رح فرماتے ہیں کہ یہ ہے وہ کمال خاص جو عارفِ کامل کو حاصل ہوتا ہے کہ ہر وقت وہ اپنے عیُوبِ نفس پر نظر رکھتا ہے اور تمام اولیا اللہ غوث۔ قطب۔ سب کے سب اسی اصُول پر قائم ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلعم محمد مصطفٰے صلعم نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ ارادہ خیر فرماتا ہے تو اُسے عیوب نفس کے لیے چشم بینا عطا فرماتا ہے۔" اب اگر ہم تمام مناقب اہل بیت رض بیان کریں اور ہر ایک کے فضائل مفصل بتائیں۔

۱۔ قرآن سورۃ النور (۲۴) آیت ۳۱

Marfat.com

تو یہ کتاب اس کی متحمل نہیں لہٰذا اس قدر کافی ہے اور فضائلِ اہل بیت میں تو
ایک کتاب زیرِ عنوان "منہاج الدین" ہم نے تالیف کی ہے جس میں ہر ا
کے علیٰحدہ علیٰحدہ فضائل درج ہیں۔

صوفیاء کے اشارات و کلمات

جہاں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت و طریقت، شریعت و حقیقت
عوام و خواص کو اپنے بصیرت افروز کلمات سے مستفید فرمایا ہے وہاں آپؒ نے
نہایت نازک دقیق امور سے اِس خوبی سے پردہ اٹھایا ہے کہ خود بخود معانی
کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر
اہلِ صفت اور ہر معاملہ والوں کے اپنے اسرار کے اظہار و بیان میں اشارات
کلمات ہوتے ہیں۔ جنہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ الفاظ و عبارات ک
توضیح کرنے سے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ جو حقائق بیان کئے جاویں وہ بخو
سمجھ میں آ سکیں دوسرے یہ کہ اسرار یعنی رازوں کو ان لوگوں سے پوشیدہ رکھ
جاتے جو اہلِ علم نہیں تاکہ سادہ لوح انسان کسی الجھن کا شکار نہ ہوں۔ جس طرح
زندگی کے ہر شعبہ میں اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اسی طرح صوفیاء کرام ک
بھی اپنی اصطلاحات ہیں تاکہ اس راہ میں کوئی ناواقف تصرف نہ کر سکے اور ارباب
طریقت اپنا مقصد اچھی طرح ادا کر سکیں۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ اسرار
رموز اس لیے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اہلِ نظر حضرات پر واضح ہو جاتے ک
ان اصطلاحات کے اصل معانی کیا ہیں اور وہ پڑھ کر آپؒ کے حق میں دُعا کریں
سب سے پہلے آپ حال اور وقت کے معانی سمجھاتے ہیں۔

Marfat.com

حال اور وقت میں تمیز

اہلِ طریقت کی اصطلاحات میں سے ایک حال ہے اور دُوسرا وقت مشائخ کرام کی ان کے معانی میں بہت بحثیں ہیں۔ وقت اسے کہتے ہیں کہ بندہ اِس کی وجہ سے ماضی و مستقبل سے فارغ ہوتا ہے یعنی ایک کیفیت جو وارد ہوتی ہے وہ بندہ کے دِل پر حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے اس لیے واجب ہے کہ اُن کے اسرار کو دِل میں محفوظ رکھے۔ ایسی کیفیت میں اسے نہ گزشتہ کی کچھ یاد ہوتی ہے اور نہ آئندہ کی فکر۔ خُداوندانِ وقت کہتے ہیں کہ ہمارا عِلم ماضی و مستقبل کا ادراک نہیں کر سکتا کیوں کہ اس وقت ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کی جانب راغب ہوتے ہیں کیوں کہ اگر ہم کل کی فکر میں مشغول ہوں اور آئندہ کے اندیشہ کو دِل میں جگہ دیویں تو پھر ہم وقت سے مجُوب ہو جائیں گے اور حجاب بہت بڑی پراگندگی و پریشانی ہے۔

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت میرے دِل میں اٹھارہ ہزار عالم میں سے کِسی کا بھی گزر نہیں ہوتا اور نہ میری آنکھ میں کِسی کی قدر و منزلت ہوتی ہے اِسی سبب سے جب شب معراج آسمان وزمین کی زینت حضورؐ پر آشکارا کی گئی تو آپؐ نے کِسی چیز کو نہ دیکھا حتیٰ کہ رب العزت نے فرمایا[۱] ہمارے حبیبؐ کی نظر نہ کِسی جانب مائل ہوئی اور نہ حد سے گزری۔ اِس لیے کہ حضورؐ عزیز تھے اور عزیز کو عزیز کے سوا مشغلہ نہیں ہوتا تو موحد کے دو

---

[۱] قرآن سُورۃ النجم (۵۳)۔ آیت ۱۷۔

Marfat.com

وقت ہوتے ہیں ایک گُم ہونے کا وقت اور دُوسرا وجد کی حالت ہیں۔ ایک وصال کے مقام میں اور ایک فراق کے محل میں۔ ان دونوں حالتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا وقت ہی مغلوب ہوتا ہے اس لیے کہ وصل میں اس کا وصل حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور فصل میں اس کا فصل بھی حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ بندہ کا اختیار اس کے حالات سے جُدا کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے وقت کو دیکھ کر نہیں کرتا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جنگل میں میں نے ایک درویش کو دیکھا جو کیکر کے نیچے سخت جگہ پر بیٹھا تھا۔ مَیں نے اس سے کہا اے بھائی کس چیز نے تمہیں یہاں بٹھایا ہے؟ یہ جگہ تو سخت دشوار ہے اور تم یہاں جمے بیٹھے ہو؟۔ اس نے کہا: بارہ سال گزر چکے ہیں۔ اب شیخ کو چاہیئے کہ میرے کام میں مدد کرے تاکہ میں اپنی مُراد سے ہمکنار ہو جاؤں اور اپنے وقت کو پاؤں جو یہاں ضائع ہوا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مَیں وہاں سے چل دیا اور حج ادا کر کے اس کے لیے دُعا کی، اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی اور اس مرد نے اپنی مُراد پالی۔ جب مَیں واپس آیا تو اسے وہیں بیٹھا پایا۔ میں نے کہا اے جوانمرد اب تجھے وقت مل گیا ہے۔ اب یہاں سے کیوں نہیں گیا۔ عرض کی اے شیخ مَیں نے قدامت اختیار کی ہے جو جاتے وحشت تھی وہاں مَیں نے سرمایہ گُم کیا تھا۔ اب وہ مل گیا ہے تو اب کیا یہ جائز ہے کہ جہاں سے سرمایہ ملا اس جگہ کو چھوڑ دوں۔ یہ تو میرے اُنس کا مقام ہے۔ آپ تشریف لے جائیں کیونکہ مَیں اپنی خاک یہاں کی خاک میں ملاؤں گا اور بروز قیامت اس خاک سے سر اٹھاؤں گا جو میرا مقامِ سرور ہے۔ لہٰذا جو چیز آدمی کے کسب و اختیار میں نہیں ہوتی۔ وہ بازار میں فروخت نہیں ہوتی کہ اس کے بدلے جان کو دیدے اور اسے حاصل کر لے۔ خُدا کی تقدیر میں بندہ کا اختیار باطل ہے

Marfat.com

مشائخ طریقت بیان کرتے ہیں کہ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ اس لیے کہ تلوار کا کام کاٹنا ہے اور وقت کا کام بھی کاٹنا ہے کیوں کہ وقت ماضی و مستقبل کی جڑ کاٹتا اور دل سے ماضی و مستقبل کے غموں کو مٹاتا ہے لہذا تلوار یعنی وقت کی محبت خطرناک ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ہزار برس تلوار کی خدمت کرے اور اپنے کاندھے پر لٹکائے پھرے جب اس کے کاٹنے کا وقت آئے گا تو تلوار نہ اپنے مالک کو دیکھے گی نہ غیر کو۔ دونوں کو یکساں کاٹے گی کیوں کہ اس کا کام ہی قہر ہے اور مصاحبت اختیار کرنے سے صفت اس کی زائل نہیں ہو جاتی اور حال ایک وارد وقت ہوتا ہے جو وقت کو ہی زیبا ہے جیسے رُوح بدن کو زیبا ہے اور وقت لازماً محتاج حال ہوتا ہے کیوں کہ وقت کی پاکیزگی حال سے ہوتی ہے۔ اور اس کا قیام بھی اس کے ساتھ ہے لہذا صاحبِ وقت جب صاحب حال ہوتا ہے تو اس سے تغیر جاتا رہتا ہے وہ اپنے احوال میں مستقیم و مستحکم ہو جاتا ہے کیوں کہ بغیر حال کے وقت کا زوال جائز ممکن ہے اور جب حال وقت سے مل جاتا ہے تو اس کے تمام احوال وقت بن جاتے ہیں پھر ان پر زوال جائز نہیں ہوتا۔

اِن حقائق کے بیان کے بعد حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ نکلا کہ صاحب وقت جب صاحب حال ہو جاتا ہے اور وہ اپنے وقت میں قائم ہو جاتا ہے تو تغیر اس سے قطع ہو جاتا ہے۔ جب حال اس سے ہلا تو اُس کا سب زمانہ حال ہو جاتا ہے تو اس پر زوال روا نہیں ہوتا اور جب آمد و شد معلوم ہو تو وہ وارد ہونے والا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے اس سے پہلے صاحب وقت پر وارد تھا۔ اور تمکن کو غفلت جائز ہے اور صاحب غفلت پر جب حال نازل ہو تو وہ متمکن وقت ہو جاتا ہے اور اس پر بوجہ صاحب

Marfat.com

حال ہونے کے غفلت روا نہیں ہوتی اور حال کی صفت یہ ہے کہ زبانِ خاموش سے گفتگو فنا ہو جائے۔ چنانچہ صاحب حال کی زبان بیانِ حال سے ساکن ہوتی ہے۔ اور اس کی تمام کیفیت تحقیق حال کی گویا ہوتی ہے۔

داتا صاحبؒ استاد ابو علی دقاقؒ کا قول نقل کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ دُنیا و آخرت میں خوشی یا ناخوشی وقت کا نصیبہ ہے۔ اور حال ایسا نہیں ہوتا کیونکہ حال ایک ایسی کیفیت ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر وارد ہوتی ہے اور جب اس کا ورُود ہوتا ہے تو دِل سے سب کچھ فنا ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے کیوں کہ وہ صاحب وقت تھے۔ ایک وقت میں تو آنکھوں کی بینائی جاتی رہی دوسرے وقت میں وصال سے بینائی لوٹ آئی۔ کبھی گریہ زاری میں بال کی طرح لاغر کبھی نالہ کرتے کرتے ریشہ قلم کی طرح مضمحل۔ کبھی خوشی سے مثِل روح تازہ کبھی خوشی سے مجسّمہ سرور۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب حال تھے۔ نہ تو فراق سے غمناک نہ وصال سے خوش حال اور تمام ستارے چاند اور سورج ان کے حال کی مدد کرتے اور خود ہر چیز کو دیکھنے سے فارغ تھے۔ اور جو کچھ نظر آتا اس میں حق تعالیٰ کا جلوہ ہی نظر آتا اور صاف فرماتے میں غروب ہونے والے کو پیار نہیں کرتا۔ لہذا صاحب وقت کے لیے کبھی سارا جہاں دوزخ ہو جاتا ہے کیوں کہ مشاہدہ غیب میں ہوتا ہے اور حبیب کے اوجھل ہونے سے اس کا دل خانہ وحشت ہوتا ہے اور کبھی خوشی سے اس کا دِل بہشتِ بریں ہوتا ہے اور نصیحت مشاہدہ سے ہر آن اُسے حق کا تحفہ ملتا ہے اور پھر صاحب حال کو حق سے بشارت رہتی ہے۔ اِسی وجہ سے اِس پر حجاب یا کشف نصیحت ہو یا بلا سب اس پر یکساں ہوتا ہے۔ حال، صفت ہے مراد حاصل کرنیکی

Marfat.com

ی وصول مشاہدہ ربانی۔ جب کہ وقت وہ درجہ ہے جس کے لیے مرید طلبگار
وتا ہے یعنی جب وہ وقت میں خوش ہوتا ہے تو اپنے وجود کے ساتھ
تم ہوتا ہے۔ جب کہ صاحبِ حال اپنے وجود میں فنا ہو کر مشاہدہ ربانی
مغلوب ہوتا ہے۔ داتا صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں منازل میں بہت
ق ہے۔

مقام اور تمکین داتا صاحبؒ کی نظر میں

داتا صاحبؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ مقام نام ہے طالب کا صدق نیت
سے ریاضت و مجاہدات کے ساتھ حق تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے پر قائم رہنے
۔ ہر وہ طالب جو متلاشی حق تعالیٰ ہے۔ بارگاہِ خداوندی کی رسائی میں۔ وہ
پہلے مقام پر قدم رکھتا ہے جو اس کے حصول کا موجب ہوتا ہے۔ جب بھی طالب
کسی مقام کو عبور کرے گا اور پچھلے مقام کو چھوڑے گا تو وہ لازمی کسی ایک مقام
پر قائم ہو گا۔ اگرچہ طالب ہر مقام پر مستفید ہوتا ہے جس سے اس کا گذر ہوتا ہے
لیکن ان میں سے ایک پر ٹھکانہ کرنے تک قائم ہونا مقام کہلاتا ہے۔ اس لیے
کہ مقام اور اس کا ارادہ سرشت اور اصل میں ہوتا ہے۔ عمل کی روشنی سے نہیں
ہونا چاہیے کہ قرآن پاک(۱) میں ارشاد ہے "ہم میں سے کوئی طالب نہیں مگر اس کے
لیے مقام مقرر ہے۔" چنانچہ آدم علیہ السلام کا مقام توبہ تھا۔ نوح علیہ السلام کا

---

(۱): سورۃ الصفّٰت ۳۷۔ آیت ۱۶۴۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے
فرمایا کہ ہماری ایک حد مقرر ہے۔ اس سے آگے بڑھنا نہیں۔

Marfat.com

مقام زہد تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا مقام تسلیم تھا۔ موسٰی علیہ السلام کا مقام انابت تھا اور داؤد علیہ السلام کا مقام غم اور عیسٰی علیہ السلام کا مقام رضا تھا یحیٰی علیہ السلام کا مقام خوف تھا تو ہمارے حضور سیدنا یوم النور صلی اللہ علیہ کا مقام ذکر۔ اگرچہ ہر ایک محل و مقام کا ایک سِر ہوتا ہے لیکن آخر کار رجوع اپنے اصلی مقام کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اللہ عزّ و جل کی راہ تین اقسام پر ہے اوّل مقام، دوم حال، سوم تمکین۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اپنا راستہ بیان فرمانے کے لیے معبوث فرمایا تاکہ وہ مقامات کے حکم بیان فرماویں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء تشریف لائے اور ان سب کے مقامات علیحدہ علیحدہ تھے۔ پھر ہمارے حضورؐ کے تشریف لانے سے ہر اہل مقام کے لیے حال ظاہر ہوا۔ اور وہ وہاں تک پہنچا کہ مخلوق کا کسب وہاں سے آگے بند ہے حتیٰ کہ مخلوقات کا دین کامل ہوا۔ اور نعمت اپنی حد کو پہنچی چنانچہ اللہ عزّ و جل نے فرمایا آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارا دین اور تم پر اپنی نصیحت پوری کی۔

عارفِ حق صُوفی با صفا مظہر نورِ خُدا حضرت داتا گنج بخش رح اِس ضمن میں فرماتے ہیں کہ تمکین سے محل کمال اور تحقیق کا اعلیٰ مقام مُراد ہے اور اِس مقام کو دیگر مقامات سے گزرنا ممکن تو ہے مگر درجہ تمکین سے گزرنا محال ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مقام عارفانِ حق کا ابتدائی درجہ ہوتا ہے اور تمکین ان کا انتہائی و آخری مقام ہوتا ہے۔ جہاں بارگاہ قدس میں قرار حاصل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں شعراء اپنے ممدوحوں کی مدح معاملہ سے کرتے تھے اور جب تک کچھ عرصہ نہ گزر جاتا شعر نہ کہتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شاعر ممدوح کے رُو برو ہوتا تو تلوار سُونت کر سواری کے پاؤں کاٹ دیتا اور

Marfat.com

تلوار توڑ ڈالتا۔ اس سے شاعروں کی مراد یہ ہوتی تھی کہ مجھے سواری اس لیے درکار تھی کہ اس کے ذریعے تیرے حضور تک پہنچنے کے لیے مسافت طے کروں اور تلوار کو رکھنا اس لیے درکار ہوتا تھا کہ حاسدوں کو تم سے دور رکھوں۔ اب چونکہ میں منزل پر پہنچ گیا ہوں تو سامانِ سفر کی اب کوئی حاجت نہیں۔ سواری کو مار ڈالا کیوں کہ تیرے پاس سے جانا میرے لیے جائز نہیں اور تلوار کو اس لیے توڑ ڈالا کیوں کہ تیرے حضور سے جدا ہونے کا دل میں کوئی اندیشہ نہیں پھر جب کچھ دن گزر جاتے تو شعر پڑھتا۔

اسی طرح حضرتِ موسیٰ علیہ السلام جب تمام مقامات سے گزر کر محلِ تمکین پر پہنچے تو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا[ف۱]! اپنی جوتیاں اتارو اور عصا ڈال دو کیوں کہ یہ سفر کا سامان ہے اور بارگاہِ قدس میں حضوری کے بعد کسی قسم کا خطرہ محال ہے۔ لہٰذا محبت کی ابتدا طلب کرنا ہے اور اس کی انتہا قرار پکڑنا ہے۔ پانی جب تک دریا میں ہے جاری رہتا ہے۔ جب سمندر میں پہنچ جاتے تو ٹھہر جاتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی بدل جاتا ہے۔ اسی لیے کہ جسے پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سمندر کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ وہی مائل سمندر ہوتا ہے جسے جواہر کی ضرورت ہوتی ہے وہ سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ پھر یا تو وہ بہترین جواہر اور ہیرے لے کر آتا ہے یا وہ اپنی جانِ عزیز کو فنا کر دیتا ہے۔

داتا صاحبؒ ایک شیخ کا قول فرماتے ہیں کہ تمکین رفع تلوین کو کہتے ہیں۔

ف۱:- قرآن سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۲۔ میں تو تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دو تم یہاں پاک میدان طویٰ میں ہو۔

Marfat.com

تلوین نام ہے ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنے کا۔ مقصد یہ ہے کہ متمکّن بارگاہ خداوندی میں فائز ہو چکا ہوتا ہے اور غیر کا اندیشہ اپنے دل سے صاف کئے ہوئے ہوتا ہے اس لیے اُس کے ظاہر اور باطن میں کسی قسم کا تغیّر یا تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام متلوّن تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے[1] اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے۔ مکّہ معظمہ سے لے کر قربِ خداوندی (قاب قوسین) تک یعنی جب خُدا اور اُس کے حبیبؐ کے درمیان صرف دو کمان کا فیصلہ رہ گیا تو عین تجلّی میں رہے اور اپنی حالت نہ بدلی اور نہ حراساں ہوئے۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کے حضور قیام میں بلند ترین مقام۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ تمکین کی دو اقسام ہیں۔ ایک کی نسبت شہودِ ربانی کے ساتھ ہے جو صرف اور صرف غلبہ حق ہے اور دوسرے شاہد کی وضاحت اپنی طرف ہوتی ہے اور وہ محو بہ شاہد حق ہو کر فانی الصفت ہو جاتا ہے اور فانی الصفت پر محو و صحو فنا و بقا اور وجود و عدم کچھ بھی طاری نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے اوصاف کی اقامت موصوف سے ہوتی ہے

---

[1] قرآن سُورۃ ۷ الاعراف۔ آیت ۱۴۳۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر کوہِ طور پہنچے اور پروردگار نے اُن سے کلام کیا تو کہنے لگے اے پروردگار مجھے جلوہ دکھا کہ میں تیرا دیدار بھی دیکھوں۔ پروردگار نے کہا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو مجھ کو دیکھ سکو گے۔ جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو تجلّی انوارِ ربّانی نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانیوالے ہیں میں ان سے اوّل ہوں۔

Marfat.com

جب موصوف مستغرق ہو جاتے تو وصف کے قیام کا حکم اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخر میں فرماتے ہیں کہ اس معنی میں بہت کلام ہیں اور میں نے مختصراً بیان کر دیا ہے۔ باللہ التوفیق۔

داتا صاحبؒ کو غیر ملکی ادیبوں کا خراجِ عقیدت

تصوف سے متعلق جو قرآن حکیم کی متعلقہ آیات ہیں ان پر حضرت داتا گنج بخشؒ نے پوری عقیدت سے عمل کیا کیوں کہ ایک صوفی باعمل کا عامل ہونا اور عامل باعمل کا صوفی ہونا لازم و ملزوم ہیں اور آپ دونوں مراتب پر فائز تھے۔ اسلامی تصوف اور صوفیاء کرام کے بارے میں غیر ملکی ادیبوں نے بھی خوب تحقیق کی ہے اور ہر ایک نے اپنی اپنی تصانیف میں سید مخدوم علی ہجویریؒ کو تصوف میں ایک بلند مقام دیا ہے اور اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ آپ نے تصوف پر مکمل عبور حاصل کیا ہے۔ آر۔ اے نکلسن جس نے کشف المحجوب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے صفحہ ۲۰ پر اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مصنف کی کتاب کشف المحجوب اس امر کی شاہد ہے کہ یہ ایک عالم کا بیان ہے جسے تصوف کے موضوع پر بھی عبور حاصل ہے اور جو عالم اور صوفی ہونے کے علاوہ ایک صاحب طرز ادیب بھی ہے۔ فنا اور بقا کے مسئلہ پر ہجویری کی بحث قابلِ قدر کاوش ہے ہجویری کا طرز بیان عالمانہ ہے۔ خوبی یہ ہے کہ وہ سب صوفیا کرام جو اُن سے قبل گزرے ہیں ان کے خیالات کا اچھی طرح جائزہ لے کر۔ پھر کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ جس سے ہجویری کی عظمت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

روس کے پروفیسر ژوکوفسکی نے کشف المحجوب کا ترجمہ اس فارسی زبان میں کیا ہے۔ جو آج کل سمرقند، بخارا اور تاشقند میں بولی جاتی ہے اور ایک تبصرہ

Marfat.com

بھی شائع کیا ہے اس نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے تصورات غیر معمولی ہی نہیں بلکہ مسلّم و مستند ہیں اور آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی کے علاوہ خصوصاً صوفیاء کرام کے کلمات و اقوال کا ذکر اکثر کشف المحجوب میں بہت خوش اسلوبی سے نظر آتا ہے اور حکایات بھی انہوں نے وہی بیان کی ہیں جو معتبر اور مستند قرار پا چکی ہیں۔

اسی طرح فرانس کے برک ہارڈ اور انگلستان کے اے۔ آر۔ جی آربری نے تصوّف کے موضوع پر جو تبصرے کیے ہیں انہوں نے اکثر سیّد مخدوم علی ہجویریؒ کی تصنیف کشف المحجوب کا سہارا لے کر اپنی تحریروں کو تقویت دی ہے۔

اس کے علاوہ سپنسر ٹرمنگھم نے اپنی کتاب "صوفی آرڈر ان اسلام" میں بھی اِس حقیقت کا اعتراف کھل کر کیا ہے کہ جب انسان کا تعلق براہِ راست خُدا سے ہو جاتا ہے تو انسان اور خُدا کے درمیان اس منزل میں باقاعدہ پہلے ریاضتیں ہوتی ہیں اور ان کی بطریقِ احسن تکمیل پر مشاہدہ ہو جاتا ہے جو بالکل حضرت داتا گنج بخشؒ کی نہ صرف تقلید ہے بلکہ عقیدت کا اظہار بھی ہے۔

انگلستان کے مارگریٹ سمتھ نے بھی اپنی تصنیف "صوفی پاتھ آف لوّ" میں کشف المحجوب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ سیّد علی ہجویریؒ کا مقام ارفع ہے اور بیان نہایت لطیف اور حسین ہے جو انسان کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور پھر نیکی کی راہ پر ڈالتا ہے۔

عربی زبان میں تصوّف پر کتاب جو ابو بکر الکلابی نے لکھی ہے اور جس کا انگریزی میں ترجمہ اے۔ جی۔ آربری نے زیرِ عنوان "دی ڈاکٹرین آف دی صوفیز" کیا ہے۔ صوفیوں کی تعریف اِن الفاظ میں بیان کی ہے۔ صوفیوں کو صوفی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اُن کے دِل صاف ہوتے ہیں۔ اور ان کے اعمال شفاف۔ بشریٰ

Marfat.com

الحارث نے کہا۔ صُوفی وہ ہے جس کا دِل خُدا کی جانب مخلصانہ طور پر راغب ہے اور جس کا ایمان خُدا کی عنایات پر محکم ہے۔ کچھ اور ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ صوفی اس لیے کہلاتے ہیں کیوں کہ وہ خُدا کے حضُور صفِ اوّل میں ہیں اور انکی تمام خواہشات اور اعمال صرف خدا کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ اور ہیں جو کہتے ہیں صُوفی وہ ہیں جن کی صفات صحابہ کرام سے مشابہت رکھتی ہیں۔ جب کہ دیگر کا خیال ہے کہ صُوفی وہ ہیں جو صُوف کا لبادہ پہنتے ہیں۔"

مصنّف نے آگے چل کر اعتراف کیا ہے کہ تصوّف اور صُوفی سے متعلق جو معانی حضرت سیّد مخدوم علی ہجویری نے دیے ہیں وہ نہ صرف جامع ہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں۔

Marfat.com

باب سوم

رُوحانی نظام

Marfat.com

رُوحانی نظام

یہ بات عیاں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر موجودہ دور تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جب دنیاوی نظام کے ساتھ ساتھ روحانی نظام کا قیام نہ ہوا ہو فرق صرف یہ ہے کہ دنیاوی نظام ظاہری طور پر نظر آتا ہے مگر روحانی نظام اگرچہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے مگر عالم غائب میں قائم ہوتا ہے اگر ان دونوں نظاموں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ روحانی نظام نہایت جامع اور مثالی ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس دنیاوی نظام میں اکثر اوقات اقتدار کشت وخون اور طاقت کے بل بوتہ پر حاصل ہو جاتا ہے جب سے دنیا قائم ہے روحانی نظام میں ایک بھی مثال نہیں ملے گی جہاں کسی ایک رکن نے کسی دوسرے رکن کو تابع کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ روحانی نظام اتنا مؤثر ہوتا ہے کہ اس میں کسی غلط فیصلے کا امکان نہیں ہوتا اور کسی ناواجب رکن کا تقرر خارج از امکان ہے۔

اثباتِ ولایت

حضرتِ داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب کے چودھویں باب "صوفیہ کرام کے مختلف مکاتب و مذاہب" میں ذیلی عنوان "اثبات ولایت" کے تحت فرماتے ہیں کہ تصوف و معرفت کی بنیاد ولایت پر موقوف ہے اور تمام مشائخ کرام اس امر پر متفق ہیں لیکن ہر ایک کا طرز بیان علیحدہ علیحدہ ہے چنانچہ محمد بن علی رضی اللہ عنہ حقیقت و طریقت کے معانی کے بیان و اطلاق میں خصوصیت کے ساتھ کمال رکھتے ہیں اور ان کا ارشاد ہے کہ وِلایت واؤ کے زیر سے لغت میں تصرف و ملکیتِ حق کے معنی دیتا ہے اور وَلایت واؤ کے زبر سے امارت کے معنی میں مستعمل ہے اور دونوں ولی کے مصدر ہیں

Marfat.com

نیز ولایت کے معنی ربوبیت کے بھی آتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ارشاد[1] ہے۔" اس وقت تمام قبضہ وتصرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہے " کیونکہ کفار اللہ تعالیٰ سے ہی بالآخر مدد مانگتے ہیں اور اسی ذات واحد کی جانب روز قیامت رجوع کرتے ہیں اور اپنے بتوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مزید براں ولایت کے معنی حُب کے بھی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ ولی بر وزنِ فعیل مفعول کے معنی میں ہو جیسے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد[2] ہے " وہ اپنے نیک بندوں کا محبوب ہے " کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے افعال واوصاف کے ساتھ نہیں چھوڑتا اور اپنی حفاظت اور پناہ کی چادر میں چھپاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ولی فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں مبالغہ کے لیے ہو کیونکہ بندہ اپنے رب کی اطاعت میں خوب محبت کا اظہار کرتا ہے اور اس کے حقوق کی ہمیشہ نگہبانی کرتا اور اس کے غیر سے منہ موڑتا ہے۔ یہ شخص مرید کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ مراد اور یہ تمام معانی حق کا بندے کے ساتھ ہونا اور بندہ کا حق کے ساتھ ہونا دونوں صورت میں جائز ہیں اس لیے کہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے محبوبانِ خاص کا ناصر ومددگار رہتا ہے اور قرآن حکیم میں اس کا وعدہ بھی فرمایا ہے چنانچہ صحابہ کرام کو ارشاد ہوا " اللہ کی نصرت قریب ہے " اور کافروں کو فرمایا[3] " بیشک کافروں کا اللہ تعالیٰ مددگار نہیں " تو جب کفار کا وہ ناصر نہیں تو لامحالہ مومنوں کا ناصر ہوا تو کہیں عاقلوں کی مدد فرماتا ہے کہ وہ بہ نصرتِ الٰہی استدلالِ آیات وبیانِ معانی اپنے

---

[1] قرآن سورۃ ۱۸ الکھف: آیت ۴۴ " یہاں حکومت سب خدائے برحق کی ہے اسی کا صلہ بہتر اور اسی کا بدلہ اچھا ہے۔" [2] قرآن سورۃ ۷ الاعراف: آیت ۱۹۶ " میرا پروردگار تو خدا ہی ہے جس نے کتاب برحق نازل کی اور نیک لوگوں کا وہی دوست ہے۔"

[3] قرآن مجید سورۃ محمدؐ ۴۷ : آیت ۱۱ " جو مومن ہیں ان کا خدا کارساز اور خدا کافروں کا مددگار نہیں۔"

Marfat.com

دلوں میں محسوس کرتے ہیں اور ان پر کشف براہین و اسرار ہوتا ہے اور نفس و مخالفتِ شیطان کے لیے مدد دیتا ہے اور احکام الٰہیہ کی موافقت پر اعانت کرتا ہے۔

بصورتِ دیگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندگان خاص کو اپنی محبت اور دوستی کے لیے مخصوص فرما کر محلِ عداوت سے محفوظ رکھے جیسا کہ فرمایا" انہیں اللہ محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں حتےٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے اللہ کو محبوب رکھتے ہیں اور مخلوقات کے لطف کی طرف ان کی نظر نہیں باقی۔ جب ہی وہ ولیٔ حق ہوتے ہیں اور یہی اولیاء اللہ کہلاتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقامت براطاعت حاصل کرانے کے لیے ایک کو منصب ولایت حاصل ہو اور وہ اس منصب پر پہنچ کر اقامت حاصل کرے اور ہر قسم کی مخالفتِ حق سے پرہیز رکھے اور شیطان اس کے رجس سے بھاگے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کسی کو ولایت عطا فرما دے تاکہ اس کی عقدہ کشائی سے ملک میں عقدہ کشائی ہو اور تمام بندوبست اس کے قبضہ میں کر دے اور ان کی دعائیں مستجاب اور ان کے انفاس مقبول ہوں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بہت سے بندگان خدا پریشان غبار آلود بال؛ پھٹے ہوئے کپڑوں والے ایسے ہیں جن کی لوگ پرواہ نہیں کرتے اگر وہ اللہ کی قسم کسی معاملہ میں کھالیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسموں کو ضرور پورا فرماتا ہے"۔

حکایت مشہور ہے کہ سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں حسب معمول دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ ہر سال ایک خوب صورت جوان لڑکی کو زیورات سے آراستہ کر کے بھینٹ چڑھایا جاتا تھا تب دریا جاری ہوتا تھا۔ مصر کے گورنر نے یہ حال لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے گورنر کے

لے: قرآن مجید سورۃ ۵ المائدہ آیت ۵۴ " اے ایمان والو اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ محبوب رکھے اور جسے وہ محبوب رکھیں"۔

Marfat.com

حکم کی توفیق فرماتے ہوئے ایک کاغذ کے پرچہ پر تحریر لکھ کرارسال فرمائی اور حکم فرمایا کر اسے دریائے نیل میں پڑھ کر ڈال دیں۔ اس رقعہ پر تحریر تھا۔" اے پانی اگر تو خدا کے حکم سے رکا ہے تو جاری نہ ہو اگر اپنی مرضی سے رُکا ہے تو عمرؓ کہتا ہے کہ جاری ہو جب یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالا گیا تو پانی جوش مارنے لگا پھر آج تک وہ خشک نہ ہوا۔ فاروق اعظمؓ کی یہ امارت حقیقی تھی۔ دراصل یہی حکومتِ حقیقی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ مندرجہ بالا حکایت کے بعد فرماتے ہیں کہ انسان سمجھ لے کہ ولایت کس کا حق ہے اور ولی کس کو کہا جاتا ہے اور کس کے لیے یہ نام موزوں ہے مذکورہ صفات جب تک انسان میں موجود نہ ہوں وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا جو ان کی تحریر سے وجود میں آیا۔ آپؓ صاحب حال تھے نہ کہ صاحب قال اس سے قبل مشائخ کرام نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور وہ میرے پاس تھیں مگر وہ مع عزیز کے ہاتھ گم ہوگئیں۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں کہ اب میں مذہب حکیمیہ کے بانی حضرت ابو عبداللہ حکیم ترمذی کے مذہب کو روشنی میں لاتا ہوں کیونکہ میرا عقیدہ اس بزرگ کے ساتھ بہت ہے تاکہ پڑھنے والے کو فائدہ پہنچے انشاءاللہ تعالیٰ

ولی اللہ پر غم اور خوف طاری نہیں ہوتا

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ولی مخلوق میں بہت مستعمل ہے اور کتاب اور سنت اس پر ناطق و شاہد ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: خبردار رہو بیشک اللہ کے محبوبوں ولیوں پر کوئی خوف اور غم نہیں"[1] اور فرمایا[2] " اللہ ان کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور حضور

---

[1] قرآن سورۃ۔ ایونس: آیت ۶۲ " سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے"

[2] قرآن سورۃ ۲ البقرہ۔ آیت ۲۵۷ " جو لوگ ایمان لائے ان کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"!

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے بندے بھی ہیں جن پر انبیاء و شہداء رشک کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کون ہیں ان کی صفات بیان فرمائیں شاید ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا: وہ ایک قوم ہے جو خوش رہتی ہے اپنے ربّ کی خوشنودی میں ان کے چہرے منور ہیں اور نوری منبروں پر بے فکر بیٹھے ہیں۔ وہ خائف نہیں ہوتے۔ جب کہ لوگ انہیں ڈرائیں وہ نہیں گھبراتے اور نہ ہی غمگین ہوتے ہیں۔ رسالت مآبؐ نے مزید فرمایا "جس نے میرے ولی کو ایزا دی اس نے اپنے لیے میری جنگ جائز کر لی۔ اس سے مراد یہ واضح ہے کہ اولیاء اللہ کا اللہ تعالےٰ ناصر و مددگار رہے اور اس نے اپنی ان پاک ہستیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور وہ اللہ کی ملک کے والی بنائے گئے ہیں اور ان کو اپنے افعال اور قوت کا مظہر بنایا ہے اور انواع و اقسام کی کرامتیں ان کی ذات کے ساتھ مخصوص کر دی ہیں اور آفاتِ طبع و ہوا سے ان کو پاک کر دیا ہے اور نفس کی پیروی سے انہیں آزاد کر دیا ہے۔ ان کی ہمت اور ارادت سوائے معیت قوت الٰہی کے ظہور میں نہیں آتے اور ان کے انس اور محبت کا رابطہ سوائے اس ذاتِ مطلق کے کسی کے ساتھ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے صرف برہانِ نبوت کو دوام بخشا ہے اولیاء کرام کو ان کے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہ ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشد و ہدایات اور صدق کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ گویا والیان عالم ہیں۔ وہ صرف اسی ذات کے تابع فرمان ہیں۔ ان کی برکات سے آسمان سے بارش ہوتی ہے ان کے صفائے باطن کے طفیل اللہ کی زمین سے نباتات پھوٹتی ہے۔ ان کی توجہ سے مسلمان کفار پر فتحیاب ہوتے ہیں۔

چار ہزار اولیاء کرام روپوش ہوتے ہیں

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ان اولیائے کرام میں چار ہزار روپوش ہیں، وہ

Marfat.com

ایک دوسرے سے ناآشنا ہیں یہاں تک وہ اپنی خوبی باطن سے بھی آگاہ نہیں۔ بہرحال
ہیں روپوش ہوتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے اس معاملہ میں خبر عیاں میسر ہو گ
اہل بست وکشاد اور درگاہِ حق کے پہرہ دار تین سو ہیں اور اخیار کہلاتے ہیں۔ چالیس اور
جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ سات اور ہیں جو ابرار مشہور ہیں۔ چار اور ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں ت
اور ہیں جو نقیب کہلاتے ہیں اور ایک اور جسے قطب یا غوث کہتے ہیں۔ یہ سب ایک
دوسرے کو پہچانتے ہیں اور روحانی نظام[1] میں ایک دوسرے سے اجازت کے ضرورت م
ہوتے ہیں۔ قطب یا غوث کا رابطہ سرور کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رہتا ہ
اور رسول کریمؐ کی ہدایات وقتاً فوقتاً غوث کو ملتی رہتی ہیں۔ قطب کی وفات کے بعد حض
نبی کریمؐ عام طور پر نقیب سے اس خلا کو پُر کر دیتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
تعلق براہِ راست حق تعالیٰ سے ہوتا ہے اور اس طرح روحانی نظام[2] کی کڑیاں ایک دوسر
سے اس طرح وابستہ کر دی گئی ہیں تاکہ دنیا کا ہر گوشہ عنایات کریمی سے منور رہے۔ حق تع
ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ عوام کا یہ اعتراض ہے کہ یہ کیا کہا گیا کہ وہ خاصان
بارگاہ حق ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے ولی ہے۔ لہذا لازم آتا ہے

---

[1] روحانی نظام سے متعلق دیکھئے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی دفتر سوم۔ مکتوب ۱۲۳
آپ نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ اخیار، ابدال، ابرار، اوتاد، نقیب اور قطب فیوض و برکات
کے پہنچنے کا واسطہ ہوتے ہیں جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ قطب ہمہ وقت مشغول
رہتا ہے اور اس سے دنیا کے خالی ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا کا نظام اسی سے وابستہ ہے۔

[2] حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: "اگر قرآن و حدیث کے بعد کسی
کلام کو عظمت و فضیلت حاصل ہے تو وہ اولیاء کرام کے کلام کو کیونکہ ان کا کلام ظاہری نفع سے پاک اور عشق الٰہی
میں ڈوبا ہوتا ہے اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو علم لدنی سے سرفراز فرما کر وارث انبیاء بنا دیا ہے۔

Marfat.com

کہ وہ اپنی عاقبت سے بے خوف ہوں اور یہ محال ہے کہ معرفت ولایت ولی کو عاقبت سے بے خوف کر دے مگر میں سید ہجویری بن عثمان جلابی کہتا ہوں کہ جب یہ جائز ہے کہ مومن اپنے ایمان کا عارف ہوتے ہوئے بے خوف نہیں ہوتا تو یہ بھی جائز ہے کہ ولی اپنی ولایت کا عارف ہوتے ہوتے بے خوف نہ ہو۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بوجہ کرامت حق تعالیٰ ولی کو اس کی صحت اور محافظت نفس کی وجہ سے نگاہ میں رکھے اور انہیں امن عاقبت کا بھی عارف فرمائے۔ اس جگہ مشائخ کا اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ مَیں نے ظاہر کر دی ہے کہ کچھ اولیاء وہ ہیں جو چار ہزار کی تعداد میں چھپے رہتے ہیں ان کو اپنی ولایت کی آگاہی جائز نہیں اور مشائخ کی ایک جماعت ایسی ہے جو اس آگاہی کو جائز رکھتے ہیں اور بکثرت فقہا و متکلمین پہلے نظریہ کی بھی موافقت کرتے ہیں اور دوسری جماعت کے نظریہ کی بھی۔ چنانچہ ابو اسحٰق اسفرانی اور متقدمین کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ولی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا کہ وہ ولی ہے جبکہ ابوبکر بن فراق کی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ولی اپنی ولایت کو پہچانتا ہے تو ہم نے پہلے گروہ سے پوچھا کہ اس معرفت میں ولی کے لیے کیا نقصان و آفت ہے تو ان کا یہ جواب ہے کہ ولی اگر اپنے آپ کو ولی جاننے لگتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ میں ولی ہوں۔ اس کا جواب داتا صاحبؒ فرماتے ہیں مَیں دیتا ہوں کہ شرطِ ولایت میں یہ چیز بھی ہے کہ اس کی نگہداشت اللہ تعالےٰ کے سپرد ہو تو پھر آفات عجب و تکبر سے محفوظ ہونا لازمی ہے اور ایسی صورت میں اس کا متکبر ہونا جائز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا محض عامیانہ ہے کہ ایک شخص ولی ہو اور اس سے خوارقِ عادات کرامتیں سرزد ہوں اور وہ یہ نہ جان سکے کہ میں ولی ہوں یا اسے اس امر کا علم نہ ہو کہ یہ خرقِ عادت امر جو ظہور میں آیا وہ کرامت ہے۔

ان تخیلات پر عوام میں سے ایک گروہ پہلی جماعت کا مقلد ہے اور ایک گروہ دوسری جماعت کا پیرو ہے لیکن ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب رہے

Marfat.com

معتزلہ یہ تو بالکل ہی تخصیص اور کرامتوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ولایت کی حقیقت کرامت اور تخصیص ہی ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جس نے ایمان کے حکموں کو قائم رکھا اور فرمانبردار رہا وہ سب اولیاء ہیں اور جس نے ایمانی احکام کو برقرار نہ رکھا۔ صفات الٰہی اور دیدار الٰہی کا انکار کیا۔ مومن کے لیے دائمی جہنم کے دخول کو جائز رکھا اور انبیاء و مرسلین کی آمد اور نزول کتب الٰہیہ کے بغیر محض عقل کے ذریعہ احکام کے جواز کا قائل ہوا وہ ولی ہے اور سب مسلمانوں کے نزدیک وہ ولی ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کا ولی ہے خدا کا ولی نہیں۔

معتزلہ یہ بھی کہتے ہیں " ولایت کے لیے اگر کرامت واجب ہوتی تو لازم تھا ہر مسلمان کے لیے کرامت ہوتی کیونکہ تمام مسلمان ایمان میں مشترک ہیں۔ جبکہ وہ اصل میں مشترک ہیں تو لازم آتا ہے کہ فرع میں بھی مشترک ہوں۔ اس کے بعد یہ بھی کہتے ہیں کہ مومن و کافر دونوں میں کرامت ہونا جائز ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ سفر میں کوئی بھوکا ہو اور اسے کوئی میزبان مل جائے یا تھکا ہوا ہو کوئی اسے سواری پر چڑھا دے وغیرہ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر جائز ہوتا کہ کوئی شخص طویل مسافت ایک رات میں طے کر سکے تو یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی جائز ہوتی کیونکہ جب آپ نے مکہ کا عزم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا[1] " اٹھا لے جاتے ہیں اس شہر تک تمہارا بوجھ جہاں تک نہیں پہنچ سکتے مگر اپنی جانوں کو سختی میں ڈال کر۔"

حضرت سید مخدوم علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش معتزلہ کے اس اعتراض

---

[1] قرآن سورۃ ۱۶ "النحل" آیت ۷۔ اس آیت کا مکمل متن یوں ہے: " اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں دور دراز شہروں میں جہاں تم محنت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ کچھ شک نہیں تمہارا پروردگار نہایت شفقت والا مہربان ہے۔" یہاں مراد ہے صحابہ کرام کو اکٹھا کر کے ان کو مکہ کی طرف لے جانا۔

Marfat.com

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[1] "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ خاص کو رات کے مختصر حصہ میں مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا" لیکن بوجھ اٹھانے کے معنی ہیں۔ صحابہ کرام کو جمع کر کے ان کو مکہ کی طرف لے جانا۔ کرامات خاص ہوتی ہیں نہ کہ عام۔ اگر سب صحابہ کرام کو کرامات سے مکہ لے جاتے تو کرامات عام ہو جاتیں اور ایمان بالغیب کے تمام احکام اٹھ جاتے۔ اس لیے کہ ایمان درجہ عام ہے اور اس کا اطلاق نیکوکار و گنہگار پر یکساں ہے جب کہ ولایت محل خاص ہے۔ صحابہ کرام کا مکہ کی جانب سفر اللہ تعالیٰ نے محل عام میں رکھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جانب اپنے حکم کو محل خاص میں رکھا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے مختصر حصہ میں مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا اور پھر لے جایا گیا اپنے رسول کریمؐ کو خداوند باری تعالیٰ کی حاضری میں جہاں صرف قاب قوسین کا فاصلہ رہ گیا اور پھر عالم کے دونوں کناروں پر لے جا کر سب کچھ اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا دیا اور جب واپس تشریف لائے تو رات کا بہت سا حصہ ابھی باقی تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حکم ایمان عوام کے لیے عام ہے اور حکم کرامت خاص ہے خواص کے لیے اور تخصیص کا انکار کرنا کھلا مکابرہ ہے جیسے کہ بادشاہ کے دربار میں دربان، نوکر چاکر امراء و کبراء و وزراء ہوتے ہیں مگر خدمت کا حکم سب پر یکساں ہوتا ہے لیکن ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے اور ایک کو دوسرے پر خصوصیت ہے لیکن جہاں تک ایمان کا تعلق ہے سب

---

[1] قرآن سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۱۔ ترجمہ یوں ہے "وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"

نوٹ: یہ معراج کی آیت ہے اور علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ بندہ سے مراد اس آیت میں جناب رسالت مآب ہیں۔

Marfat.com

مسلمان برابر ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی عاصی ہیں اور کوئی مطیع و عابد، کوئی جاہل ہے اور کوئی عالم۔ اس لیے تخصیصِ مناصب و مراتب سے انکار معانی کلیہ کا انکار ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ولی اپنے حال میں فانی اور مشاہدۂ الٰہی میں باقی ہوتا ہے

پاسبان شریعت و طریقت، مخدوم الاولیاء و سلطان الاصفیاء حضرت سید مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ ولایت کی تحقیق میں مشائخ کرام کی آراء کو جو مندرجہ ذیل ہیں کشف المحجوب میں قلمبند کیا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو ان رموز کا علم ہو سکے جن کا انکشاف سالکانِ طریقت و حقیقت نے وقتاً فوقتاً کیا ہے۔

حضرت ابو علی جرجانیؒ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی اور مشاہدہ الٰہی میں باقی ہو۔ جب بندہ کے اپنے احوال فنا ہو جاویں تو وہ خدا کے سوا کسی اور سے قرار و سکون نہیں پا سکتا۔ اس لیے وہ اپنے احوال کی خبر کسی دوسرے کو کیسے دے سکتا ہے کیونکہ اپنے حال کی کسی دوسرے کو خبر دینا حبیب کے اسرار کو منکشف کرنا ہے اور کشفِ راز حبیب محبّ کے لیے محال ہے کیونکہ وہ خدا کے سوا کسی اور کو محبوب جانتا ہی نہیں پھر وہ کس لیے احوالِ غیب کا انکشاف کرے نیز جب ولی مشاہدہ میں ہوتا ہے تو مشاہدہ میں غیر کی رویت محال ہوتی ہے جب غیر کی رویت تک نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ سکون و قرار کیسے ممکن ہوگا؟

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ارشاد خداوندی کے مطابق ولی وہ ہے جسے کوئی خوف نہیں ہوتا اس لیے کہ خوف اس چیز سے ہوتا ہے جس سے دل میں کراہت پیدا ہوتی ہے یا اس خیال سے ہوتا ہے کہ محبوب جو اب سامنے ہے غم فراق میں مبتلا نہ کر دے۔ عوام کو اس قول میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب ولی کو نہ کوئی خوف ہو اور نہ

Marfat.com

تولامحالہ ان کی جگہ امن ہوگا، حالانکہ امن بھی انہیں نہیں ہوتا کیونکہ امن غیب کے نہ دیکھنے اور وقت سے منہ موڑنے سے ہوتا ہے۔ یہ تمام اوصاف ان کے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی بشریت کی قطعًا پروانہ نہ کی ہو۔ فکر وغم، امید وامن انسان کے نفس کی جانب منسوب ہیں اور جب نفس مکمل طور پر قابو ہو جائے تو پھر نفس فنا ہو جاتا ہے اور بندہ کی صفت رضا ہو جاتی ہے اور جب رضائے الٰہی پر بندہ قائم ہو گیا تو پھر مشاہدہ الٰہی میں استحکام پیدا ہو جاتا ہے اور خود بخود بندہ تمام احوال سے کنارہ کش ہو جاتا ہے ان مراحل سے گزرنے کے بعد بندہ کے دل پر ولایت منکشف ہوتی ہے اور اس کے معنی باطن پر ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ ولی مخلوق میں مشہور ہوتا ہے لیکن مخلوق کے ساتھ مبتلا نہیں ہوتا۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ ولی اگر پوشیدہ ہوگا تو وہ مشہور ہوگا۔ ان کے نزدیک ولی شہرت سے بچتا ہے کیونکہ شہرت میں فتنہ ہے لہٰذا اس پر حضرت ابو عثمانؒ نے فرمایا اگر ولی کی شہرت ہو جائے تو اس میں کوئی فتنہ نہیں ہوتا اس لیے کہ ولی اپنی ولایت میں صادق ہوتا ہے اور یہ لازم ہو جاتا ہے کہ ولیِ صادق کی وجہ سے زمانہ سے فتنہ دور ہو جائے۔ یہ دونوں مختلف قول اس جانب جاتے ہیں کہ ولی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا کہ وہ ولی ہے اگر پہچانتا ہے تو لازم ہے مشہور ہوگا اور اگر نہ پہچانے تو مفتون ہوگا۔

طالبانِ حق کیسے اولیاء اللہ ہو جاتے ہیں

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے ایک شخص سے کہا: تم چاہتے ہو کہ تم اولیاءِ کرام میں سے ایک ولی ہو جاؤ۔ اس نے کہا خواہش تو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی کسی چیز سے رغبت نہ رکھ کیونکہ دنیا کی طرف راغب ہونا حق تعالیٰ کی جانب سے منہ موڑ کر

Marfat.com

فانی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عاقبت کی شے سے رغبت رکھنا گویا حق تعالےٰ کی طرف سے منہ موڑنا ہے۔ جب بندہ فانی چیز سے کنارہ کش ہوا تو فانی فنا ہو جاتا ہے اور کنارہ کشی نابود ہو جاتی ہے اس کے برعکس جب کنارہ کشی کسی چیز سے باقی ہو تو بقا پر فنا جائز نہیں ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طلب دنیا و عقبیٰ کے ساتھ نہ ہو اور فرمایا کہ اپنے دل کو اللہ کی محبت کے لیے دنیا و عقبیٰ سے خالی کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور جب یہ اوصاف تیرے اندر پیدا ہو جائیں گے تو ولی ہو جائے گا۔

حضرت بایزیدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا ولی کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ یہ اس لیے ہے کہ بندہ کے دل میں حق تعالیٰ کی دوستی جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی اس کے حکم کی دل سے تعظیم کرے گا اور اس کی مخالفت سے دور رہے گا۔ حضرت بایزید سے لوگوں نے ایک بار کہا کہ فلاں شہر میں اولیاء اللہ میں سے ایک ولی رہتا ہے آپ اٹھے اور ان کی زیارت کی غرض سے سفر شروع کر دیا۔ جب آپؒ ان کی مسجد کے پاس پہنچے تو وہ مسجد سے باہر آ رہے تھے اور اپنے منہ سے تھوک مسجد کے فرش پر ڈال دی۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں وہیں سے واپس لوٹ آیا اور اسے سلام تک نہ کیا۔ میں نے کہا ولی کو لازم ہے کہ شریعتؔ[1] کی پاسداری کرے تاکہ حق تعالےٰ اس پر

---

[1]: ایسے ہی عقیدوں کا اظہار حضرت مجدد الف ثانی رح نے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۹۶ میں یوں فرمایا ہے: عقیدہ ۱۱۲ اولیا اللہ: وہ علامت جس سے اہلِ حق، اہلِ باطل سے جدا ہوتے ہیں یہ ہے کہ وہ شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں بیٹھنے سے دل کا رجحان خدا کی جانب تقویت پکڑے۔ یہ علامت نسبت والوں کے لحاظ سے ہے اور بے نسبت اس سے پوری طرح محروم رہتا ہے۔ عقیدہ ۱۱۳ - عوام کے نزدیک تو جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان امر ہے لیکن خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بہت بلند مرتبہ فعل ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ (حاشیہ کا باقی حصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

Marfat.com

ولایت کو محفوظ رکھتے۔ اگر یہ ولی ہوتا تو اپنے منہ سے مسجد کی زمین پر اس کے احترام میں نہ تھوکتا اور اس کے حق کی حفاظت کرتا۔ اسی رات نبی کریمؐ کو میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے آپؐ نے فرمایا اے بایزید جو کام تم نے کیا ہے اس کی برکات تمہیں ضرور حاصل ہوں گی۔ دوسرے دن میں اس درجہ کو پہنچا جہاں آج تم سب دیکھ رہے ہو۔

داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حکایت سنی ہے کہ کوئی شخص ابوسعیدؒ کی خدمت میں آیا۔ اس نے مسجد میں پہلے اپنا بایاں پاؤں داخل کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اسے نکال دو جو شخص دوست کے گھر میں داخل ہونے کا سلیقہ نہیں رکھتا اور بایاں پاؤں پہلے داخل کرتا ہے وہ ہماری مجلس کے لائق نہیں۔ ایک جماعت ملحدین کی ہے جو صوفیا کے ساتھ تعلق رکھ کر کہتی ہے کہ خدمت اتنی کرنی چاہیئے کہ بندہ ولی ہو جائے اس کے بعد خدمت کا بار اٹھ جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا یہ کھلی گمراہی ہے کیونکہ راہِ حق میں کوئی مقام بھی ایسا نہیں جس کے ارکان میں سے کوئی رکن اٹھ جائے۔

صرف عارف حق ہی روحانی نظام میں داخل ہوتا ہے

پیران پیر سلطان العارفین حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ صرف عارف حق ہی

اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ جسم کا زندہ کرنا چونکہ عوام الناس کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے اولیا اللہ نے جسموں سے زندہ کرنے سے منہ موڑ کر اپنی ساری توجہ روحانی طور پر زندہ کرنے میں لگا دی اور طالبین کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ عقیدہ ۱۱۴:- اولیاء اللہ زمین والوں کے لیے امان اور زمانہ کے لیے غنیمت ہیں۔ ان کی گفتگو دوا ہے۔ ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا اور ان سے دوستی رکھنے والا نامراد نہیں رہتا۔

(تجلیاتِ امام ربانی۔ شائع کردہ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔ ص ۶۰۱ - ۶۰۲)

Marfat.com

روحانی نظام میں داخل ہوتا ہے۔ عارف حق وحدانیت کا اقرار کرتا ہے اور اس سے متعلق صحیح علم ہونے کا مدعی بھی ہوتا ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ حق تعالےٰ محدود نہیں۔ وہ کسی مکان میں مکین نہیں۔ وہ روح نہیں کہ جسم کا ضرورت مند ہو۔ جسم نہیں کہ اس کی تالیف اجزا سے ہو۔ وہ کسی چیز میں مدغم نہیں۔ کسی چیز سے اس کو رشتہ نہیں ہر نقصان سے بری ہے۔ ہر نقص سے پاک ہے۔ سب آفات وعیوب سے مبرّا ہے اس کا کوئی فرزند نہیں حیّ وعلیم ہے۔ رئوف ورحیم ہے۔ مرید وقدیر ہے۔ سمیع البصیر ہے۔ وہی کرتا ہے[1] جو چاہتا ہے وہی چاہتا ہے جو جانتا ہے اس کے احکام اٹل ہیں۔ وہی خیر وشر[2] کی قدریں قائم کرتا

---

[1] اسی نظریہ کی عکاسی شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عقیدوں سے بھی نمایاں ہوتی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں: "حق تعالےٰ خیر وشر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے لیکن خیر سے راضی اور شر سے راضی نہیں ہے۔ ارادہ اور رضا کے درمیان یہ ایک بڑا دقیق فرق ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو ہدایت فرماتی ہے۔" دیکھئے: تجلیات امام ربانی۔ شائع کردہ مکتبہ نبویہ۔ لاہور۔ ص ۵۱۹

[2] حضرت داتا گنج بخشؒ سے ارادت وعقیدت جو راقم الحروف کو ہے۔ اس کی پیروی کا اظہار اس کے مضمون زیر عنوان "اسلام میں سیاسی فکر" (اردو ترجمہ) سے بخوبی ہوتا ہے جو پاکستان ٹائمز لاہور، راولپنڈی (میگزین سیکشن) مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۸۳ء کو چھپا اور جس میں قرآن حکیم کی سورت آل عمران ۳- آیت - ۲۶ رب العزت کی شانِ کریمی کا حوالہ دیا گیا ہے جو یوں ہے:

"کہو کہ اے خدا بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

Marfat.com

ہے۔ نفع وزر کا خالق وہی ہے اس کا کوئی حکم حکمت[1] سے خالی نہیں ہمارے سامنے کارخانہ کائنات ہے جس میں بے حد و بے شمار عجیب اور لطیف اشیاء موجود ہیں یہ از خود معرضِ وجود میں نہیں آئیں۔ ہر چیز میں علاماتِ حدث موجود[2] ہیں۔ لامحالہ ان کا کوئی فاعل ہونا چاہیئے جس نے ان کو عدم[3] سے وجود کی صورت دی۔ زمین و آفتاب، سمندر و پہاڑ، دشت و صحرا، حرکت و سکون، موت و حیات، الغرض سب چیزوں کے لیے صفت گر لازمی ہے اور صفت گر بھی ایک اور صرف ایک جو خالق حقیقی ہے خداوند تعالےٰ ہے

---

[1] انہی خیالات کی ترجمانی راقم کے مضمون زیر عنوان "عرب، اسلام سے قبل اور بعد" (اردو ترجمہ) جو پاکستان ٹائمز لاہور۔ راولپنڈی مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۸۲ء و مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۸۲ء کو جو دو اقساط میں چھپا ہوتی ہے اس مضمون کو بھی شانِ کریمی سے قرآن حکیم سورت الناس ۱۱۴۔ آیات ۱۔ ۳ سے آراستہ کیا گیا ہے جو یوں ہے "کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں یعنی لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی اور لوگوں کے معبود برحق کی۔"

[2] ۔ ملاحظہ کیجیے راقم الحروف کا مضمون (اردو ترجمہ: اسلام میں سیاسی فکر) جو پاکستان ٹائمز لاہور، راولپنڈی کی میگزین سیکشن مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۸۳ء میں چھپا۔ اس مضمون میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات قابل غور ہیں۔

"تمہارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی اس کا اذن حاصل کئے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ یہی خدا تمہارا پروردگار ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔" (سورۃ یونس ۱۰: آیت ۳)

[3] "تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہلاک کر چکے ہیں اور ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔" (سورۃ یونس ۱۰، آیات ۱۳۔ ۱۴)

[4] "خدا ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہل بصارت کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔"
(سورۃ النور ۲۴: آیت ۴۴)

ولی اور نبی میں فرق

ولی سے کرامت اور پیغمبر سے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے

حضور سیدنا داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ سچے ولی سے کرامت کا ظہور جائز ہے۔ اس امر پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے۔ کرامت وہ خلافِ عادت قول یا فعل ہے جو کسی ولی اللہ سے تکلیف شرع کی موجودگی میں عمل میں آتا ہے۔ کرامت درست ہے لیکن حدِ معجزہ تک نہیں مثلاً دعا کا قبول ہونا اور مراد کا حاصل ہونا اور اسی قسم کے دوسرے افعال جو عادت کے خلاف ہوں۔ اس لیے کرامت وہ خلاف عادت فعل ہے جو کسی فعل کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ معجزات وہ خلافِ عادت امور ہیں جو کسی پیغمبر کے ہاتھوں ظاہر ہوں۔ اولیاء معصوم نہیں ہوتے۔ عصمت صرف نبوّت کی شرط ہے۔ ولایت کی شرط بندگی پر قائم رہنا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ہر وقت ہر حال تمام مشائخ طریقت اولیاء کرام نبیوں کے پیروکار اور ان کے دعووں کی تصدیق کرنے والے ہیں اور انبیاء علیہ السّلام اولیاء سے افضل ہیں اس لیے کہ جو ولایت کی انتہا ہے وہ نبوّت کی ابتدا۔ تمام انبیاء اولیاء ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں۔ انبیاء انسانی کمزوریوں سے مستقل طور پر پاک ہوتے ہیں اور اولیاء صرف عارضی طور پر۔ اولیاء کا احوال طاری انبیاء کا مستقل مقام ہوتا ہے۔ اولیاء طلب میں گامزن ہوتے ہیں اور انبیاء منزل پر پہنچ کر گوہرِ مقصود حاصل کر چکے ہوتے ہیں اور اس کے بعد دعوت سے خلقت کو راہ حق دکھلاتے ہیں۔ لہذا انبیاء کا ایک سانس اولیاء کی پوری زندگی سے بہتر ہے اس لیے کہ اولیاء جس وقت انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تب وہ مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں اور حجاب بشریت سے خلاصی پاتے ہیں لیکن نبی و رسول کا پہلا قدم ہی مشاہدہ میں ہوتا ہے جبکہ نبی و رسول کی ابتدا ولی کی انتہا ہوتی ہے طالبان حق اور اولیاء اس امر پر متفق ہیں کہ تفرقوں سے نکل کر مقام جمع

Marfat.com

میں ہونا کمال ہے اور اس کی صورت اس طرح ہے کہ جب بندہ کسی ایک درجے کو پہنچتا ہے تو دوستی کے غلبہ کی وجہ سے اس کی عقل نظر کرنے سے مغلوب ہو جاتی ہے اور شوقِ فاعلِ حقیقی سے حیرت میں آ کر کہہ دیتا ہے کہ تمام عالم وہی ہے اور وہ اپنی نظرِ باطن سے دیکھتا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ابو علی رودباریؒ فرماتے ہیں کہ اگر جمالِ جمیلِ دید مجھ سے زائل ہو جائے تو اسمِ عبودیت مجھ سے ساقط ہو جائے اور شرفِ عبادت بغیر دیدارِ یار میسر نہیں اور یہی معنیٰ انبیاء کرام کے ہدایتِ حال کے ہیں کہ ان کی تمام زندگی میں تفرقہ کی صورت پیدا ہی نہیں ہوتی اس لیے کہ ان کی نفی و اثبات اور مسلک و مقطع و اقبال و اعراض و ہدایات و نہایت تمام عین جمع میں ہیں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارے کو دیکھا فرمایا ھٰذا ربی اور چاند و آفتاب کو دیکھا فرمایا۔ ھٰذا ربی۔ اس کی وجہ صرف غلبہ حق تھا جو ان کے دل پر طاری تھا اور وہ اپنی نظر میں کسی غیر کو نہیں دیکھتے تھے۔ تو ان کی ابتدا بھی جمع کے ساتھ تھی اور انتہا بھی جمع کے ساتھ اس لیے کہ ولایت کے لیے ہدایت و نہایت ہے اور نبوت کے لیے نہیں۔ جب علم اللہ میں تھے نبی تھے جب ظاہر ہوئے نبی ہوئے۔

حضرت ابو یزیدؒ سے پوچھا گیا کہ انبیاء کرام کے احوال کس طرح ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ معاذ اللہ ہمیں ان کے حال میں کوئی تصرف حاصل نہیں جس کی تصویر ہم تمہیں دکھا سکیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی نفی و اثبات کو ایک ایسے درجے میں رکھا ہے کہ چشمِ مخلوق وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ تو جس طرح مراتبِ اولیاء ادراکِ خلق سے پنہاں ہیں مراتب انبیاء تصرف و ادراک اولیاء سے پنہاں ہیں۔

باایں ہمہ داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں اولیاء الٰہی مدبرانِ ملک اور احوالِ عالم کے خبر دار اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں اور نظامِ عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل و عقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے پر فائق ہو اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو کیونکہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور ان کی ابتداء حال میں تلوین و سُکر ہوتا ہے اور جب ان کے حال کا بلوغ ہوتا ہے تو وہی تلوین تمکین کے ساتھ متبدل ہو جاتی ہے پھر وہ ولی حقیقتًا ولی ہوتا ہے اور اس کی کرامتیں صحیح ہوتی ہیں۔

اوتاد ہر شب جہاں کی سیر کرتے ہیں

اہل طریقت میں مشہور ہے کہ اوتاد ہر شب تمام جہاں کی سیر کرتے ہیں اور اس سیر میں جو جگہ ان کی نگاہ سے رہ جاتی ہے وہاں لازمی طور پر خلل واقع ہوتا ہے تو وہ اسی وقت قطب مدار کو مطلع کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی توجہ اور ہمت اس طرف مبذول کرے اور وہ خلل و نقصان ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ زائل فرما دے۔

صاحبِ سُکر و صاحبِ صحو

اور جو یہ کہتے ہیں کہ عرفاء کے نزدیک سونا پتھر یکساں ہیں یہ دراصل کیفیت سُکر ہے اور یہ دیدارِ یار میں نادرستی کی علامت ہے۔ یہ حالت اس کے لیے زیادہ بزرگی کی نہیں ہوتی۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ عارف کی نظر میں سونا سونا ہو اور پتھر پتھر مگر ان کی آفات پر نظر ہونا چاہیئے اور اس سے دھوکا نہ کھائے اور یہ کہہ سکے: اے زرد سونے اور سفید چاندی مجھے کیوں فریب و دھوکہ دیتے ہو تمہارے دھوکہ میں نہیں آسکتا، اس لئے کہ میں نے تمہاری آفتوں کو دیکھ لیا ہے لہذا جس نے ان کی آفتوں کو دیکھ لیا وہ اس کے لئے محلِ حجاب نہیں جب وہ ان کو ترک کرنے کو کہتا ہے تو وہ اس کا ثواب پاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب وہ سونے کو پتھر کہتا ہے تو پتھر کو ترک کرنے کی تلقین کئی

Marfat.com

رح درست نہیں ہوسکتی۔

داتا صاحب فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھا نہیں جس وقت حضرت حارثؓ جب تک صاحب سکر رہے فرماتے تھے میرے نزدیک سونا چاندی اور پتھر سب یکساں ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ صاحب صحو تھے۔ دنیا کے قبضہ کی آفات کو بخوبی دیکھا اور اس کو ترک کرنے میں ثواب کا ذائقہ چکھا اور مال و زر سے ہاتھ اٹھالیا یہاں تک کہ نبی کریمؐ نے ان سے فرمایا اے صدیق گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا اللہ و اس کا رسولؐ۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعثمان مغربیؒ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے ابتداءِ حال میں بیس سال عزلت نشینی فرمائی اور ایسے جنگلوں میں رہے جہاں کسی انسان کا گذر تک نہ تھا۔ بوجہ مشقت و مجاہدہ آپ کا جسم گھل گیا اور چشمہائے مبارک سوئی کے ناکہ کی رہ گئیں اور شبیہہ انسانی بدل گئی۔ بیس سال کے بعد حکم آیا کہ اب انسانوں میں صحبت کرو۔ اب آپ نے مکہ معظمہ کا قصد کرلیا۔ مشائخ مکہ کو اپنے کشف سے آپکی تشریف آوری کا حال معلوم ہوگیا۔ استقبال کے لیے حضرت ابوعثمان مغربیؒ کو بالکل متبدل پایا۔ سوائے اس کے کہ رمق جان نظر آتی تھی اور کچھ نہیں۔ سب نے کہا ابوعثمان آپ بیس سال اس حالت میں جئے ہیں کہ آدمی ایسی زندگی سے عاجز ہے۔ ہمیں بتائیں کہ آپ اس جنگل میں کیوں گئے اور آپ نے کیا دیکھا اور اس موت میں کیا حاصل کیا اور اب کس لئے واپس آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں سکر میں گیا تھا اور آفاتِ سکر دیکھ کر ناامید ہوا اور عاجز آکر واپس آیا۔ مشائخ کرام نے کہا آپ کے بعد اب سب پر حرام ہے کہ وہ صحو و سکر کی عبارت پر آئیں۔ اس لیے کہ آپ نے اس کا انصاف پورا کردیا۔ اور آفات سکر کو واضح طور پر دکھا دیا۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا خیال ہو کہ سکر بہ نسبت صحو نزدیکِ فنا ہے تو یہ محال ہے۔

حضرت ابویزیدؒ سے حکایت ہے کہ جب مغلوب الحال ہوکر یحییٰ بن معاذؒ

Marfat.com

نے آپ کو خط لکھا اس شخص کے حال میں کیا حکم ہے جس نے ایک قطرہ بحر محبت سے نہ لیا اور مست ہو گیا۔ حضرت ابو یزیدؒ نے جواب لکھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جس کے لیے تمام دریاء علم شراب محبت بن گیا اور اس نے تمام کا تمام پی لیا اور ابھی تشنگی میں تڑپ رہا ہے۔ اس پر لوگوں کا خیال ہے کہ یحییٰ بن معاذؓ نے سُکر سے عبارت کی اور حضرت بایزیدؒ نے صحو سے۔ اور اس میں اختلاف یہ ہے کہ صاحب صحو وہ ہوتا ہے کہ اسے ایک قطرہ کی تاب نہیں ہوتی اور صاحب سُکر وہ ہوتا ہے کہ مستی میں وہ سب کچھ پی سکتا ہے اور پھر پیاسا رہتا ہے اس لئے کہ شراب آلۂ سُکر ہے اور جنس ہم جنس کے لیے بہتر ہوتی ہے اور صحو اس کی سند کہ وہ پینے سے آرام نہیں پاتا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں "صحو و سُکر مردانِ الٰہی کے قدم رکھنے کی جگہ میں بہ اختلاف علت معلوم ہوتے ہیں اور جب سلطان حقیقت اپنا جمال بے حجاب فرما دیتا ہے تو صحو و سُکر دونوں طفیلی رہ جاتے ہیں اس لیے کہ دونوں صحو و سُکر معنی میں ایک دوسرے کے موصول ہیں اور ہر ایک کی نہایت دوسرے کی ہدایت ہے اور یہ ہدایت و نہایت بھی سوائے اختلافِ نظر کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایک دن حضرت لقمانؒ، حضرت ابو الفضلؒ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھوں میں کاغذوں کا ایک جز لئے ہوئے ہیں۔ لقمانؒ نے پوچھا حضرات ان جزدں میں کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔ حضرت ابو الفضلؒ نے جواب دیا۔ وہی جو تم ترکِ اوراق میں ڈھونڈ رہے ہو۔ عرض کی پھر یہ اختلاف کیوں؟ یعنی میں ترکِ اوراق میں جو ڈھونڈ رہا ہوں آپ اُسے اوراق میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ فرمایا لقمان تم خلاف دیکھتے ہو جب ہی مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ لقمانؒ مستی سے ہوشیار ہو جاؤ اور ہوشیاری سے بیدار رہو تاکہ خلاف ہونے کا جھگڑا ہی اٹھ جائے۔ خبر بھی ہے میں اور تم کیا ڈھونڈ رہے ہیں!! صوفیاء کرام میں جو اختلاف ہے ہم بیان کر چکے۔ منزل دونوں کی مشاہدہ حق ہے اگر خدا توفیق دے۔"

Marfat.com

اولیاء اللہ تاقیامت رہیں گے

حقیقت و ماہیت کے تحت حضرت داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے نہایت جامع الفاظ میں اولیاؔ اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ خدا کے انبیاء اور شہدا ان پر رشک کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ وہ کون ہیں؟ آپ ہمیں ان کی صفات بتائیں تاکہ ہم دیگر مخلوقات سے ان کا امتیاز کرسکیں۔ فرمایا وہ لوگ بغیر اعراض کے ذاتِ خداوندی سے عشق رکھتے ہیں۔ اُن کے چہرے نور توحید سے منوّر ہیں جس وقت تمام لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں ان پر قطعاً کوئی خوف طاری نہیں ہوتا اور ان پر کوئی غم حاوی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہوا و ہوس کی پیروی سے نجات بخشی ہے یہاں تک کہ ان کی محبت و مُودت اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ہے ایسے اولیاء اللہ ہم سے پہلے گذشتہ زمانے میں بھی ہوئے ہیں اس زمانہ میں بھی موجود ہیں اور آئندہ تاقیامت موجود رہیں گے۔ الغرض حکمتِ خداوندی کے تحت جسے وہی خوب جانتا ہے وہ اولیاؔ اپنے آپ ہی سے نہیں بلکہ دیگر مخلوقات سے بھی پوشیدہ رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے[1] وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ یعنی جو لوگ ہماری ذات و صفات کو سمجھنے اور پانے کے لیے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں ضرور صراطِ مستقیم دکھائیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سورۃ العنکبوت - ۲۹ آیت ۶۹ - "اور جنہوں نے جدوجہد کی ہمارے واسطے ہم سوجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکو کاروں کے۔"

نوٹ - مراد ہے راہیں قرب و رضا کی۔

Marfat.com

ہمہ وقت قرب الٰہی حاصل کیے ہوئے تھے۔ گناہوں سے محفوظ و مبرّا تھے۔ عاقبت کی تمام سعادتوں سے یقینی طور پر مشرف تھے۔ بایں ہمہ اتنا مجاہدہ کیا کہ ذکر و عبادت کے لیے بھوکے رہتے اور وصال کے روزے بھی رکھتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی کثرت ریاضت و عبادت پر کئی جگہ تلقین فرمائی کہ عبادت میں تخفیف فرمادیں۔

اس موضوع پر حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں اس پر سب متفق ہیں کہ مجاہدہ قابل تعریف ہے اور اہل طریقت اس کی پاسداری میں مخصوص ہیں اور تمام صوفیوں میں مجاہدہ کا طریق جاری ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ وہ ایک ماہ میں صرف دو مرتبہ کھانا تناول کرتے تھے اور اتنی کم غذا کھانے کے باوجود بھی آپ نے بہت طویل عمر پائی۔ تمام محققین نے مجاہدہ کی روحانی ضرورت و اہمیت کو ثابت کیا ہے اور اس کو مشاہدہ کا سبب گنوایا ہے اس لیے مجاہدہ کے بغیر مشاہدہ ناممکن ہے اور ہر طالب حق کے لیے خدا کا راستہ پالینے میں مجاہدہ بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے کیونکہ مجاہدے بندہ کے افعال ہوتے ہیں اور مشاہدہ خدا کا عطیہ۔

حضرت گنج بخش مزید لکھتے ہیں کہ ایک دن محمد بن علیؒ نے ابوبکرؓ کو کہا کہ میں آج کے دن تجھے اپنے ذکر اور مجاہدہ کی جگہ پر لے جاؤں گا۔ میں نے عرض کیا مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ میں آپ کے ساتھ تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک بہت ویران اور گھنا جنگل نمودار ہوا اس جنگل میں ایک سنہری تخت رکھا ہوا تھا اور ایک سبز و شاداب درخت کے نیچے پانی کا چشمہ جاری تھا۔ ایک آدمی نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے اس تخت پر جلوہ افروز تھا۔ جب محمد بن علیؒ اس کے پاس گئے تو وہ اٹھا اور آپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ جب تھوڑی دیر ہوئی تو ہر طرف گروہ در گروہ آدمی آنے شروع ہو گئے۔ پھر اس شخص نے اشارہ کیا اور فوراً آسمان سے کھانے کی عمدہ چیزیں نازل ہوئیں جو تمام ناظرین نے سیر ہو کر کھائیں۔ بعدازاں محمد بن علیؒ نے اس مرد سے سوال کیا اور اس نے جواب دیا

Marfat.com

اور باہم گفتگو کرتے رہے لیکن میں کسی بات کو نہ سمجھ سکا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اجازت لے کر ترمذ میں واپس ہوئے۔ میں نے عرض کی اے شیخ! وہ جگہ کون سی تھی اور وہ اجنبی مرد کون تھا؟ آپ نے فرمایا۔ تو نے بھی اس ملاقات سے بہت بڑی باطنی سعادت حاصل کر لی ہے۔ وہ جگہ بنی اسرائیل کا ترند جنگل تھا اور وہ مرد قطب مدارِ عالیہ تھا۔ میں نے عرض کی اے شیخ! ہم لوگ ایک گھڑی میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں کیونکر پہنچے؟ فرمایا اے ابوبکر! تجھے کام وہاں پہنچ جانے سے تھا اس کے اسباب پوچھنے اور ممکن اور ناممکن سے بحث کرنے کی کیا ضرورت؟ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ کرامت بھی صاحب کرامت کی صحت حال پر دلالت کرتی ہے اور انہیں ایک برگزیدہ ولی ثابت کرتی ہے۔

نفس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ اولیاءؒ اسے کیسے قابو کرتے ہیں

نفس کیا ہے؟ اس کی شناخت کیسے کی جائے؟ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ نفس کا اظہار خود بخود انسان کے اعمال سے ہو جاتا ہے اور اس ظہور کی دو صورتیں ہیں ایک نیکی کی صورت اور دوسرے بدی کی شکل میں۔ تکبر، حسد، بغض و کینہ کذب و غیبت، بد دیانتی، جھوٹ، مکر، فریب وغیرہ ایسی برائیاں ہیں کہ ان کو بذریعہ ریاضت و مجاہدہ رفع کیا جا سکتا ہے۔ ریاضت ظاہری افعال سے ثابت ہوتی ہے اور توبہ باطنی اوصاف سے۔ نفس کی دو متضاد کیفیات یعنی خیر اور شر کا ظہور ایسا ہے جیسے ایک ہی جہان میں شیاطین اور ملائکہ۔ بہشت اور دوزخ۔ خدا کا لطف و قہر یکجا موجود رہتے ہیں۔ پس "نفس مطمئنہ" ایک ملکوتی نفس ہے جو ذکر اور عبادت سے ریاضت و مجاہدہ سے فروغ پاتا ہے۔ اس کے برعکس "نفس امّارہ" جو انسان کو برائی اور خدا کی حکم عدولی کی ترغیب دلاتا ہے اور جس کے باعث ابلیس راندہ درگاہ الٰہی

Marfat.com

ہوا کے خلاف جہاد تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے اور تمام مجاہدوں کا کمال ہے اس
کے بغیر بندہ خدا کا راستہ نہیں پا سکتا کیونکہ نفس امارہ کی مخالفت ہی بندہ کی نجات
اور درجات کی بلندی کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس نفس
کی مخالفت کا حکم دیا ہے اور ان لوگوں کی مدح و توصیف کی ہے جو اس کے خلاف
جہاد کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو اچھی طرح
پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ پس درگاہِ حق کے طلب گاروں پر واجب
ہے کہ وہ ہمیشہ نفس کے بُرے رجحانات کی مخالفت کریں تاکہ روح و قلب کو توانائی
حاصل ہو اور ایمان و یقین کو استحکام نصیب ہو۔

حضرت سیّد مخدوم علی ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے حکایات میں پایا کہ ذوالنون مصری
فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا اتنا
بلند درجہ آپ نے کس طرح پایا؟ وہ بولا میں نے نفس امارہ کو پائمال کیا۔ تب مجھے یہ رتبہ
ملا اور محمد بن علی الجزیؒ سے روایت ہے کہ میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو اپنے نفس
اور خواہشات کا بندہ رہ کر بھی بیت اللہ شریف کی طرف جاتا ہے۔ وہ پہلے اپنے نفس
کو پائمال کر کے خدا کا قرب و وصل حاصل کیوں نہیں کرتا اور اس کے مشاہدہ سے کیوں مشرف
نہیں ہوتا۔

کشتی میں سوار درویش صاحبِ وقت تھا

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب کے اسی باب میں مندرجہ
ذیل روح پرور واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ "ذوالنون مصری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ
کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں مصر سے جدّہ جا رہا تھا۔ ایک درویش خرقہ پوش بھی
کشتی میں سوار تھا۔ میرے دل میں ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی مگر اس کا رُعب
اس قدر تھا کہ مجھے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی وہ صاحبِ وقت تھا اور کسی

Marfat.com

حال میں عبادت سے فارغ نظر نہیں آتا تھا۔ سفر کے دوران کسی شخص کی جواہرات کی تھیلی گم ہوگئی مالک نے اس درویش پر تہمت تراشی اور لوگ اُسے سزا دینے کے درپے ہوگئے۔ میں (یعنی ذوالنون مصری) نے کہا اُس پر سختی مت کرو مجھے پوچھنے دو۔ میں اُس کے قریب گیا اور نرم لہجہ میں کہا یہ لوگ تمہارے متعلق چوری کا گمان کرتے ہیں اور سختی کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں روکا ہے۔ بتاؤ کیا کروں۔ درویش نے رُو بہ آسمان ہو کر کچھ چپکے سے کہا۔ میں نے دیکھا مچھلیاں سطحِ آب پر آگئیں ہر ایک کے مُنہ میں موتی تھا۔ درویش نے ایک موتی تھام کر اُس شخص کو دے دیا۔ لوگ ابھی دیکھ ہی رہے تھے کہ وہ آب پر اُتر گیا اور چلتا ہوا دُور نکل گیا۔ تھیلی چُرانے والا کشتی میں ہی موجود تھا۔ اُس نے تھیلی پانی میں پھینک دی اور کشتی والے سخت نادم ہوئے۔"

پیرِ طریقت نے ہمّت کی بجائے توکّل کا سہارا لیا۔

اسی ضمن میں حضرت داتا گنج بخشؒ ایک اور دلچسپ واقعہ بیان فرماتے ہیں:

"ایک روز میں اپنے پیرِ طریقت کے ہمراہ بیت الجن سے دمشق جا رہا تھا بارش ہو رہی تھی اور کیچڑ کے باعث بمشکل چلا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پیر صاحب کے کپڑے اور جُوتا خشک رہے۔ میں نے پوچھا تو فرمایا میں نے اپنی ہمت کی بجائے توکّل کا سہارا لیا اور باطن کو حرص و ہوا سے پاک کیا اور میرے مولا نے مجھے کیچڑ سے محفوظ رکھا۔"

وہ پیر بُزرگ اوتاد تھے

اِسی سلسلہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ اپنے ایک ولی اللہ سے متعلق ایک اہم واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں: "فرغانہ کے ایک گاؤں شلانک میں

Marfat.com

اوتاد الارض میں سے ایک پیر بزرگ رہتے تھے لوگ انھیں باب عمرؔ
کہتے اس علاقہ میں سب درویش مشائخ بزرگ کو باب کہتے ہیں۔ اُن
رفیقۂ حیات بنام فاطمہ تھی۔ میں اُن بزرگ کی زیارت کے لیے گیا۔ جب
قریب پہنچا تو پوچھا کیوں آئے ہو۔ عرض کی شیخ کی زیارت کے لیے۔ اور
اس اُمید پر کہ مجھ پر نگاہِ شفقت ہو۔ بزرگ نے فرمایا میں تو خود تمہارے
لیے فلاں دن سے چشم براہ تھا تاکہ میں تجھے دیکھ لوں اور تو اِدھر اُدھر نہ ہو
جائے۔ میں نے حساب لگایا تو یہ دن میری ابتدا توبہ کا دن تھا پھر فرمایا س
بچوں کا کھیل ہے اب آنا ہو تو ہمت سے آؤ۔ شیخ کی زیارت کرنے سے
کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جسمانی قرب بے کار چیز ہے۔ پھر کہا فاطمہ جو موجود ہو
تاکہ یہ درویش کھائے۔ ایک طبق تازہ انگور حالانکہ انگور کا موسم نہ تھا اور
ایک طبق کھجور جو فرغانہ میں نہیں ہوتی میرے سامنے آگئے“۔

اولیاءکرام کی کرامات کا ذکر ایک اور واقعہ سے حضرت داتا گنج بخش
یوں بھی کرتے ہیں: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں مینا میں ابوسعید کے مزار پر
حسبِ عادت بیٹھا تھا۔ ایک سفید کبوتر آیا اور قبر کے غلاف کے اندر چلا
گیا۔ میں سمجھا کسی کا پالتو کبوتر اُڑ کر چلا آیا ہے۔ غلاف اُٹھا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی
نہیں تھا دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی واقعہ نظر آیا۔ مجھے سخت تعجّب ہوا۔
ایک رات شیخ مجھے خواب میں نظر آئے میں نے پوچھا تو انہوں نے
فرمایا کبوتر میری صفائے معاملات ہے جو ہر روز میری جانشینی کے لیے
زیرِ لحد آتی ہے“۔

مندرجہ بالا واقعہ سے اور بے شمار دیگر واقعات سے جو بکثرت کشف المحجوب
میں درج ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ اولیاءاللہ کے مزارات
پر اکثر جایا کرتے تھے اور ان کی دُعاؤں سے فیض یاب ہونے کی ہمیشہ تمنا
رکھتے تھے۔

Marfat.com

حضرت خضر نے ایک ولی کی کتاب تصوّف طلب کی۔

ایک اور پیر طریقت سے متعلق جو اپنے دَور کے ولیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے حضرت داتا گنج بخشؒ بزبان ابو وراق یوں فرماتے ہیں:" ابو وراق کہتے ہیں کہ ایک روز محمد بن علی حکیم ترمذی نے چند اوراق اپنی تصانیف کے نکال کر مجھے دیئے اور کہا یہ دریائے جیحوں میں ڈال دو۔ میں نے باہر آکر دیکھا تو عجیب و غریب تحریر تھی۔ دریا میں ڈالنے کو طبیعت نہ چاہی۔ میں وہ اوراق اپنے گھر لے آیا اور واپس آکر کہہ دیا کہ دریا میں ڈال آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا دیکھا میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا وہ اوراق تم نے دریا میں نہیں ڈالے جاؤ ڈال کر آؤ۔ میں نے سوچا یہ بھلا ایسا کیوں کہتے ہیں کہ دریا میں ڈال دو۔ اور اگر میں دریا میں ڈال دوں گا تو کیا کرامت رونما ہو گی۔ آخر میں نے دریا جا کر اُن صفحات کو دریا کے سپرد کر دیا اُسی وقت پانی کا دھارا پھٹ گیا اور ایک صندوق نمودار ہوا جس کا ڈھکنا اٹھا ہوا تھا جب سب اوراق اُس کے اندر چلے گئے تو ڈھکنا بند ہو گیا اور پانی پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ میں حکیم ترمذی کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ بولے اب تو نے واقعی میرے اوراق دریا بُرد کر دیئے ہیں۔ مَیں نے عرض کی یا شیخ! خدا کے لیے مجھے بتائیں یہ کیا راز ہے۔ فرمایا مَیں نے تصوّف پر کتاب لکھی تھی جو ہر آدمی کے لیے لکھنا دشوار تھا حضرت خضر علیہ السّلام نے یہ کتاب مجھ سے طلب کی وہ صندوق مچھلی لائی تھی اللہ نے پانی کو حکم دیا کہ صندوق خضر علیہ السّلام کو پہنچا دے۔"

Marfat.com

ایک چور ابدال ہوگیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے وقت میں غوثِ اعظم تھے۔ ایک روز ایک چور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے گھر آیا۔ اندھا ہوگیا اور کچھ نہ لے جاسکا۔ اسی اثنا میں جناب خضر علیہ السّلام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی یا غوثِ اعظم ایک ابدال فوت ہوگیا ہے جس کے لیے حکم ہوا ہے مرحوم ابدال کی جگہ پر مقرر کر دیا جائے۔ فرمایاؒ ہمارے ہاں ایک شخص اُمیدوار آیا ہوا ہے اور ہمارے گھر کے ایک کونے میں چھپا ہوا ہے جاؤ اُسے باہر لاکر مرحوم ابدال کی جگہ پر مقرر کر دو۔ حضرت خضر علیہ السّلام اسے باہر لے آئے خدمتِ اقدس میں حاضر کیا وہ شخص ایک ہی نظر میں کیمیا اثر سے بینا ہوکر مرتبۂ ولایت کو پہنچ گیا۔"

وہ لوگ آپ سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں کہ رُوح امرِ ربّی ہے

بیشتر عُلماء۔ حکما اور دانشوروں نے اپنی عقل و فہم کے مطابق رُوح کے موضوع پر قیاس آرائی کی ہے۔ غیر مسلم ادیبوں۔ شاعروں اور فلسفیوں نے بھی رُوح سے متعلق اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ہمارے رسولِ کریمؐ کے دَور میں بھی اکثر کفّار نے اس لطیف موضوع کو چھیڑا ہے۔ اُن کا اندازِ فکر اگرچہ بالکل مختلف ہوتا تھا مگر اپنے مقاصد میں وہ ہمیشہ شر کی طرف راغب ہوتے تھے۔ مکّہ میں ایک بار یہودیوں نے کفّارِ قریش کو اُکسایا کہ وہ رسول اللہؐ

خزینۃ الاصفیا مولانا مفتی غلام سرور لاہوریؒ ۔ ص ۱۰۵

Marfat.com

کے پاس جاکر رُوح کی کیفیت سے متعلق دریافت کریں۔ اُن کو زُعم تھا کہ رسول کریمؐ کے پاس کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ہوگا۔ اس لیے وہ اپنی مخالفت تیز تر کردیں گے۔ چنانچہ نصر بن الحارث رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہُوا اور تحکمانہ انداز میں کیفیت رُوح کی نسبت دریافت کیا کہ وہ سمجھائیں رُوح کیا ہے۔ فوری طور پر وحی نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

"وہ لوگ آپ سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں کہ رُوح امرِ ربی ہے۔"

رسول اللہؐ کا جواب سن کر نصر بن الحارث حیرت زدہ ہو گیا اور کفّار لاجواب ہو گئے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے بھی کشف المحجوب میں اپنے خیالات کا اظہار یہ کہہ کر کیا ہے کہ رُوح بذاتِ خود ایک حقیقت ہے صفت نہیں جب تک جسم میں موجود ہے حکم خداوندی سے حیات آفریں ہے زندگی آدمی کی صفت ہے اور آدمی اس سے زندہ ہے۔ رُوح جسم میں ودیعت ہے۔ رُوح اگر جُدا بھی ہو جائے تو انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ عالم خواب میں روح موجود نہیں ہوتی مگر انسان زندہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کی عدم موجودگی میں عقل و فہم مفقود ہوتے ہیں رُوح ایک جسمِ لطیف ہے جو حکم خداوندی آتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے۔ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پیغمبر اسلام کے فرمان کے مطابق یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا کیا۔ بقول حضرت داتا گنج بخشؒ رُوح ایک قسم کی مخلوق خدا ہے وہ اسے ایک دوسری قسم کی مخلوق سے پیوست کر دیتا ہے اور اس طرح اپنی قدرت سے زندگی پیدا کرتا ہے۔ آگے چل کر انھوں نے شدّت کے ساتھ عقیدہ تناسخ پر ان الفاظ میں مخالفت کی ہے۔

Marfat.com

"یہاں ہمیں اختلاف ہے اُن ملحدوں سے جو یہ کہتے ہیں کہ رُوح قدیم ہے۔ اس لیے ہم اس کی پرستش کرتے ہیں اور اُس کو ہر چیز کا فاعل اور مدبر سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رُوح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے جس قدر خلقت اس گمراہی میں مبتلا ہے شائد ہی کسی اور گمراہی میں ہوئی ہو۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کا ہے گو وہ بیان کرتے وقت مختلف انداز میں بیان کر جاتے ہیں۔ ہند، تبّت اور چین میں یہی عقیدہ مروّج ہے مگر

عوام النّاس کا ردّ و قبول یکساں حیثیت رکھتا ہے

رُوح ایک جسمانی قالب سے دوسرے جسمانی قالب سے منتقل نہیں ہو سکتی جس طرح رُوح کے لیے دو زندگیاں نہیں ہو سکتیں رُوح کے لیے دو جسم نہیں ہو سکتے۔ اگر اس حقیقت پر پیغمبر اسلام کی احادیث نہ ہوتیں اور پیغمبر اسلام کی صداقت مسلمہ نہ ہوتی تو عقلی نقطہ نظر سے رُوح کو صرف زندگی کہا جا سکتا۔ اس کی حیثیت ایک صفت کے ہوتی اور وہ عینی حیثیت سے خارج سمجھی جاتی۔ رُوح کے معاملہ میں ملحدوں کے اقوال باطل ہیں۔ رُوح مخلوق ہے تابع فرمان الٰہی ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے غلط راستے پر ہیں۔ جب ظاہر بینوں نے اس قسم کی حکائت اہل اصول سے سُنی تو خیال کیا کہ سب اہل تصوّف کا یہی عقیدہ ہے۔ وہ سخت غلطی کا شکار ہوئے اور انہیں صریحاً دھوکا ہُوا۔ علم تصوّف کا نور اُن سے مستور رہا اولیاء اللہ کا جمال اُن سے روپوش رہا۔ نورِ حق کی چمک انہیں نظر نہ آسکی۔ یہ یاد رہے کہ بزرگانِ حق اور ساداتِ قوم کے لیے عوام النّاس

Marfat.com

کا رد و قبول یکساں حیثیت رکھتا ہے۔"

قرآنِ حکیم کے مطالعے سے یہ امر مصدقہ ہو جاتا ہے کہ رُوح کی نسبت کئی ایک بلکہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی حکمت سے نوازا ہے۔ مثلاً ہم نے اپنی رُوح آدم کے جسم میں پھونکی یا حضرت مریم کے جسم میں پھُونکی جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رُوح امرِ ربی ہے۔ رُوح ابدی ہے یہ مرتی نہیں۔

رُوح کا مقام ارفع ہے مقصد لطیف اور حسین ہے۔

مارگریٹ سمتھ نے روح سے متعلق اپنی کتاب "دی صُوفی پاتھ آف لو" میں لکھا ہے کہ رُوح لاثانی اور لافانی ہے۔ رُوح کو بذاتِ خود اُس کے زندہ ہونے کے امر سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ رُوح ہر زندہ شے میں جان پیدا کرتی ہے۔ رُوح جسم کی کمزوری یا استواری سے بگڑتی یا سنورتی نہیں۔ رُوح پاک اور متبرک ہے۔ اے۔ جی۔ آربری نے "صُوفی ازم اِن اسلام" میں لکھا ہے کہ رُوح کی موجودگی انسانی جسم کو جلا بخشتی ہے۔ اُس کا مقام ارفع ہے مقصد نہایت لطیف اور حسین ہے۔ انسان کے اندر مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور نیکی کی راہ پر ڈالنا اس کا نصب العین ہوتا ہے۔

قرآن پاک کے احکام، رسولِ کریمؐ کے فرمان، صُوفیاء کرام کے فرمودات و دیگر غیر مسلم محققین کے خیالات سے یہ بات روشن از شمس ہے کہ رُوح لافانی مخلوق ہے۔ امرِ ربی ہے۔ رُوح ایک حقیقت ہے صفت نہیں۔

Marfat.com

باب چہارم

رموزِ علم و عمل

Marfat.com

رموزِ علم و عمل

تصوف اسلام کے عظیم عالم، شہنشاہ فقر و غنا، تقوے و طہارت کے امام سیّد مخدوم علی ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ اس جہان فانی اور اس کی مخلوقات و موجودات کی نقب کشائی قلم مبارک سے اپنی کتاب کشف المحجوب کے مقدمہ میں یوں کر گئے ہیں۔ "اچھی طرح جان لے کہ میں نے اس جہاں کو مقام اسرار الٰہی پایا۔ کائنات عالم کو اس کا مقام اور موجودات و اعیان ثابتہ کو لطائف و اسرار کی رہائش پایا جسے صرف حق تعالےٰ کے محبوب دوست ہی سمجھتے ہیں۔ یہ اعراض و جواہر عناصر و اجرام و بدن و طبائع سب کے سب اسرار الٰہی کے لیے حجاب ہیں۔ بہ لحاظ توحید یہ ثابت کرنا کہ ایسا کوئی حجاب ہے بذات خود شرک ہے۔ حق تو یہ ہے کہ رب العزت نے اس جہان فانی کو جائے حجاب بنایا تاکہ ہر ایک طبیعت اپنے عالم میں فرمان الٰہی سے قرار پائے اور اپنے وجود کو توحید باری تعالےٰ میں ملبوس کرے۔ چونکہ ارواح اس جہان میں وجود انسانی کی رفاقت میں مصروف ہوگئیں وہ مقام اخلاص سے دور ہوگئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرار الٰہیہ بذریعہ عقل سمجھنا محال ہیں۔ انسان اس دنیا کے فریب میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ اس میں اپنی عقل سے پردہ اٹھانے کی جرأت پیدا نہیں ہوتی جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد[1] ہے: قسم ہے محبوب تیرے عصر پاک کی بیشک انسان اپنے عنصر وجود کے حجاب میں آکر معرض زیاں میں ہے اور یہ بھی فرمایا: بے شک وہ بڑا نادان، عاقبت نا اندیش اور جاہل ہے اور پھر حضور سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کو حجابات عنصر پر پیدا فرمایا اور پھر ان پر تزکیہ قلب کے ذریعے اپنے نورِ خاص کی جھلک ڈالی تو پھر یہ حجابات اس جہان میں اس کے لیے افتادِ طبع بن

[1] سورۃ العصر ۱۰۵: آیات ۲-۳

Marfat.com

گئے کیونکہ انسان نے اپنی طبیعت اور اپنی عقل سے اس میں تصرف کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ روح کی صفائی کی بجائے خریدارِ حجابات ہوگیا یہی وجہ ہے کہ انسان انوار کشف[1] سے بے خبر رہ کر ان افعال سے گریز کرتا ہے جو اس کی نجات کا سبب ہیں۔ وہ اسرارِ ربانی کی تحقیق سے لاپرواہ ہے۔ انسان اپنی تعریف سے خوش اور مقام فلاح و نجات سے دور بھاگتا ہے۔ وہ بوتے توحید سے ناآشنا جمال احدیث سے بے بہرہ اور ذوقِ وحدانیت سے بے خبر ہے۔ اس کی ترکیب حجابی مشاہدہ اور تحقیق سے عاجز ہے یہی وجہ ہے کہ وہ حرص و ہوائے دنیا کی طرف رجوع ہے۔"

کشف المحجوب کے پہلے ہی باب میں آپؒ نے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی اہمیت کے پیش نظر فرمایا ہے کہ علم ہی کے ذریعے ایک سالک معرفت کے اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز ہوتا ہے۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے کہ جب وہ مکمل طور پر عامل بھی ہو آپؒ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا تو فرض عین ہے اور علم سے بے نیازی ظاہر کرنا محض کفر۔ عمل علم کا محتاج ہے اور علم عمل کا حاجت مند۔

علم عمل کا محتاج ہے اور عمل علم کا

آپ فرماتے ہیں کہ علماء کی صفت میں رب العزت جل شانہ کا فرمان ہے: بیشک[2] اللہ کے بندوں سے صاحب علم ہی اس کا خوف رکھتے ہیں۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ

[1] کشف کے درجات و مراتب: (۱: کشف نظری: جب سالک پر ارادت و ریاضت سے حقائق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ۲۔ کشف نوری: جب سالک آگے بڑھتا ہے اور نور دل سے ہمکنار ہوتا ہے۔ ۳: کشف سرّی: یہ کشف الٰہی ہے۔ یہاں دنیا کے اسرار و حکمت کا پتہ چلتا ہے۔ ۴: کشف روحانی: اس منزل میں سالک کو بہشت و دوزخ و دیگر عوالم کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ ۵: کشف خفیؔ: یہاں سالک کو عالم صفات خداوندی میں راستہ مل جاتا ہے اور آخری منزل میں مظہر نور خدا ہو جاتا ہے جو مقام حضرت داتا گنج بخشؒ ہے۔ (دانش گاہ پنجاب لاہور: دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۷۔ ص ۲۸۰) [2] دیکھیے حاشیہ اگلا صفحہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان مرد وعورت پر تحصیل علم فرض ہے۔ نیز ارشاد نبوی ہے: علم حاصل کرو اگرچہ چین سے دستیاب ہو۔ واضح رہنا چاہیئے کہ اقسام علم بے حد ہیں مگر انسان کی عمر نہایت قلیل۔ اس لیے تمام علوم کا سیکھنا لوگوں پر فرض نہیں ہے جیسے علم نجوم، طب حساب اور نادر وعجیب صنعتیں وغیرہ۔ مگر ان علوم میں سے اتنا حاصل کرنا لازمی ہے، جو شریعت کے لیے ضروری ہے۔ مثلاً علم نجوم جس سے دن رات کے اوقات وصوم وصلوٰۃ کے اوقات پہچانے جا سکیں۔ علم طب اس قدر ضروری پڑھا جائے جس سے انسانی صحت کی حفاظت مختلف امراض سے بخوبی ہو سکے۔ اسی طرح ریاضی اس قدر ضروری ہے جس سے فرائض کی ادائیگی آسانی سے ہو سکے۔ پس علم اس قدر فرض ہے جس پر عمل ہو سکے حق تعالیٰ نے ایسے علم کی مذمت فرمائی ہے جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ علوم بے منفعت سے متعلق ارشاد باری ہے[1]: "وہ ایسا علم سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے اور نفع نہ پہنچائے"۔ اب باخبر رہنا چاہیئے کہ تھوڑے سے علم کے لیے بھی عمل بہت درکار ہے لہٰذا ضروری ہے کہ علم عمل کے ساتھ منسلک ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے علم عبادت گزار اس گدھے کی مانند ہے جو آٹے کی چکی سے بندھا ہو کہ وہ گدھا ہر چند کہ چلتا پھرتا اور بھاگتا ہے لیکن وہ اپنی ہی جگہ چکر میں رہتا ہے اور کچھ مسافت طے نہیں کرتا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گروہ دیکھا کہ وہ عمل پر عمل کو فضیلت دیتا ہے اور ایک جماعت دیکھی ہے جو عمل پر علم کو مقدم رکھتی تھی اور درحقیقت یہ دونوں غلطی پر تھے اس لیے کہ عمل بغیر علم عمل نہیں کیونکہ عمل، عمل جب مانا جاتا ہے جبکہ اس کا علم ہو۔ عمل کنندہ جانے کہ اس عمل سے ہمیں یہ ثواب یا درجہ ملے گا جیسے نماز اور

---

[1] قرآن سورہ ۲ آیت ۱۰۲۔ اس آیت کریمہ نے عہد سلیمان یاد کرایا ہے جب یہودی جادوگری سے نقصان کی تدبیریں کرتے بسا اوقات میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کے لیے لوگوں کو جادو سکھاتے۔ ایسے علوم ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے۔

Marfat.com

اس کی صحت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ نماز پڑھنے والا احکام طہارت کا علم نہ حاصل کرے اور جب تک پانی کے پاک ہونے کا علم نہ ہو جائے وضو صحیح نہیں ہو سکتا۔ قبلہ کی سمت کا علم نہیں تو نماز درست نہیں۔ اسی طرح جب تک نیت کے معنی اور اس کی حقیقت کا علم نہ ہو نماز بے کار ہے۔ اسی طرح اگر ارکان نماز کا علم نہ ہو تو نماز درست نہیں ہو سکتی۔ تو ثابت یہ ہوا کہ عمل علم سے قریب ہوتا ہے تو وہ جاہل جو علم کو عمل سے علیحدہ کر رہا ہے اور علم کو عمل پر فضیلت دے رہا ہے محض باطل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم کا وجود بغیر عمل نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے[1]: یعنی ایک جماعت انہی سے ہے جنہیں اللہ کی کتاب عطا ہوئی ہے مگر انہوں نے کتاب کو ایسا پس پشت ڈال دیا کہ وہ اس کتاب سے جاہل ہیں گویا رب جلالۂ نے عالموں کا نام علماء کی جماعت سے بے عمل ہونے کی وجہ سے نکال دیا۔ اگرچہ پڑھنا، یاد کرنا، یاد رکھنا اور یاد کیے ہوئے کی محافظت کرنا یہ بھی ایک عمل ہے کہ اس سے بھی بندہ کو اجر کا مستحق مانا جاتا ہے مگر جبکہ علم کا حکم اس کے اعمال کے خلاف ہو تو اسے اس کو یاد کرنے کا کچھ ثواب نہیں ملتا۔

داتا صاحبؒ حضرت انس بن مالکؓ کا فرمان سناتے ہیں کہ علماء کا خزانہ معلومات علم ہے اور جہلا کا خزانہ علم محض روایات کا نقل کر دینا۔ اس قسم کی باتیں عالموں سے دور ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم کو ذریعہ جاہ و عزت نہیں بناتے اور جو علم کے ذریعے جاہ طلبی اور دنیاوی جاہ و جلال کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ ایسی لوازمات میں ملوث رہ کر اہل علم سے کوئی مرتبہ حاصل نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ علم کے بغیر خدا تک رسائی نہیں ہو سکتی اور لطائف و اسرار ربانی کو سمجھنا ناممکن ہوتا ہے۔ صرف علم کی برکات سے ہی انسان مقامات ربانی کا مشاہدہ کر سکتا ہے اس ضمن میں داتا صاحبؒ فرماتے ہیں

---

[1] قرآن پاک۔ سورۃ ۲ (البقرہ) آیت ۱۰۱۔

Marfat.com

کہ علم کے معنی کسی چیز کو جاننے کے ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ علم اپنے جاننے والے کے عقیدہ وعمل پر کوئی اثر ڈالے یا نہ ڈالے۔ لیکن معرفت کے معنی اس علم کے اپنے جاننے والے کی زندگی کا ایک جزو لاینفک بن جانے کے ہیں۔ معرفت حاصل ہو جانے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ آدمی کے عقیدہ وعمل سے لے کر اس کے عادات وخصائل تک زندگی کا کوئی گوشہ اس کے علم کے تقاضوں کے خلاف ہو۔ گویا عالم اپنے علم کو اپنی زبان سے بیان کرتا ہے اور عارف اپنے حال سے۔

علم کے اقسام، علمِ الٰہی و علمِ خلق

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ علم کی دو اقسام ہیں۔ ایک علم الٰہی، دوم علم خلق (دنیاوی)، بندہ کا علم بمقابلہ علم الٰہی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ کا علم اس کی صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور اس کی صفات کی کوئی حدود نہیں اور ہمارا علم یعنی مخلوق کا علم ہماری صفت ہے اور صفت خلق مخلوق کے ساتھ قائم ہے۔ لہٰذا علمِ خلق محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تمہیں جو علم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ قلیل ہے۔" بہترین جامع معنی علم کے یہ ہیں: "علم ایک ایسی صفت ہے جس سے جاہل عالم ہو جاتا ہے۔" اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: اللہ تعالےٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔" علم الٰہی ایک ایسی صفت ہے جس سے وہ تمام موجوداتِ کائنات ومعدومات کو جاننے والا مانا گیا ہے اور ایسا عالم مانا گیا کہ اس جیسا عالم ہونے میں مخلوق کا کوئی جزو رب العزت کا شریک نہیں ہو سکتا۔ اس علم ذاتی کی تجزی بھی نہیں ہو سکتی اور نہ یہ علم اس کی ذات سے کبھی جدا ہو سکتا ہے اس علم پر اس کی ترتیب فعالی دلیل ہے اس لیے کہ ہر فعل بحکم علم ظہور پذیر ہوتا ہے اور علم الٰہی کی یہ شان ہے کہ اسرار کے ساتھ لاحق ہے اور اظہار کے ساتھ محیط مطالب

۱؎ قرآن سورۃ ۲ (البقرہ) آیت ۲۳۱

Marfat.com

کو چاہیئے کہ اس کے مشاہدہ میں عمل کرے یعنی وہ اعتقاد رکھے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کے ہر فعل کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔

عورت نے کہا میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکتی

کشف المحجوب کی پہلی فصل میں آپؒ ایک حکایت یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک رئیس اپنے باغ میں گیا اور اس کی آنکھ اپنے ملازم کی حسین عورت پر پڑی اور اس کے عشق میں فوراً مبتلا ہوگیا۔ اس رئیس نے اس کے خاوند کو کسی کام کے لیے باہر بھیج دیا اور اس عورت کو کہا کہ تمام دروازے بند کر دو۔ اس عورت نے کہا کہ میں تمام دروازے بند کر سکتی ہوں مگر ایک دروازہ بند نہیں کر سکتی۔ رئیس نے کہا کہ ان دروازوں کے علاوہ اور کون سا دروازہ ہے جسے تو بند نہیں کر سکتی۔ اس عورت نے کہا کہ وہ دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان ہے۔ یہ سن کر رئیس پشیمان ہوا اور اس نے اپنے اس فعل قبیح سے توبہ کی۔ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں سے اور اس کے فعلوں سے علم حاصل کرتا ہے اور اس علم پر عمل کر کے عالم باعمل ہو جاتا ہے۔ وہ ہر وقت اللہ اور صرف اللہ سے ہی ڈرتا ہے۔ اس عورت کو اگر ایک عارف کے مقام پر دیکھا جائے تو بجا ہے اور اس رئیس کو جاہل اور بے علم کہا جائے تو بالکل روا اور واجب ہوگا۔

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کیے ہیں اور دنیا کے تمام علوم سے آزاد ہوں۔ لوگوں نے پوچھا، حضرت وہ چار علم کون سے ہیں؟ فرمایا: پہلا علم تو یہ ہے کہ میرا رزق جتنا میرے لیے مقسوم ہے کم یا زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے میں زیادہ کی تلاش سے بے پرواہ ہوں۔ دوسرا علم یہ کہ مجھ پر میرے رب العزت کے ایسے حقوق ہیں جو میرے سوا دوسرا ادا نہیں کر سکتا تو میں ان حقوق کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا ہوں۔ تیسرا علم یہ ہے کہ میرا ایک طالب ہے جسے موت کہتے ہیں اس سے چھٹکارا ممکن نہیں اس

Marfat.com

لیے میں ہر وقت موت کو لبیک کہتا ہوں + چوتھا علم یہ کہ میرا پروردگار ہر لمحہ مجھے دیکھ رہا ہے اور ناکردہ فعل سے اجتناب کرتا ہوں اور ہر ایسے فعل سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں جس کی وجہ سے قیامت کے دن شرمندہ ہونا پڑے۔

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ علم خلق وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے جس وقت علم کی ضرورت ہو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی اس کا حاصل کرنا لازم ہے اس علم کی دو اقسام ہیں۔ ایک کا نام علم اصول ہے اور دوسرے کا نام علم فروع۔ ظاہر علم اصول میں کلمہ شہادت اور باطن علم اصول میں تحقیق معرفت یعنی معرفت حق تعالےٰ میں کوشش و جستجو کرنا ہے۔ ظاہر علم فروع میں لوگوں سے معاملہ کی درستگی اور باطن علم فروع میں نیت کا صحیح و درست رکھنا ہے۔ اس میں سے ہر ایک کا قیام بغیر دوسرے کے محال ہے کیونکہ ظاہر حال بغیر باطنی حقیقت کے نفاق ہے۔ اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ ہے اور ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوس ہے۔

شریعت و حقیقت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح سے تصدیق اور اقرار ایک دوسرے سے علیحدہ دو الگ چیزیں ہیں اسی طرح سے شریعت و حقیقت بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں اور جب بندہ پر حقیقت منکشف ہو جائے تو شریعت کی پابندیاں اس سے اٹھ جاتی ہیں۔ اس کے بعد پھر آدمی کے لیے شریعت[1] کی پابندی اور پیروی کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن ایسی باتیں کہنے والے لوگ بے دین اور ملحدوں کا گروہ ہیں۔ شریعت اور حقیقت میں سے کسی ایک کا

---

[1] سورۃ المائدہ: آیت ۴۸۔ اے پیغمبر ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ سورہ الشوریٰ ۴۲: آیت ۱۳۔ "اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو

Marfat.com

قیام دوسرے کے بغیر نہ روا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جس طرح سے نہ تو اقرار کے بغیر محض تصدیق ایمان ہوتا ہے اور نہ ہی تصدیق کے بغیر محض اقرار ایمان ہوتا ہے اسی طرح سے حقیقت کے بغیر ظاہری اتباع شریعت محض ریا اور نفاق رہے اور ظاہر میں اتباع شریعت کے بغیر دعوائے حقیقت سراسر زندقہ اور الحاد ہے۔ اقرار اور تصدیق کی طرح شریعت اور حقیقت بھی لازم و ملزوم ہیں۔ کسی ایک کا قیام دوسرے کے بغیر ممکن نہیں۔ شریعت کی مثال ایک جسم کی ہے تو حقیقت کی مثال اس کے اندر روح کی ہے جس طرح روح اور جسم کے اتصال سے ہی انسان وجود میں آتا ہے اسی طرح سے حقیقت اور شریعت کے باہمی اتصال سے ہی دین ظہور پذیر ہوتا ہے۔ نہ شریعت حقیقت سے الگ کوئی شے ہے اور نہ حقیقت کا شریعت سے الگ کوئی وجود ہو سکتا ہے۔

علمِ حقیقت (دین) کے ارکان

علم حقیقت (دین) کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ نے اس کو تین ارکان میں تقسیم کیا ہے۔

۱ : خداوند تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت کا علم۔

۲ : اللہ تعالےٰ کی صفات اور اس کے احکامؔ کا ذکر

۳ : حق سبحانہٗ تعالےٰ کی حکمت اور اس کے فعلوں کا علم

پھر آپؒ نے علم شریعت کے تین اہم ذرائع کا ذکر کیا ہے۔ وہ ہیں :

(۱)؛ قرآن (۲) سنّت اور (۳) اُمّت کا اجماع

مندرجہ بالا علوم کی اقسام پر آپ نے کشف المحجوب میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور بُرہان صادقہ سے خدا کی صفتوں، اس کے فعلوں اور اس کے رسولؐ

Marfat.com

کی سنت اور امت کے اجماع کو ثابت کیا ہے۔
آپؒ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔" ایمان کی تعریف یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات پر اس کی یگانگت پر اس کے تمام رسولوں پر، تمام صحف سماوی پر، تمام ملائکہ پر، قیامت کے دن پر اور حشر ونشر پر، قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے اور حساب لیے جانے پر اعمال کی جزا اور سزا پر اور بہشت اور دوزخ پر اور تقدیر پر کامل اور سچا ایمان لائے۔
تمام اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمانِ کامل کا یہ مطلب ہے کہ مندرجہ بالا تمام باتوں پر سچے دل کے ساتھ ایمان لائے۔ بغیر اللہ کی اطاعت، اور فرمانبرداری کے بندہ کی نجات نہیں ہو سکتی اور جب تک احکام الٰہی کی اطاعت نہ کی جائے صرف معرفت کے لیے تصدیق کافی نہیں ہوتی۔ آپؒ نے اللہ تعالےٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی اطاعت اور پیروی کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہر مومن مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کے احکامات کی کبھی بھی خلاف ورزی نہ کرے۔ صوفی خواہ تصوف کے بلند ترین مقام پر پہنچ کر اسرار تصوف سے کتنا ہی آشنا کیوں نہ ہو جائے اس کو احکام شریعت سے روگردانی نہیں کرنی چاہیئے۔
ایمان کی تعریف اور تشریح کے بعد حضرت داتا گنج بخشؒ نے توحید کے موضوع پر بڑی مدلل اور مفصل بحث فرمائی ہے اور قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں فرمایا کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے اور توحید کے ضمن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ تم میں سے پہلے ایک شخص نے حفظِ توحید کے علاوہ کوئی نیک

Marfat.com

کام نہیں کیا تھا اس نے مرنے سے پیشتر اپنے عزیز واقارب کو یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے جسم کو جلا کر آدھی راکھ دریا میں بہا دینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا تاکہ میرا کوئی نشان باقی نہ رہے چنانچہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزا نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالےٰ نے پانی اور ہوا کو حکم دیا کہ قیامت تک اس بندہ کی راکھ کو محفوظ رکھنا ضائع نہ کرنا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس بندے کو زندہ کر کے دریافت فرمائے گا کہ تو نے اس قسم کی وصیت کیوں کی تھی۔ وہ بندہ جواب میں عرض کرے گا۔ اے باری تعالیٰ میرے پاس کوئی اعمالِ صالح نہیں تھے میں نے اپنی زندگی میں کوئی نیک کام نہ کیا تھا اس وجہ سے اپنی بداعمالیوں کی بنا پر مجھ کو تیرے سامنے پیش ہونے اور عاجز ہوتے ہوئے شرم آتی تھی اس لیے میں نے ایسا کیا تھا۔ یہ جواب سن کر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو بخش دیں گے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصل چیز انسان کی زندگی میں عقیدہ توحید اور حفاظت توحید ہے اور اس کی بناء پر اللہ تعالےٰ ایک گنہگار کے گناہ بھی معاف فرما دیں گے۔

اللہ تعالےٰ اپنے ذات وصفات میں واحد و یکتا ہے۔ اس کے کاموں اور حکموں میں نہ کوئی اس کا مثل ہے اور نہ کوئی شریک ہے اس کی ہستی لامکان ہے۔ دائمی و ابدی ہے۔

فضیلتِ صوم و صلوٰۃ

حضرت داتا گنج بخش رحؒ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ نماز کے لغوی معنی ذکرِ الٰہی کرنا اور احکام الٰہی کی اطاعت کرنا ہے اور اللہ تعالےٰ نے جو پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو نماز کی ادائیگی کے لیے پانچ شرائط کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جسم ظاہری اور جسمانی آلودگی سے پاک و صاف ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ

Marfat.com

ل اور خواہشات نفسانی سے باطن اور قلب پاک و صاف ہوں۔ جسم کے کپڑے پاک وں۔ روزی حلال کی ہو اور جس جگہ نماز ادا کی جائے وہ جگہ پاک ہو اور منہ قبلہ کی رف ہو۔ ظاہری قبلہ جس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں وہ خانہ کعبہ ہے لیکن طنی قبلہ عرش معلیٰ ہے جس سے مشاہدہ حق مقصود ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کہ ایک کھولتی ہوئی دیگ یں سے نکلتی ہے اور حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اللہ تعالےٰ کے ڈر اور خوف سے آپ کا بدن کانپنے لگتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ جس کی امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑ بھی نہیں اٹھا سکتے اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا ہے

جب حضرت حاتم اصمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز ادا کرنے سے پہلے ظاہری اور باطنی وضو کرتا ہوں۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے کرتا ہوں۔ پھر جب نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو مسجد حرم کا مشاہدہ کرتا ہوں اور جب سجدہ کرتا ہوں تو دو آبروؤں کے درمیان مقام ابراہیمی کا مشاہدہ کرتا ہوں اور میرے نزدیک نماز میں ذات باری تعالےٰ کا مشاہدہ اور اس کے مشاہدہ کی لذتوں میں محو ہونا ضروری ہے۔ میں جب تکبیر کہتا ہوں تو بڑے ادب و احترام کے ساتھ کہتا ہوں اور عزت کے ساتھ قیام کرتا ہوں۔ اور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رکوع میں جاتا ہوں اور عاجزی اور توقیر کے ساتھ نماز میں بیٹھتا ہوں اور خداوند تعالیٰ کی ثناء اور تعریف کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔

حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ نے فرمایا کہ بزرگان دین اور اولیائے کرام اپنے مریدوں کو تاکید کرتے تھے کہ وہ دن رات میں چار سو رکعت نماز ادا کریں جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جسم و روح کو نماز پڑھنے کی عادت ہو جاتی تھی اور نماز کے ساتھ انس اور رابطہ پیدا ہو جاتا

Marfat.com

تھا۔ اور جب اہلِ استقامت حضرات کو بارگاہِ ایزدی میں قبولیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ بطور شکریہ کے نماز پڑھا کرتے ہیں۔

فضیلت شبِ معراج

نماز کے ضمن میں ہی کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کمال محویت کا عالم طاری ہوتا اور آپ راحت کے طالب ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سے فرمایا کرتے "اے بلال اذان دو تاکہ ہم نماز کے ذریعے آرام اور اطمینان حاصل کریں اور اس کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج قربِ خاص میں پہنچے اور دنیاوی قیود سے نفس آزاد ہوا اور آپ عالمِ مادی سے بالکل بے تعلق ہو گئے تو آپؐ نے بارگاہ قدس میں عرض کیا کہ اے اللہ! اب جب کہ تو نے مجھے دوبارہ مادی دنیا میں بھیج کر علائق دنیا میں مبتلا نہ کرنا لیکن بارگاہِ حق سے ارشاد ہوا کہ ہمارا حکم یہی ہے کہ آپ دنیا میں واپس جا کر اسوۂ حسنہ سے دین و شریعت کی تبلیغ کریں اور یہی سرور و کیف جو آپ کو یہاں حاصل ہوا ہے وہی دنیا میں حاصل ہو گا۔ چنانچہ معراج سے واپسی پر جب آپؐ کے دل کو عرشِ معلیٰ اور معراج کی روحانی لذت و کیف کی خواہش ہوتی تو حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ، سے فرمایا کرتے تھے اے بلال ہماری روح کو نماز سے سکون اور راحت بخشو اس لیے کہ آپ کی نماز بمنزلہ معراج کے ہوتی تھی اور آپ کو نماز میں وہی وجد و کیف و سرور حاصل ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ قرب الٰہی کی نعمتوں سے سرشار ہو کر آپ کی نماز آپ کے لیے ٹھنڈک بن جاتی تھی اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ شروع ماہ رمضان سے ماہ شوال کا چاند

Marfat.com

دیکھنے تک ایک ماہ کے مکمل روزے اہتمام اور پابندی کے رکھنا ہر عاقل و بالغ مسلمان
پر فرض ہیں اور تزکیہ باطن کے ساتھ روزانہ روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے اور روزے
کے لیے کئی شرائط ہیں۔ ان میں پہلی شرط یہ ہے کہ پیٹ کو زیادہ کھانے پینے سے
آنکھوں کو ہر ناجائز چیز کے دیکھنے سے، کانوں کو غیبت، جھوٹ اور لغو باتیں سننے
سے، زبان کو بے ہودہ گوئی سے اور تمام بدن کو خلافِ شرع کاموں سے احتراز
کرنا چاہیئے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار
کو اپنی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور تمام بدن کے اعضاء کو ممنوع اور حرام کاموں سے
باز رکھنا چاہیئے اور جو روزہ کی حالت میں حرام اور ناشرع کاموں سے پرہیز نہیں
کرتے اُن کے بارے حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگوں کو روزہ رکھ کر سوائے
بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نبی کریمؐ کی حضرت داتا صاحبؒ کو نصیحت

حضرت سیّد مخدوم علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپؐ مجھ کو نصیحت فرمائیے۔ حضور پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے حواسِ خمسہ کو اپنے قابو میں رکھا کر اور فرمایا کہ
سب سے بڑی ریاضت حواسِ خمسہ کو غیر شرعی باتوں اور کاموں سے باز رکھنا ہے
اور ایمان اور تقویٰ کی سلامتی کا یہی ذریعہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے مزید فرمایا کہ روزہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان صرف
روزہ رکھ لے اور روزہ کی جو شرائط ہیں ان کو پورا نہ کرے بلکہ شرعی طور پر اصل
روزہ وہ ہے کہ انسان روزہ کی حالت میں نفسانی خواہشات سے اجتناب کرے
اور محرمات سے قطعاً پرہیز کرے اور جو لوگ فرضی روزہ کو توچھوڑ دیتے ہیں اور اس

Marfat.com

کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نفلی روزے پابندی سے رکھتے ہیں، ان پر بڑا
تعجب ہے۔

روایت ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جس دن پیدا ہوئے، اس
دن شام تک آپ نے دودھ نہیں پیا گویا اس طرح آپ اس روز روزہ سے رہے
اور جس دن آپ کا انتقال ہوا اس دن بھی آپ کا روزہ تھا۔ آپ مہینہ میں صرف
ایک مرتبہ کھانا کھایا کرتے تھے اور رمضان کے مہینہ میں عید تک کچھ نہیں کھاتے
تھے۔ لیکن یہ طاقت اور قوت تائید ربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ عام لوگ ایسا نہیں کر سکتے
حضرت داتا گنج بخشؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ ابونصر سراج رمضان
کے مہینے میں بغداد تشریف لے گئے اور مسجد شونیزیہ میں ایک الگ حجرہ میں قیام فرمایا
آپ روزانہ رات کو تراویح میں پانچ کلام پاک سنایا کرتے۔ روزانہ رات کو آپ کا کھانا
حجرہ میں رکھ دیا جاتا۔ جب آپ عید کے روز عید کی نماز کے واسطے تشریف لے گئے
تو اس روز آپ کے حجرہ میں تیس روز کا کھانا موجود تھا۔ سید مخدوم علی ہجویریؒ
ایک اور روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھم کے بارے میں یہ
حقیقت ہے کہ آپ سارا رمضان کچھ نہیں کھایا کرتے تھے اور باوجود موسم گرما کے
دن بھر محنت مزدوری کرتے اور جو کچھ آپ کو دن بھر کی مزدوری ملتی اس کو درویشوں
میں تقسیم فرما دیا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ باوجود کوشش کے
کسی نے آپ کو کھاتے پیتے اور سوتے نہیں دیکھا۔

حضرت داتا صاحبؒ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ہمارا ایک مدعی علم سے مقابلہ
ہوا جو بجائے علم کے کلاہ رعونت وخود پسندی سر پر لیے پھرتا تھا اور اس خصلت کا
نام اس نے علمیت رکھ چھوڑا تھا۔ خواہشات نفسانیہ کو متابعتِ سنت رسول کہتا تھا۔
موافقت شیطانی کو سیرت آئمہ کی پیروی کہتا تھا۔ دورانِ گفتگو کہنے لگا کہ ملاحدہ کے بارہ

Marfat.com

فرقے ہو گئے ہیں۔ انہی میں سے ایک فرقہ متصوفین کا ہے۔ ہم نے کہا: اگر ایک فرقہ صوفیوں کا انہی بارہ میں سے ہے تو گیارہ فرقے تم میں سے ہوئے۔ پھر جب ایک فرقہ سے تم اپنے آپ کو بچا سکتے ہو تو صوفی ان گیارہ سے اپنے آپ کو کیونکر نہیں محفوظ رکھ سکتے درحقیقت یہ سب زمانہ کے پرآشوب ہونے کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کی ایک جماعت کو مخلوق سے چھپا کر رکھا ہے اور سب سے جدا رکھ کر ان کی محافظت فرمائی ہے۔ کیا خوب شیخ المشائخ آفتاب مریداں حضرت علی ابن مندار صیرفیؒ نے فرمایا ہے دلوں کا فساد زمانہ اور اہل زمانہ کے فساد کے مطابق ہوتا ہے۔ اب ہم اقوال مشائخ کرام بتلاتے ہیں تاکہ خبردار ہو جاؤ کہ ان صوفیا کرام پر اللہ تعالےٰ کی کیسی صادق اور سچی عنایتیں رہی ہیں اور ان کے منکرین کیسے عذابوں میں مبتلا ہوئے۔

حضرت محمد بن فضل بلخی نے فرمایا "علوم تین قسم کے ہیں۔ اوّل علم اللہ کی طرف سے۔ دوسرا اللہ تعالےٰ کے فضل کی معیت سے، تیسرا اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ۔ علم باللہ وہ علم معرفت ہے جو تمام انبیاء کرام اور اولیائے عظام کو حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ عارف الٰہی بنتے اور عرفان الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ جب تک یہ معیت الٰہی حاصل نہ ہو تمام ذرائع جدوجہد منقطع رہتے ہیں۔ جب تک علم باللہ حاصل نہ ہو درجہ عرفان حق کا حصول محال ہے۔ علم من اللہ وہ علمِ شریعت حق ہے کہ اس نے اپنے فرمان اور احکام کا ہمیں مکلف بنایا ہے اور جو زبان انبیاء سے ہم تک پہنچا۔ علم مع اللہ وہ علم ہے جو مقامات وطریق حق اور بیانِ درجہ اولیائے کرام ہے۔ پس اس کی معرفت بغیر پیروی شریعت صحیح نہیں اور پیروی شریعت بغیر مقامات رشد وہدایت جانے درست نہیں ہوتی۔

حضرت بو علی ثقفیؒ نے فرمایا: "علم حیاتِ قلب ہے جہالت کی موت سے اور چشم یقین کا نور ہے کفر کی ظلمت سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کو علمِ عرفان حاصل نہیں اس کا دِل

Marfat.com

ظلمت جہل سے مردہ ہے اور جسے علم شریعت حاصل نہیں اس کا دل نادانی کی بیماری میں مریض ہے۔ کفار کا دل مُردہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ ذاتِ واجب تعالیٰ جل شانہٗ کے عرفان سے جاہل ہیں اور اہل غفلت کا دل بیمار ہے اس وجہ سے وہ فرمان ہائے رسول سے بے خبر ہیں۔

حضرت ابوبکر وراق رحؒ ترمذی نے فرمایا: جس نے علم کلام یعنی عقائد و علم توحید کی عبادت پر قناعت کی اور زہد و تقویٰ حاصل نہ کیا وہ زندقہ میں پڑ گیا اور جس نے شریعت اسلامیہ بلا پرہیزگاری کے حاصل کیا وہ حدودِ احکام سے نکل کر فاسق ہو گیا اس سے مقصد یہ ہے کہ بغیر علم و مجاہدہ و تجرید کے توحید محض جبر ہے۔ ایسا موحد قول میں جبری اور فعل میں قدری کہلاتے گا۔ جب تک کہ اس کی روش قدر و جبر کے درمیان درست نہ ہو انہی بزرگ نے ایک مقام پر فرمایا ہے توحید کا مقام جبر سے کم اور قدر سے اُونچا ہے۔

حضرت ابویزید بسطامیؒ فرماتے ہیں "میں نے تیس سال مجاہدہ کیا مگر مجھے کوئی چیز سخت ترین محسوس نہ ہوئی سوائے علم اور اس کے اتباع کے" آگ پر قدم رکھنا طبیعت گوارا کر سکتی ہے مگر علم کے موافق اطاعت کرنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے پل صراط پر سے جاہل ہزارہا بار گزرنا گوارا کر سکتا ہے مگر اسلامی احکام کے ایک مسئلہ کو سیکھ کر اس پر عمل کرنا مصیبت اور بلا ہے۔ جہنم میں خیمہ لگا کر بیٹھنا آسان ہے اس سے کہ ایک مسئلہ شرعی پر مکمل طور پر عمل کرنا۔ لہٰذا چاہیئے کہ علم حاصل کیا جائے اور اس پر عمل کرنے کی ارادت ہو اور یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ بندہ جب علم میں درجہ کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ علم الٰہی کے مقابلہ میں ایک جاہل کا درجہ پاتا ہے پس لازم ہے کہ بندہ وہاں تک علم حاصل کرے اور حقائق جانے جہاں تک وہ نہ جانتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی بندگی کے سوا کچھ جان ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

فقر اور فقیر سے متعلق علم

کشف المحجوب کے دوسرے باب میں آپؒ نے فقیر کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ظاہری اسباب کا مالک نہ ہو اور کچھ نہ ہونا اس کی کسی چیز میں خلل انداز نہ ہو۔ اگر اس کے پاس ظاہری اسباب معیشت اور دنیاوی ساز و سامان ہو تو وہ اُس کے ہونے سے اپنے آپ کو مال دار نہ سمجھے اور نہ ہونے سے محتاج و غریب نہ سمجھے یعنی مال و دولت کا ہونا یا نہ ہونا اس کی نظر میں یکساں و برابر ہو بلکہ فقیر جتنا محتاج اور تنگ دست ہوتا ہے اسی قدر اس پر باطنی اسرار و رموز کا انکشاف زیادہ ہوتا ہے فقر یہ ہے کہ اگر اس کے فقر کو دونوں جہانوں سے تولا جائے تو اس کے فقر کا پلڑا بھاری رہے اور دونوں جہان اس کی نظر میں مچھر کے برابر بھی حقیقت نہ رکھتے ہوں اور فقیر کی ایک سانس دونوں عالم میں نہ سما سکے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے شاگرد ابوسعید ہجویری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "دنیا کے معاملات میں بقدر ضرورت دلچسپی لے اور فرائض حیات کی بجا آوری کر لیکن دنیا کی لگن میں ہمہ وقت مستغرق ہو کر کہیں خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جانا کہ یہ بھی شرک کی ایک صورت ہے۔ کسی کا دل تجھ سے رنجیدہ نہ ہو۔ حاکم وقت جو اپنے ملک کے ظلم وستم کی بیخ کنی کرنے والا عدل و انصاف کو محکم کرنے والا اور رعایا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اور آرام پہنچانے والا ہو اس کی اعانت کر لیکن کسی بھی بادشاہ یا حاکم کی مدح و توصیف کسی دنیاوی غرض کے لیے نہ ہو۔ آپ نے امراء و سلاطین کو تنبیہہ کی کہ ظلم وستم ان کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ علماء کی خرابی طمع و لالچ سے پیدا ہوتی ہے اور فقراء کی بربادی جاہ طلبی ہے۔"

Marfat.com

خطرناک حجاب

آپؒ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ حقائق و معارف کے بہت سے نکات ہیں جو اللہ تعالےٰ کے دوستوں اور اس کی درگاہ کے عزیزوں کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے۔ ان رموز سے ناواقف رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے دل پر دو قسم کا پردہ ہوتا ہے ایک رینی اور ایک غینی۔ آپ فرماتے ہیں کہ رینی وہ حجاب ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگنا چاہیئے کیونکہ اسی حجاب کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے "مہر لگا دی ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر۔" اس حجاب میں وہ لوگ آتے ہیں جن کو حق سے انکار اور باطل کے اختیار کرنے سے دلی محبت ہے اور یہ حجاب انسان کے لیے بہت خطرناک ہوتا ہے۔ دوسرا حجاب غینی ہے تربیت اور توجہ سے یہ حجاب جلدی دور ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کی طبیعت ہے تو حجاب میں اور بظاہر وہ حقائق اور معارف سے ہے بھی دُور لیکن فی الواقع اس کی طبیعت میں حق کی طلب ہے وہ صرف غفلت میں ہے اور کسی وقت مرشد کامل کے مل جانے سے وہ صفائی قلب اختیار کر سکتا ہے

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ سخی وہ ہوتا ہے جو بخشش اور عطا میں تمیز کرے اور جو کرے اس میں کوئی سبب بھی ہو اور یہ بخشش عطا کے مقامات کی ابتدا ہے۔ جواد وہ ہوتا ہے جو تمیز نہ کرے اور اس کا ایسا کرنا کسی بے غرضی کے ساتھ ہو۔ اس کی مثال میں حضرت داتا صاحبؒ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ مہمان کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے ایک دن ان کے گھر ایک مہمان آیا اس سے کہا کہ دوسرے مذہب کے مہمان کے لیے میرے پاس روٹی نہیں ہے حق تعالےٰ نے فرمایا جس شخص کو مَیں نے ستر سال تک پالا ہے اے ابراہیم تو اس کو

Marfat.com

ایک وقت کی روٹی دینے سے نفرت کرتا ہے۔ جُود کی مثال میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ان کے پاس جب حاتم کا بیٹا آیا تو انہوں نے اپنی چادر اس کے نیچے بچھا دی تھی اور فرمایا جب کسی قوم کا سخی بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔ غرض کہ آپؐ نے نبوت کی چادر کو ایک کافر کا فرش بنایا اور یہ جُود کی شان تھی۔ اسی طرح خداوند تعالےٰ کو تمام امتیں عالم کہہ سکتی ہیں لیکن عاقل یا فقیہہ نہیں کہتیں اس لیے کہ خدا کا مرتبہ ان سے بہت بلند ہے۔

جلالی اور جمالی توبہ کا علم

آپ فرماتے ہیں کہ سالکانِ حقیقت کا پہلا مقام توبہ ہے اور اس پر حضرت داتا گنج بخشؒ نے طویل بحث کی ہے اور نکات وارشادات بیان کیے ہیں۔ توبہ کیا ہوتی ہے؟ توبہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ توبہ کر کے پھر بدی پر اگر انسان مائل ہو جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ توبہ کرنے والوں کے لیے حکم خداوندی کیا ہے؟ گنہگار اور گناہ کا ارادہ کرنے والے میں کون کم قصور وار ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ گناہ کا ذکر حسرت سے ہوتا ہے یا ارادہ سے جب کوئی حسرت اور ندامت سے اپنے گناہ کو یاد کرے تو وہ توبہ کرنے والا ہوتا ہے اور جو ارادہ سے گناہ کو یاد کرے وہ گنہگار کیونکہ گناہ کرنے میں اتنی آفت نہیں ہوتی جتنی گناہ کا ارادہ کرتے رہنے سے جو جاری رہتا ہے۔ توبہ ایک جمالی بھی ہوتی ہے اور ایک جلالی بھی اور اس کا نام توبۃ الانابت اور توبۃ الاستحیاءٗ ہے انابت کے تو معنی ہیں کہ بندہ خدا کے عذاب کے خوف سے توبہ کرے اور استحیاء کا مطلب ہے کہ بندہ ادھر اپنے گناہوں کو دیکھے ادھر اس کے لطف وکرم اور دریائے رحمت کو اور خود ہی شرم سے غرق ہوتا جائے۔ جو توبہ خوف کی وجہ سے ہو وہ جلال کے کشف سے ہوتی ہے اور جلالی کہلاتی ہے اور جو

Marfat.com

حیا اور شرم کی وجہ سے ہو وہ جمال کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور جمالی کہلاتی ہے۔

جب حضرت داتا گنج بخشؒ غزنی سے لاہور جلوہ فرما ہوئے تو آپ کے ساتھ دو اور بزرگ بھی تھے۔ ایک تو خواجہ احمد سرخسیؒ جو سرخس کے رہنے والے تھے اور دوسرے ابو سعید ہجویری جو آپ کے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابو سعید ہجویری کا حال اس سے زیادہ کچھ اور معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کو حضرت نے کئی جگہ مخاطب کیا ہے اور آپ ہی کے استفسارات کے جواب میں لاجواب کتاب کشف المحجوب عالم وجود میں آئی۔ دوسرے خواجہ احمد سرخسیؒ ہیں۔ ان سے ایک دفعہ آپ نے پوچھا تیری توبہ کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ کہا: ایک مرتبہ میں سرخس سے روانہ ہوا۔ ایک مدت تک ایک جنگل میں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا اس دن میں بہت خوش ہوتا جب میں بھوکا رہ کر اپنے حصّہ کی خوراک کسی مسافر یا راہ گیر کو دیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک شیر آیا۔ زور سے دھاڑنا شروع کر دیا۔ گرد و نواح کے درندے لومڑی، گیدڑ اور بھیڑیے وغیرہ آ گئے۔ ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور پھر ایک بلندی پر چلا گیا۔ شیر کے جانے کے بعد سب جانور اونٹ کا گوشت مزے سے کھانے لگے اور خوب سیر ہو کر چل دیئے۔ پھر شیر نیچے اترا اس غرض سے کہ آپ بھی کچھ کھا لے اتنے میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اسی طرف آ رہی تھی۔ شیر لومڑی کو دیکھ کر پھر واپس چلا گیا اور جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر نے بھی آ کر تھوڑا سا کھا لیا۔ میں دور سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ شیر میرے نزدیک آیا اور خدا کے حکم سے گویا ہو کر کہنے لگا: اے احمد! لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ تو مرد ہے تجھ سے جوانمردانہ ایثار ہی مناسب ہے۔ احمد سرخسیؒ نے کہا جب شیر سے یہ بات میں نے سنی تو مجھ پر ایثار اور توبہ کے اسرار کھلے اور میں نے دنیا کے تمام شغلوں سے توبہ کر لی اور یہی میری

Marfat.com

توبہ کا ابتدائی دن تھا۔

سیر و سیاحت و مجاہدات داتا صاحبؒ

حصول علم کے لیے حضرت داتا گنج بخش نے مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کی۔ عہد شباب کا بیشتر حصہ سفر و سیاحت کے تجربات اور عجائبات قدرت کے مشاہدات میں گزارا آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو بے وطنی اور مفلسی فقیر بناتی ہے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں: سنا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز فقیر کی بات کہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ فقیروں کو معرفت کیسے میسر آتی ہے۔ اصحاب نے عرض کیا یا حضرت! خدا بہتر جانتا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لائے۔ "روئے زمین پر سفر کر کے دیکھو جھٹلانے والے کا انجام کیا ہوا ہے۔"

یہ بات ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ مرید اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ سیر و سیاحت کے لیے علم دین کی تکمیل کے لیے نکلا کرتے تھے آپ نے بھی اس دستور کو اپنایا اور اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ اور خود اکیلے بھی سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ تکالیف و مصائب برداشت کیے۔ ریاضتوں اور مجاہدوں میں حصّہ لیا۔ سلوک اور معرفت کی منازل طے کرنے میں جو صعوبتیں آپ نے برداشت کیں آپ کی کتاب کشف المحجوب میں جابجا ان کا ذکر ملتا ہے۔ مسلسل سفر میں رہنے کے باوجود کبھی بھی نماز باجماعت ترک نہ کی اور ہر جمعہ کو کسی قصبہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے قیام کرتے۔

آپ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہدہ وہ ہے جس نے پروردگار عالم کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کیا۔ اس طرح آنحضرتؐ نے یوں فرمایا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد اکبر کیا ہے۔ فرمایا مجاہدہ نفس۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدہ نفس کو جہاد

Marfat.com

پر فضیلت دی ہے اس لیے نفس کی مخالفت کرنے میں بہت تکالیف و مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اولیاء اللہ ریاضت و مجاہدات اس لیے کرتے ہیں کہ اصلاح نفس ہو سکے اور سرکش و باغی نفس کو قابو میں لایا جائے تاکہ وہ گناہوں کی طرف راغب نہ کر سکے۔ حضرت داتا گنج بخش ؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالعباسؒ صاحب وقت تھے انہوں نے فرمایا "ایک دن میں باہر سے گھر لوٹا تو دیکھا کہ ایک زرد رنگ کا کتا گھس آیا ہے لیکن جونہی اسے باہر نکالنے کا ارادہ کیا وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور شیخ ابوالقاسم گورگانی جو آج کل قطب کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اپنے ابتدائے حال کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نفس کو سانپ کی صورت میں دیکھا۔ سیر و سیاحت کے دوران آپ کو جن صبر آزما حالات اور احوال و مقامات سے گزرنا پڑا اور جن جن حوادث سے دوچار ہونا پڑا ان سے آپ کی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ انہیں ریاضت و مجاہدات اور صفائی قلب کی بدولت آپ کو قرب رسولؐ نصیب ہوا اور آپ نے دو مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور ہدایت پائی۔ یہی مجاہدات و ریاضات کا کرشمہ ہے۔

حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ غزنی اور اس کے مضافات سے ابتدائی علوم کی تکمیل کے بعد فرغانہ، خراسان، اور النہر کے مکاتب میں تحصیل علوم کے لیے گئے۔ اس کے بعد آپ نے اسلامی ممالک کا رخ کیا۔ آپ کے ہمراہ احمد حماد سرخسی تھے۔ آذربائیجان ترکستان، عراق، قہستان، فارس، کرمان، خورستان، مدائن، طبرستان، بسطام، نیشاپور سرخس، جبل السلام، طرس وغیرہ بھی آپ تشریف لے گئے۔ ان تمام علاقوں کے علماء فضلاء اور اولیائے کرام سے ملے اور فیض حاصل کیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ فقط خراسان میں تین سو مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔ کشف المحجوب

Marfat.com

ہیں آپ نے اس ضمن میں آذربائیجان کے سفر کا حال اس طرح لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ آذربائیجان، کے پہاڑوں میں پھر رہا تھا کہ وہاں ایک درویش کو دیکھا جو نہایت دردمندی سے اشعار پڑھ رہا تھا۔ اشعار پڑھنے کے بعد اس کا رنگ بدل گیا اور وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور میرے دیکھتے دیکھتے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ماورالنہر کے سفر کا حال یوں بیان کیا ہے کہ احمد حماد سرخسی نے اپنے رفیق سفر سے دریافت کیا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ فرمایا کیوں؟ کہا کہ میں اپنے آپ سے غائب رہتا ہوں اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو ایسے رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حور سے بہتر سمجھتا ہوں پس میں دل کے شغل سے بہتر اور کوئی شغل نہیں سمجھتا۔

رسول کریمؐ کو داتا صاحبؒ کے دل کی کھٹک معلوم ہو گئی

حضرت داتا گنج بخشؒ سفر شام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مزار کے سرہانے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں اور ایک بوڑھے شخص کو گود میں لیے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا خدمت اقدس میں پہنچا۔ پائے اقدس کو بوسہ دیا اور دل میں قیاس کرنے لگا کہ یہ عمر رسیدہ کون ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے دل کی کھٹک معلوم ہو گئی۔ ارشاد ہوا یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ایک اور سفر کا حال یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ترکستان میں دیکھا کہ سرحد اسلام کے نزدیک ایک شہر میں ایک پہاڑی تھی جس کے اندر آگ لگ گئی تھی اس کے دہکتے ہوئے پتھروں سے نوشادر ابل ابل کر باہر آ رہا تھا اس آگ میں ایک چوہا

Marfat.com

تھا جو اس آگ میں زندہ رہ سکتا تھا اگر اس کو باہر نکال لیا جاتا تو ہلاک ہو جاتا۔

اسی طرح آپ غزنی سے لاہور کے سفر میں ایک جگہ زہر قاتل کے اندر ایک کیڑا دیکھا جو صرف اسی میں زندہ رہ سکتا تھا۔ اگر اس کیڑے کو زہر سے نکال لیا جائے تو مر جاتا ہے۔

سفر طوس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے طوس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ اپنے مکان کی مسجد میں بالکل تنہا ہیں اور ایک ستون سے ہم کلام ہیں۔ میں نے عرض کیا اے شیخ! آپ یہ بات کس کو سنا رہے ہیں۔ فرمایا اے بیٹے ابھی ابھی اللہ پاک نے اس ستون کو مجھ سے ہم کلامی کی قوت عطا فرما دی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے سوال کیا اور میں اس کا جواب دے رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ کب اولیاء کرام سے ہم کلام ہوتا ہے؟

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ مرو میں دو بزرگ رہتے تھے ایک کا نام مسعود تھا اور دوسرے کا بو علیؒ تھا۔ شیخ مسعود نے حضرت بو علیؒ سے کہلا بھیجا کہ اس طرح چالیس دن کا اعتکاف کریں کہ کھانا بالکل نہ کھائیں گے۔ اس کے جواب میں شیخ بو علیؒ نے شیخ مسعودؒ کو کہلا بھیجا کہ ہم اس طرح اعتکاف کریں گے کہ دن میں تین دفعہ کھانے کے باوجود چالیس دن تک ایک ہی وضو سے رہیں گے اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔

بہر حال بزرگان دین اور اولیائے کرام چلہ کشی کی حالت میں ذکر و عبادت اور ریاضت اور مجاہدہ میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ یہ لوگ اہل راز ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ان کو ایسی باطنی قوتیں عطا کی ہیں کہ وہ ذاتِ خداوندی کے ساتھ مکاشفہ، مشاہدہ اور مکالمہ کر سکتے ہیں اور جب وہ کلام الٰہی اپنے کانوں سے سننا چاہتے ہیں بحالتِ مراقبہ

Marfat.com

چالیس روز تک بھوکے رہتے ہیں اور اس کے درمیان پابندی کے ساتھ مسواک استعمال کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ مخفی طور پر ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور ان کے دل و دماغ کو اپنی تجلیات سے روشن اور منور فرماتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے صوفیا کرام کو چاہیئے کہ وہ چالیس روز کچھ نہ کھائیں تاکہ ان کی بشری خصوصیات مغلوب ہو جائیں۔ ان کے قلوب کو جلا و لطافت حاصل ہو اور وہ مقام ولایت کے بلند مراتب پر فائز ہو سکیں

آداب حج برائے عوام و عارفان حق

آپؒ فرماتے ہیں کہ ارکان اسلام اور فرائض میں حج کی ادائیگی بھی فرض عین ہے بشرطیکہ بندہ مسلمان، بالغ، عاقل ہو اور صاحب استطاعت ہو فرمایا حج کے آداب کی بجا آوری لازمی اور ضروری ہے۔ حاجی کو بغیر احرام باندھے حرم میں نہیں جانا چاہیئے اور جب احرام باندھا جائے تو تمام نفسانی خواہشات اور دنیاوی معاملات سے اجتناب کرنا اور بچنا چاہیئے۔ نیز آداب احرام میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زبان یا ہاتھ کے ذریعے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد وہاں سے مزدلفہ اور مشعر الحرام میں جانا چاہیئے۔ پتھر اٹھانا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ منا میں تین دن قیام کرنا اور شرائط کی پابندی کے ساتھ پتھر پھینکنا اور وہیں پر سر کے بال منڈوانا اور قربانی دینے کے بعد کپڑے پہننا یہ سب حج کے آداب عوام کے لیے ہیں۔ ایک عارف حق کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے تمام محرمات اور ممنوع چیزوں سے اور خواہشات نفس سے توبہ کرے۔ عارف کے دل میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی محبت اور الفت جاگزین نہ ہو اور میدان عرفات میں قیام معرفت کے بعد محبت اور عشق کے جذبہ سے سرشار ہو کر مزدلفہ جائے اور جب طواف کرے تو خود کو خدا

Marfat.com

کے حرم میں لے جائے اور جب منا میں جائے تو حرص اور خیالاتِ فاسدہ کے پتھر پھینکے اور مجاہدہ کی قربان گاہ میں اپنے نفس کو قربان کر دے۔ اس طریقہ پر حج کرنے سے عارف تمام شیاطین اور ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہ کر مقام ابراہیمی میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص حج کر کے حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس گیا۔ آپؒ نے دریافت فرمایا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا حج کر کے آ رہا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے واقعی حج کیا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے اس شخص سے کچھ سوالات کیے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو نے گھر سے حج کے لیے کوچ کیا تھا تو اس وقت تو نے گناہ سے کوچ نہیں کیا تھا۔ تو نے گھر سے نکلنے کے بعد جس جس منزل میں قیام کیا اگر تو نے ساتھ ساتھ راہِ خدا کے مقامات کو طے نہیں کیا تو تو نے سفر حج کے منازل کو بھی طے نہیں کیا۔ جب تو نے احرام باندھا اور جس طرح وہاں پر کپڑے اتارے تو اگر تو نے کپڑوں کے ساتھ اپنی بشری صفات کو علیحدہ نہیں کیا۔ گویا تو نے احرام ہی نہیں باندھا۔ جب تو عرفات میں کھڑا ہوا اور تجھ کو مجاہدہ کے کشف سے واقفیت نہیں ہوئی تو تو عرفات میں بھی کھڑا نہیں ہوا۔ جب تو نے صفا اور مروہ کی سعی کے دوران بارگاہِ خداوندی کے جمالات کو نہیں دیکھا تو تو نے طواف بھی نہیں کیا۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ تو نے حج کے آداب و شرائط کو پورا نہیں کیا اور دوبارہ حج کو جا کر باقاعدہ حج ادا کر تاکہ تو خانہ کعبہ میں پہنچ کر مقامِ ابراہیم علیہ السلام تک رسائی کرلے۔ حج کا یہ مطلب نہیں کہ حاجی بیت اللہ کا دیدار کر کے اور پتھروں کی زیارت کر کے گھر واپس آ جائے بلکہ حج کا مقصد مشاہدہ اور مکاشفہ ہے وہ شخص بہت نادم ہوا اور اقرار کیا کہ آئندہ ان بنیادی اصولوں کی پیروی حج کے دوران ضرور کرے گا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے تصدیق

Marfat.com

کرائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں میری تصدیق مطلوب نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تمہارے ہر فعل میں تائید ربانی ہونا چاہیئے۔ آپ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی اور وہ بامقصد حصول علم کے بعد رخصت ہوا۔

باطنی نعمتوں کی زکوٰۃ

حضرت داتا گنج بخش رح نے فرمایا کہ زکوٰۃ صرف مال اور پیسہ ہی پر واجب نہیں بلکہ ہر نعمت پر اس کی ادائیگی فرض ہے چونکہ زکوٰۃ کی روح اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ کسی شخص کے پاس دوسو درہم ہوں تو اس پر پانچ درہم واجب ہیں اور بیس دینار پر نصف درہم۔ اسی طرح جاہ و منزلت کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا لازم ہے انسان اگر کسی بلند مرتبہ پر فائز ہو تو چونکہ یہ بزرگی اور فضیلت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس لیے اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیئے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام چیزوں پر زکوٰۃ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر مال و نعمت کی زکوٰۃ فرض کی ہے اسی طرح تمہاری جاہ و منزلت کی بھی زکوٰۃ تم پر فرض ہے اور تمہارے گھر کی زکوٰۃ اچھی مہمان داری ہے۔ صحت اور تندرستی بھی خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے اور تندرستی کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جسم انسانی کے تمام اعضاء خداوند تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہیں اور چونکہ باطن اور رُوح تمام نعمتوں سے افضل ہیں اس کی زکوٰۃ کا حق بھی ادا ہونا چاہیئے اور اس کی زکوٰۃ کثرت ذکرِ الٰہی اور عرفانِ نفس ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل طریقت اور عارف کے نزدیک جس طرح ظاہری نعمتوں کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اسی طرح باطنی نعمتوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ باطنی اور روحانی نعمتوں کی زکوٰۃ حفظِ توحید، کثرتِ ذکرِ الٰہی

Marfat.com

اور تزکیہ نفس ہے۔

غیر ممالک کے محققین کا خراجِ تحسین

غیر ممالک کے محققین نے حضرت داتا گنج بخشؒ کے وسیع مطالعہ، قابلیت اور بصیرت کو تسلیم کیا ہے۔ لینن گراڈ میں کشف المحجوب کے روسی ایڈیشن میں ان کتابوں کی فہرست درج ہے جو آپؒ کے زیر مطالعہ تھیں اور یہ سب کتابیں، مستند کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان میں سے چند کتابوں کے نام اور مصنف مندرجہ ذیل ہیں:

۱ : بیان آداب المریدین مؤلفہ محمد بن علی ترمذی
۲ : تاریخ اہل صفا مؤلفہ عبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی
۳ : تصحیح الارادہ مؤلفہ جنید بغدادی
۴ : الرعایہ بحقوق اللہ مؤلفہ احمد بن خضرویہ
۵ : تاریخ المشائخ مؤلفہ محمد بن علی ترمذی
۶ : کتاب اللمع مؤلفہ ابونصر سراج
۷ : مراۃ الحکما مؤلفہ شاہ بن شجاع کرمانی

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار کتابیں حضرت داتا گنج بخشؒ کے زیر مطالعہ رہیں۔ آپ نے کشف المحجوب میں متعدد علماء اور مشائخ کے نام لیے ہیں جن کی تصانیف و خیالات پر آپ نے مختصر مگر جامع تبصرے فرمائے ہیں۔

انگلستان کے آرائے نکلسن نے ۱۹۱۱ء میں کشف المحجوب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔ اس نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مصنف کا انداز اوّل تا آخر ایک معلّم کا ہے جو اپنے شاگرد کو ہدایت کر رہا ہو۔ مصنف کا بیان اس امر کا شاہد ہے کہ یہ ایک عالم کا بیان ہے جسے تصوف پر بھی عبور حاصل ہے اور جو عالم اور صوفی ہونے

Marfat.com

ے علاوہ ایک صاحب طرز ادیب بھی ہے۔ بقول نکلسن کوئی قاری کشف المحجوب سے
س وقت تک لطف اندوز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان پس پردہ عالمانہ لفظیات و
راکیب بندی کا صحیح اندازہ نہ کر سکے جو خالص ایرانی رنگ و بو سے لبریز، اور
لسفیانہ انداز بیان سے مزین ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا کہ رینالڈ نکلسن
نے حضرت علامہ اقبال کی کتاب "اسرار خودی" کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس
کتاب کو یورپ والوں سے متعارف کرایا۔

علاوہ ازیں مارٹن لنگرا ے جی آربری۔ اے۔ جی براؤن۔ ڈی۔ ایم میتھن نے
بھی کتابوں میں کشف المحجوب کے بے شمار حوالے دیتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا
ہے کہ ان غیر مسلم محققین نے حضرت داتا گنج بخش رح کی اس بے مثال کتاب سے خوب
استفادہ کیا۔ مارگریٹ سمتھ نے اولیائے کرام کی تصانیف سے حوالے دیتے ہوئے
کشف المحجوب کے متعلق لکھا ہے کہ پردوں کو بے پردہ کرنے والی یہ تصنیف فارسی
کی قدیم ترین اور لاجواب کتاب ہے جس میں مخدوم علی ہجویری رح نے نظریہ تصوف
کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی نظریات بھی پیش کیے ہیں۔

روس کے شہرہ آفاق ماہر شرقیات پروفیسر ژدکووسکی نے سالہا سال کی تحقیق
کے بعد ایک مستند نسخہ فارسی زبان میں ترتیب دیا اور اس پر روسی زبان میں ایک
دیباچہ لکھا۔ یہ کتاب مصنف کی وفات کے بعد سوویت گورنمنٹ نے ۱۵ مارچ ۱۹۲۶ء
کو شائع کی۔ کشف المحجوب کا یہ ایڈیشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے
اس کتاب کے دیباچہ میں مصنف نے یوں اعتراف کیا ہے۔ جوں جوں کشف المحجوب
کو پڑھتا ہوں توں توں میرے دل میں روحانی جذبہ موجزن ہوتا ہے اور میں یہ
تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ مخدوم علی ہجویری رح ایک لاثانی عالم ہیں جو ایک بلند پایہ
مفکر اسلام ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ژدکووسکی کا یہ نسخہ جو فارسی زبان میں ہے

Marfat.com

دی آنا، لینن گراڈ اور تاشقند کے قدیم ملفوضات کی بنا پر مرتب کیا گیا جس سلیس فارسی زبان میں یہ نسخہ مرتب ہوا وہ ان دنوں سمرقند، بخارا اور تاشقند میں بولی جاتی تھی۔ اس کتاب سے نہ صرف روسیوں نے بلکہ عالم اسلام کے ادیبوں نے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور حضرت داتا گنج بخش ؒ کی یہ لازوال کتاب خاص طور پر روس کے ادبی حلقوں میں خوب متعارف ہوئی۔

Marfat.com

باب پنجم

رموزِ ادب

Marfat.com

رموزِ آداب

زبدۃ العارفین حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا ہے کہ دین اور دنیا کے تمام امور کی زیب و زینت ادب سے وابستہ ہے اور ہر مقام کے حصول کے لیے ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا اشد ضروری ہے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی پہچان یہ ہے کہ مومن کے آداب اچھے اور عمدہ ہوں اور باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ادب کی تلقین کی ہے حضرت داتا گنج بخشؒ نے احادیث پاک کو بیان کرتے ہوئے دین و دنیا کے کاموں کی مقبولیت بیان فرماتے ہوتے آداب کو مقدم رکھا ہے۔ آپ نے تصوف کی بنیاد آداب کے اصولوں پر عمل کرنے اور تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی ہے۔ اور جو لوگ اصول آداب کی پرواہ نہیں کرتے اور احکام الٰہی کی پابندی نہیں کرتے ان کا طریقت اور تصوف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو شخص آداب کا لحاظ اور پابندی نہیں کرتا وہ درجہ ولایت حاصل نہیں کر سکتا اور جو ادب اختیار نہیں کرتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے انحراف برتتا ہے۔ اس دنیا میں رہ کر جس طرح انسان زندگی کے ہر شعبہ میں آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔ تاکہ نافرمانی یا گستاخی سے کام بگڑ نہ جائے، اسی طرح ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اولیاء کرام کے ساتھ ادب کو پیشِ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر باطن سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ کسی جگہ اور کسی مقام پر بھی انسان خداوند تعالیٰ سے چھپ

Marfat.com

کر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے ایک مومن کو اپنے معبودِ حقیقی کے واسطے جو آداب ہیں اُن پر پوری پوری پابندی سے عمل کرنا چاہیئے اور احکام الٰہی کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے وقت یہ کبھی نہ بھولا جائے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور ہمارا کوئی فعل حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے شب معراج کے واقعہ کو بصیرت افروز بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اس سارے واقعہ کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شروع سے آخر تک آداب خداوندی اور آئین احدی کا کس قدر احترام کیا ہے۔ اور یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو حضورؐ پاک کی سُنّت کا پاس کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابو یزیدؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کو تصوف و معرفت میں یہ بلند مقام کس طرح حاصل ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ خُدا تعالیٰ کی صحبت کے آداب کو بجا لانے سے یہ مراتب حاصل ہوئے ہیں۔ اس لیے حضرت داتا گنج بخشؒ کی کتاب کشف المحجوب سے اہم ارشادات جو آداب کے موضوع پر انہوں نے فرمائے ہیں۔ اگر ان کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو انسان منزلِ مُراد پر گامزن ہو کر کامیاب اور کامران ہو سکتا ہے۔

آدابِ سوال و ترکِ سوال

اِس موضوع پر آپؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہ کرنا چاہیئے اور بجز اس کے کسی کو حاجت روا نہیں سمجھنا چاہیئے کیوں کہ سوال کرنا حق تعالیٰ سے روگردانی ہے کہتے ہیں ایک دنیا دار آدمی نے رابعہ عدویہ سے کہا" جس چیز کی ضرورت ہو مانگ

Marfat.com

میں مہیا کردوں گا۔" انہوں نے جواب دیا "مجھے اپنے رب سے دُنیا مانگتے ہوئے شرم آتی ہے چہ جائیکہ میں اپنے ہم جنس سے دنیاوی چیز طلب کروں۔"

حاکم وقت آدھی رات ننگے سر ننگے پاؤں گھر سے بھاگ نکلا اور درویش کو جیل سے رہا کر دیا

ابو مسلم نے ایک حق رسیدہ بزرگ کو چوری کے الزام پر جیل میں ڈال دیا۔ اُسی رات ابُو مسلم نے خواب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ رسُول کریم نے اسے فرمایا: اے ابو مسلم میں بحکم خداوندی آیا ہوں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ تُو نے اس کے ایک دوست کو بے جرم قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ اسی وقت جاکر اُسے رہا کر۔ ابُو مسلم چونک اُٹھا اور ننگے سر ننگے پاؤں قید خانے میں پہنچا اور دروازہ کھول کر درویش کو رہا کر دیا۔ معافی مانگی اور کہا کچھ ضرورت ہو تو حکم دیجئے۔ درویش نے کہا میرا مالک تو ایسا ہے کہ آدھی رات کے وقت ابُو مسلم کو بستر سے اُٹھا کر مجھے مصیبت سے نجات دینے کے لیے بھیج سکتا ہے۔ میں کیوں کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤں۔ ابُو مسلم رونے لگا اور درویش چلا گیا۔

سوال کی دوسری جائز صُورت یہ ہے کہ سوال ریاضتِ نفس کے لیے کیا جائے تاکہ سوال کی ذلت برداشت کریں اس کی تکلیف گوارہ کریں اور دوسروں کی نظر میں اپنی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگائیں اور اس طرح تکبر سے محفوظ رہیں۔

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت شبلی سے فرمایا تیرے سر میں غرور ہے کہ تو خلیفہ اور امیر سامرہ کے دربانوں کے سردار کا بیٹا ہے تجھے کوئی

Marfat.com

چیز حاصل نہیں ہوگی جب تک تو بازار میں نہ گھومے اور ہر کسی سے سوال نہ کرے اور تجھے اپنی اصل قیمت کا احساس نہ ہو جائے۔ حضرت شبلی نے ایسا ہی کیا۔ بھیک مانگنے کے معاملے میں کساد بازاری بڑھتی گئی اور چھ سال میں نوبت یہاں تک آئی کہ آپ سارے بازار میں گھوم نکلے اور کسی نے کچھ نہ دیا۔ آپ نے واپس آکر حضرت جنیدؒ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اب تجھے اپنی قیمت کا اندازہ ہو گیا۔ لوگ تجھے کچھ نہیں سمجھتے۔ اپنے دِل کو اُن کی طرف سے پھیرے اور کسی قیمت پر بھی اُن کی صحبت اختیار نہ کر۔ یہ صرف ریاضت نفس کے لیے تھا کسبِ معاش کے لیے نہیں۔

دُنیا کی ہر چیز کا حقیقی مالک حق تعالیٰ ہے

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ جائز سوال کی ایک اور صورت ہے کہ سوال حق تعالیٰ کی عظمت و حُرمت کے لیے کیا جائے دُنیا کی ہر چیز کا حقیقی مالک حق تعالیٰ ہے اور لوگ صرف نگران ہیں۔ درویش اپنے نصیب کی چیز حق تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔ جو شخص حق تعالیٰ کے سامنے اپنی ضرورت کے لیے وکیل کو پیش کرتا ہے۔ حرمت و طاعت میں اس شخص سے بالاتر ہے جو خود حق تعالیٰ سے طلب کرتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ کی ایک لڑکی تھی۔ ایک دِن اُس نے اپنی والدہ سے کوئی چیز مانگی۔ والدہ نے کہا خُدا سے مانگو۔ لڑکی نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی ذاتی ضرورت کی چیز حق تعالیٰ سے طلب کروں جو آپ دیں گے وہ بھی تو اُسی کا ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ بندہ حق تعالیٰ کو اپنی گدائی کا جال نہ بنائے تاکہ اس کی پارسائی کے پیش نظر لوگ زیادہ دیویں۔ مَیں نے ایک دفعہ بلند مرتبہ صُوفی کو دیکھا۔ وہ اپنے فاقہ میں مبتلا جنگل سے نکل کر راستے کی صعوبت برداشت کرتا ہُوا

Marfat.com

کوفہ کے ایک بازار میں آیا۔ ہاتھ پر ایک چڑیا اُٹھا رکھی تھی اور پکار رہا تھا کون ہے جو اس چڑیا کے لیے مجھے کچھ دے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیوں کہتے ہو؟ کہا یہی ٹھیک ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خدا کے لیے مجھے کچھ دو۔ دنیاوی چیز کے لیے صرف حقیر چیز کی سفارش کی جا سکتی ہے۔

آدابِ صحبت

مرید کے لیے سب سے اہم چیز ہم نشینی ہے۔ اس لیے ہم نشینی کے حقوق کی پاسداری فرض ہے۔ کیوں کہ مرید کے لیے تنہائی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے رسُول کرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ابلیس تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تین آدمی باہم مشورہ کر رہے ہوں تو چوتھا باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کے ایک مرید کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ وہ درجۂ کمال کو پہنچ چکا ہے اور اب اس کے لیے تنہائی ہم نشینی سے بہتر ہے۔ اس نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا اور جماعت مشائخ سے روگرداں ہو گیا۔ رات کے وقت اس کے پاس ایک اونٹ لایا جاتا اور اُسے کہا جاتا چلو تمہیں بہشت جانا ہے۔ وہ اونٹ پر سوار ہوتا اور وہ ایک پُرفضا مقام پر پہنچ جاتے۔ خوبرو لوگوں کی معیت میں عمدہ کھانے اس کے لیے مہیا کیے جاتے صبح تک وہاں رہتا پھر اُسے نیند آجاتی اور بیدار ہوتا تو اپنے تکیہ میں ہوتا۔ رفتہ رفتہ انسانی غرور اس کے دل و دماغ پر مسلّط ہو گیا اور تکبّر نے اُسے پوری طرح جکڑ لیا۔ حضرت جنیدؒ کو معلوم ہوا تو اس کے تکیہ میں تشریف لائے اور دیکھا کہ ان کا مرید تکبّر اور غرور میں مبتلا بیٹھا ہے۔ حال دریافت کیا تو اس نے واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ آج رات اس مقام پر جانا ہو

Marfat.com

تو تین دفعہ وہاں پہنچ کر لاحول ولا پڑھنا۔ ہنگام شب اُسے پھر وہیں لے گئے وہ دِل ہی دِل میں حضرت جنیدؒ کا منکر ہو رہا تھا۔ کچھ وقت گزرنے پر اُس نے از راہِ آزمائش تین بار "لاحول" پڑھا۔ جملہ حاضرین میں سے ایک اُٹھا اور اُس کے پیچھے سب کے سب چلے گئے اور اُس نے اپنے آپ کو ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا پایا اور اُس کے گرد مُردار جانوروں کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے توبہ کی۔ الغرض مرید کے حق میں تنہائی سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہم نشینی کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ ہر شخص کا درجہ ملحوظ خاطر رہے۔ پیر طریقت کے ساتھ اُن کی حُرمت کا لحاظ مرید کے لیے باعث رحمت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے شیخ المشائخ ابوقاسم گرگانی سے پوچھا کہ شرط ہم نشینی کیا ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ تو اپنے حصّہ کا طالب نہ ہو۔ ہم نشینی میں جو جملہ خرابیاں ہیں اسی چیز سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شخص اپنا حصّہ طلب کرتا ہے۔ حقیقی ہم نشینی یہ ہے کہ اپنے حصّے سے دست بردار ہو کر ہم نشینوں کے حصّے کی پاسداری کر۔ ایک درویش نے کہا کہ میں ایک دفعہ کوفہ سے مکّہ معظمہ جا رہا تھا۔ راستے میں حضرت ابراہیم خواصؒ سے مُلاقات ہو گئی۔ میں نے ہمراہی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ مگر تمھیں میرے حکم کے مطابق کام کرنا ہو گا۔ عرض کیا بجا ہے۔ منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں حکم بجا لایا۔ آپ نے کنوئیں سے پانی نکالا۔

درویشوں کے ساتھ ہم نشینی

سردی کا موسم تھا لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور مجھے گرم کیا۔ میں جب بھی کوئی کام کرنے کے لیے اُٹھا فرماتے بیٹھ جاؤ۔ مجھے حکم بجا لانا تھا۔ خاموش ہو جاتا۔ رات کو سخت بارش ہونے لگی۔ آپ نے اپنا خرقہ نکالا اور تا سحر میرے سر تان کر

Marfat.com

کھڑے رہے ۔ مَیں شرم سے ڈوبا جا رہا تھا۔ مگر ازروئے شرط کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ جب صُبح ہوئی تو مَیں نے کہا آج مَیں امیر ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے جب پھر منزل پر قیام کیا تو پھر آپ نے خدمت اپنے اوپر لے لی۔ مَیں نے کہا مَیں امیر ہوں۔ میرے حکم سے آپ باہر نہیں جا سکتے۔ آپ نے فرمایا نافرمان وہ ہوتا ہے جو اپنی خدمت امیر کے سپُرد کر دے۔ مکہّ معظمہ تک آپ اسی طرح میرے ہم سفر رہے۔ مکہّ معظمہ پہنچ کر میں شرمساری کے عالم میں بھاگ گیا۔ آپ نے منا میں مجھے دیکھ لیا اور فرمایا دیکھو بیٹا! درویشوں کے ساتھ ہم نشینی کا طریقہ یہی ہے جو مَیں نے تمھارے ساتھ اختیار کیا۔

ایک بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ادب کی شرط کیا ہے جواب دیا جو کچھ میں جانتا ہوں ایک جملے میں بیان کئے دیتا ہوں۔ ادب یہ ہے کہ جو کچھ تیری زبان سے نکلے سچ ہو۔ اگر کوئی معاملہ کرے تو اس کی بنیاد حق و انصاف پر پر ہو۔ کلام سچا ہونا چاہیئے۔ خواہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ عمل نیک ہونا چاہیئے۔ خواہ سخت ہی کیوں نہ ہو۔ بولو تو سچ بولو۔ خاموش رہو تو خاموشی کو راستی پر مبنی رکھو۔

ادب کے لحاظ سے تین قسم کے لوگ

شیخ ابو نصر سراجؒ نے اپنی کتاب "لمع" میں ادب کی مختلف صورتیں بیان کی فرماتے ہیں۔ اہلِ دنیا جن کے نزدیک فصاحت بلاغت علم فنون کی تحقیق و تدوین۔ بادشاہوں کی داستانیں۔ مختلف شعراء کے اچھے شعر۔ علمی چیزوں۔ شاہی نسب ناموں اور عربی زبان کے اشعار کو حفظ کرنا ادب ہے۔ اہل دین کے نزدیک ریاضت و مجاہدہ کی عادت، اعضائے جسمانی کی تادیب حدود و حق کی حفاظت اور ترکِ خواہشات نفسانی کو ادب کہتے ہیں۔

Marfat.com

خاص لوگ جن کے نزدیک دل کو پاک رکھنا ۔ اسرارِ باطن پر نظر رکھنا ۔ ایفائے عہد ۔ وقت کی پاسداری ۔ پراگندہ خیالات کا استیصال اور پھر طلب و قرب میں حضورِ حق میں مودّب رہنا ادب ہے ۔

جب کوئی درویش اقامت پذیر ہو تو اُس کے لیے شرطِ ادب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر اُس کے دروازے پر آئے تو اُس کی عزت و توقیر کرے اور اُس کے ساتھ دلی مسرت سے پیش آئے ۔ اور احترام سے اپنے پاس ٹھہرائے یہ سمجھے کہ گویا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں میں سے ہیں اور وہ برتاؤ کرے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں سے کیا کرتے تھے ۔ بلا تکلف ماحضر سامنے رکھ دیا کرتے تھے اور یہ کبھی نہ پوچھتے تم کہاں سے آتے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہارا کیا نام ہے ۔ یہ سمجھتے کہ ایسے لوگ حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اُسی کی طرف وہ روبہ سفر ہوتے ہیں ۔ اور ان کا نام "بندہ حق" ہوتا ہے ۔ یہ فیصلہ کرے کہ مسافر کو آرام کرنے کے لیے تنہائی کی ضرورت ہوگی یا مجالست کی ۔ اگر وہ خلوت پسند ہے تو اُس کے لیے جگہ خالی کر دے اگر مجالست طلب ہو تو بے تکلف محبّت اور ہمدردی سے اُس کے ساتھ رہے جب وُہ تکیہ پر سر رکھ کر سونے کا ارادہ کرے تو اُس کے پاؤں دباتے ۔ اگر وہ کہے مجھے عادت نہیں تو اصرار نہ کرے تاکہ اُسے گراں نہ گزرے ۔ دوسری صُبح اسے کسی نہایت صاف ستھرے حمام پر لے جائے اُس کے کپڑے ناپاک جگہ پر نہ رکھے اور کسی اجنبی کو اُس کی خدمت پر مامور نہ کرے ۔ خدمت ایسے ہم جنس کے سپرد ہونی چاہیئے جو پورے اعتقاد کے ساتھ اُسے ہر نجاست سے پاک کر سکے ۔ طالبِ حق کسی وقت ایسے مقام پر ہوتا ہے کہ اُس کا اپنا دِل اُس کے اختیار سے باہر ہوتا ہے ۔ حضرت ابراہیم خواصؒ سے لوگوں نے اُن کے سفر کے حالات پوچھے تو آپؒ نے فرمایا کہ

Marfat.com

کہ ایک دفعہ حضرت خضر علیہ السلام نے میرے ساتھ ہم نشینی کی خواہش کی مگر میں نے انکار کر دیا کیوں کہ اس وقت میرا دل جز بذات حق کسی اور چیز کی طرف راغب نہ تھا اور میں نہیں چاہتا کہ میری نظر میں کسی اور چیز کی قدر و منزلت ہو تو میں اس کی رعایت سے اپنی توجہ کسی اور طرف کر دوں۔ یہ قطعاً روا نہیں کہ درویش کسی مسافر کو اہل دنیا کے لیے ان کی مہمان نوازیوں یا تیمارداریوں کے ساتھ لیے پھرے۔

بے ادبوں کی صحبت سے فوائد

میں علی بن عثمان جلابی اپنے سفر کے دوران کسی چیز سے اتنا رنجیدہ اور کبیدہ خاطر نہیں ہوا جتنا جاہل خدمت گزاروں سے جو مجھے بلا تامل ساتھ لے لیتے اور بڑے آدمیوں اور دہقانوں کے گھروں پر لیے پھرتے میں ساتھ تو ہولیتا اور بظاہر درگزر سے کام لیتا مگر دل میں عہد کر لیتا کہ اقامت کے بعد میں مسافروں سے کبھی یہ سلوک نہیں کروں گا۔ بے ادبوں کی صحبت سے یہی فائدہ ہوتا ہے کہ جو وہ کریں تم اس سے پرہیز کرو۔

اگر مسافر چند روز قیام کرے اور کسی دنیاوی ضرورت کا اظہار کرے تو درویش کو چاہیئے کہ اس کی ضرورت پوری کر دے تاہم اگر مدعی بے ہمت ہے تو درویش کو اس کی دنیاوی ضروریات پورا کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ سالکانِ حق کا وطیرہ نہیں ہوتا۔ سالکِ حق کو کیا ضرورت ہے کہ درویشوں سے ملے۔ اگر اس کا دامن دنیاوی ضروریات سے آلودہ ہے اسے بازار میں جا کر خرید و فروخت کرنا چاہیئے یا کسی بادشاہ کی درگاہ پر دربانی اختیار کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

کیفیتِ باطن

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ مَیں درویشوں کے ہمراہ ابن المعلاؒ کی زیارت کے لیے جارہا تھا وہ ایک گاؤں رملہ نامی میں مقیم تھے ہم نے راستہ میں فیصلہ کیا کہ ہر شخص اپنے دل میں کوئی بات سوچ لے، دیکھیں پیر صاحب ہمارے باطن کی کیفیت سمجھتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ مجھے آپ سے حسین بن منصور کی مناجات اور اشعار ملنے کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ دوسرے نے کہا میں تلی کے مرض میں مبتلا ہوں مجھے شفا حاصل ہو جائے۔ تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی (برفی) چاہیئے جب ہم لوگ حاضر خدمت ہوئے تو اُن کے حکم سے حسین بن منصُور کی مناجات اور اشعار لکھے پڑے تھے۔ وہ میرے سامنے رکھ دیے۔ دُوسرے درویش کے پیٹ پر ہاتھ پھیر دیا اور اس کی تلی کی تکلیف جاتی رہی تیسرے سے فرمایا صابونی حلوہ بادشاہوں کے درباروں کی غذا ہے مگر تم نے لباس اولیاء اوڑھ رکھا ہے۔ یہ لباس شاہی نوکروں اور دنیاداری کے مطالبات پر راس نہیں، دو میں سے ایک چیز اختیار کرو۔ الغرض صاحب اقامت پر صرف اُسی شخص کی رعایت روا ہے جو رعایت حق میں مشغول ہو اور اپنے حصّہ سے دست بردار ہو۔ جو درویش اپنے حصّہ پر قیام پذیر ہو اس کے حصّہ پر کوئی ہاتھ نہیں مار سکتا۔ کیوں کہ درویش ایک دوسرے کے رہنما ہوتے ہیں۔ رہزن نہیں ہوتے جب کوئی اپنے حصّہ پر بضد ہو دوسرے کو مخالفت کرنی چاہیئے۔ جب وہ اپنے حصے سے بے نیاز ہو جائے تو دوسرے پر لازم ہے کہ اس کا حصّہ برقرار رکھے تاکہ دونوں راہ طے کرنیوالوں میں شمار ہوں اور راہ سے بھٹکے ہوتے نہ کہلائیں۔

Marfat.com

حضرت سیّد علی ہجویریؒ نے اِسی موضوع پر فرمایا کہ ایک ایسا وقت تھا کہ میں عراق میں دنیاوی دولت کی طلب اور اس کو فنا کرنے میں نہایت تندہی سے مصروف تھا مجھ پر بہت قرض ہو گیا جس کو ضرورت ہوتی وہ میری طرف رُخ کرتا میں ان لوگوں کی حرص و ہوس کا شکار ہو کر رہ گیا اور سرداران وقت میں سے ایک سردار نے مجھے لکھا۔ بیٹا خبردار۔ دِل کو خدا سے ہٹا کر ایسے لوگوں کی دلجوئی میں مشغول نہ ہو جو اپنے نفس کی خواہشات میں مصروف ہیں۔ اگر کوئی اپنے دِل سے عزیز تر ہو تو اس کی فراغت میں کوشاں ہونا روا ہے ورنہ اس کام سے دست بردار ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ خود ذاتِ حق اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس چیز پر عمل پیرا ہونے سے مجھے فراغت حاصل ہو گئی۔ یہ ہیں احکام مقیموں اور مسافروں کی ہم نشینی سے متعلق۔

آداب سفر

اقامت چھوڑ کر سفر اختیار کرنا ہو تو اس کے آداب کو مدِ نظر رکھے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ سفر فی سبیل اللہ ہونا چاہیئے نفس کی تابعداری سے رد گردان ہو کر ظاہر کے سفر کی طرح باطن کا بھی سفر کرے۔ یعنی خواہشات نفسی کو پیچھے چھوڑ دیوے۔ ہمیشہ باوضو رہے اور اپنے اوراد کو ضائع نہ کرے سفر کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ یعنی حج بیت اللہ، جہاد یا کسی مُقدّس مقام کی زیارت، تلاشِ علم یا کسی بزرگ کے مزار کی زیارت۔ اگر ایسا کوئی سفر مدِ نظر نہیں تو سفر بے کار ہو گا۔

جو چیز میرے کان سُن نہ سکے وہ میری آنکھ نے ظاہر دیکھ لیا

سیّد شیخ علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ ابُو مسلم فارس بن

Marfat.com

انصاری شیخ ابُوسعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمدؒ سے ملنے آئے تو دیکھا کہ آپ تخت پر چار تکیے لگاتے سو رہے ہیں پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہیں۔ اور ایک مصری چادر اوڑھ رکھی ہے ان کے اپنے کپڑے میل کی وجہ سے چمڑے کی طرح ہو رہے ہیں جسم تکلیف سے سوکھا ہوا تھا رنگ ریاضت سے زرد تھا۔ دل میں کراہت پیدا ہوئی سوچا میں بھی درویش ہوں یہ بھی درویش ہے اسے اس قدر آرام میسر ہے اور میں مشقت سے نڈھال ہو رہا ہوں، شیخ ابُوسعیدؒ نے نخوتِ باطن کی کیفیت بھانپ لی اور فرمایا۔ "اے مسلم تو نے کس کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ خود بین بھی درویش ہوتا ہے۔ سنو میں نے صرف حق تعالیٰ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے تخت پر بٹھایا تو نے صرف اپنے آپ کو دیکھا اور بجز خاک نشینی کے کچھ نہ پایا۔ ہمارے نصیب میں مشاہدہ ہے اور تیرے نصیب میں مجاہدہ۔ یہ دونوں طریقت کے مقام ہیں۔ مگر ذاتِ حق اِن سے مبرّہ ہے۔ اور درویش مقامات واحوال سے فانی اور آزاد۔ شیخ ابُومسلم فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور تمام عالم میری نظر میں تاریک ہو گیا۔ ہوش بجا ہوئے تو میں معافی کا خواستگار ہوا۔ اور آپ نے مجھے معاف کر دیا۔ میں نے عرض کیا مجھے جانے دیجئے۔ کیوں کہ میں دیدار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور کہا "جو چیز میرے کان سن نہ سکے وہ میری آنکھ نے ظاہر دیکھ لیا۔"

مسافر کو ہمیشہ سنت کی اقتدار کرنی چاہیئے اور جب کسی مقیم سے ملاقات ہو تو عزت واحترام سے سامنے آئے۔ سلام کرے پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اتارے کیوں کہ یہ سنتِ نبویؐ ہے۔ جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالے جب پاؤں دھوئے۔ دو رکعت نماز تہجد ادا کرے اور پھر درویشوں کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ جو مقیم ہوں۔ ان پر کسی شکل میں اعتراض نہ کرے۔ کسی کے

Marfat.com

ذاتی معاملات میں زیادتی نہ کرے۔ اپنے سفر کے مصائب بیان نہ کرے۔ مجلس میں بیٹھ کر علم کی باتیں روایات و حکایات بیان نہ کرے۔ کیوں کہ یہ سب چیزیں رعونت کی دلیل ہیں۔ سب کا دُکھ بانٹے اور فی سبیل اللہ اوروں کا بوجھ برداشت کرے۔ یہ چیزیں برکاتِ خُداوندی کا باعث ہیں۔

آداب طعام

سالکانِ حق کے لیے پُرخوری سب سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ حضرت بایزیدؒ سے لوگوں نے پوچھا آپ بھوک کی بہت تعریف کرتے ہیں؟ فرمایا درست ہے اگر فرعون بھوکا ہوتا تو ہرگز یہ نہ کہتا "میں ہی تمھارا سب سے بڑا خُدا ہوں"؛ اگر قارون بھوکا ہوتا تو سرکشی نہ کرتا۔

آدابِ طعام کی شرط یہ ہے کہ تنہا نہ کھائیں اور کھاتے وقت ایک دُوسرے کے لیے ایثار کریں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے شیخ محترم نے کہا۔ "مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دعویٰ کرتا ہے ترکِ دنیا کا اور شب و روز کھانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔

آدبِ ایثار

ایثار دوسروں کی مدد کرنے کا نام ہے۔ ایثار کی دو صُورتیں ہیں (۱) ایثار مُصاحبت (۲) ایثارِ محبت۔ مُصاحب سے ایثار کوشش اور تکلیف چاہتا ہے مگر محبوب سے ایثار سراسر مسرت ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جب غلام الخلیل نے صوفیوں پر سختی کی اور ہر ایک کو اپنے جور و ستم کا نشانہ بنایا تو نوری۔ رقام اور بوحمزہ گرفتار ہو کر دربار خلافت میں پیش ہوئے۔ غلام الخلیل نے الزام لگایا کہ یہ لوگ اہل زندقہ (فریب) میں شامل ہیں۔

Marfat.com

اور ان کے سرغنہ ہیں اگر ان کی گردنیں اڑا دی جائیں تو زندقہ کی بیخ کنی ہو جائے گی۔ جو اس کام کو سرانجام دے میں اس کے لیے اجرِ عظیم کا ضامن ہوں۔ خلیفہ نے فوراً قتل کا حکم صادر کر دیا۔ جلاّد نے سب کے ہاتھ باندھ دیئے اور تلوار لے کر رقام کی طرف بڑھا نوری فوراً مقتل (قتل گاہ) میں مسکراتے ہوئے رقام کی جگہ پہنچ گئے۔ لوگ حیران تھے۔ جلاّد نے پوچھا۔ اے جوان مرد! یہ تلوار ایسی چیز نہیں کہ تو مسکراتا ہوا اس کی زد میں آتے۔ حالانکہ تیری باری ابھی نہیں آئی۔ نوری نے جواب دیا میرا مسلک ایثار ہے۔ دُنیا میں عزیز ترین چیز زندگی۔ ہے اور مَیں چاہتا

خلیفہ نے درویش سے کہا کسی چیز کی ضرورت ہے۔؟

ہوں کہ باقی ماندہ چند سانس ان بھائیوں کے کام آجائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دنیاوی زندگی کا ایک لمحہ دوسری دنیا کے ہزار سال سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ مقام خدمت ہے اور وہ دنیا مقامِ قربت جو خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ قاصد نے یہ خبر خلیفہ کو پہنچائی اور وہ نوریؒ کے کلام کی رقّت اور نزاکت سے حیرت زدہ ہو گیا۔ اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے قتل کا حکم منسوخ کر دیا اور معاملہ تحقیق کے لیے قاضی کے سپرد کر دیا۔ قاضی سب کو اپنے گھر لے گیا۔ شریعت وطریقت سے متعلق اُن سے سوال کئے سب کو ہر پہلو کامل پایا اور اپنی غفلت پر نادم ہوا۔ نوریؒ نے کہا قاضی صاحب آپ نے جو کچھ پوچھا وہ گویا نہ پوچھنے کے برابر ہے۔ خداوند تعالیٰ جن کو بزرگی عطا فرماتے ہیں۔ وہ خدا کے لیے کھاتے ہیں۔ خُدا کے لیے پیتے ہیں۔ اسی کے لیے بیٹھے ہیں اور اُسی کے لیے کلام کرتے ہیں۔ اُن کی حرکات و سکنات غرض کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔ وہ اُسی کے لیے مشاہدہ میں رہتے ہیں اگر ایک لمحہ کے لیے وہ مشاہدہ حق سے محروم ہو جائیں تو بے قرار

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ قاضی بہت حیران ہوا اور اس نے خلیفہ کو لکھا کہ اگر یہ لوگ ملحد ہیں تو دنیا میں کوئی موحد نہیں۔ خلیفہ نے سب کو دربار طلب کیا اور کہا کسی چیز کی ضرورت ہے تو مانگو سب نے کہا صرف ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ آپ ہمیں فراموش کر دیں نہ ہمیں آپ اپنے قرب سے ہمیں سرفراز یں نہ راندہ درگاہ تصور کریں کیوں کہ ہمارے نزدیک آپ کا قرب اور آپ سے دوری برابر ہے۔ خلیفہ آبدیدہ ہو گیا اور اُن درویشوں کو عزت و آبرو سے رخصت کیا۔

نو درویشوں کا جذبہ ایثار

دس درویش ایک بیابان کا سفر کر رہے تھے۔ اُن پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ صرف ایک پیالہ پانی تھا وہ ایک دوسرے کے لیے ایثار کرتے رہے اور کسی نے پانی نہ پیا حتیٰ کہ ان میں سے نو جاں بحق ہو گئے۔ دسویں نے جب دیکھا کہ صرف وہی ایک باقی رہ گیا ہے۔ تو اس نے پانی پی لیا۔ اور سلامت واپس آ گیا۔ کسی سے اس نے کہا " بہتر یہی تھا کہ تو بھی نہ پیتا" درویش نے جواب دیا۔ "تم شریعت سے بے خبر ہو اگر میں نہ پیتا تو خود کشی کا مرتکب ہوتا اور عذاب میں گرفتار ہو جاتا۔ اس نے پھر پوچھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی نو درویشوں نے خود کشی کی۔ درویش نے کہا ہرگز نہیں وہ ایک دوسرے کے لیے ایثار کر رہے تھے۔ جب صرف میں باقی رہ گیا تو بحکم شرع پانی پی لیا۔ مجھ پر یہی واجب تھا۔

جب جنگ اُحد میں مومنوں کی آزمائش ہو رہی تھی تو انصار میں سے ایک عورت نے ارادہ کیا کہ خود میدان جنگ کارزار میں جا کر سرفروشوں کو پانی پیش کرے۔ ایک صحابی زخموں سے نڈھال دم توڑ رہے تھے۔ پانی کے لیے اشارہ کیا۔ جب وہ عورت پانی لے کر آگے بڑھی تو ایک دوسرے زخمی نے کہا یہ پانی مجھے دو

Marfat.com

پہلے زخمی نے پانی پینے سے انکار کر دیا اور کہا دوسرے کے پاس لے جاؤ۔ جب اس کے پاس گئی تو تیسرے نے کہا پانی مجھے دو۔ دوسرے نے بھی پانی نہ پیا۔ اور کہا تیسرے کے پاس لے جاؤ۔ اسی طرح سات مجروحین کو پانی پیش کیا گیا ساتویں نے پانی پینا چاہا تو دم توڑ دیا۔ واپسی ہوئی تو باقی چھ بھی جان بحق ہو چکے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"

(وہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں)

ابوجعفر خلدی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابوالحسن نوریؒ گوشہ خلوت میں مناجات کر رہے تھے میرے دل میں آئی کہ کان لگا کر چپکے سے سنوں۔ مناجات میں عجیب فصاحت تھی۔ کہہ رہے تھے باری تعالیٰ! کیا تو اہلِ جہنم کو عذاب دے گا؟ حالاں کہ سب مخلوق تیری ہے اور تیری ہی قدرت سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ اگر جہنم کو پُر کرنا ہی ہے تو صرف میرے وجود سے ساری جہنم اور اس کے سب طبقات کو پُر کر دے اور سب کو بہشت میں بھیج دے۔ ابوجعفر کہتے ہیں مجھے سخت حیرت ہوئی اور اُسی رات خواب میں مجھے ہاتف غیبی نے حکم دیا "ابوالحسن نوری کو بشارت دے دو کہ اُسے اس شفقت اور تعظیم کے باعث بخش دیا گیا جو اس کے دِل میں خدا کے بندوں کے لیے موجُود ہے۔"

Marfat.com

آداب کلام و خاموشی

مشائخ کی ایک جماعت خاموشی کو کلام سے بہتر سمجھتی ہے۔ اور ایک دوسری جماعت کلام کو خاموشی سے افضل سمجھتی ہے۔ بقول حضرت جنیدؒ الفاظ اور عبارت آرائیاں کسی چیز کا دعویٰ کرنے کی دلیل نہیں اور اثباتِ حقیقت میں دعویٰ بے کار ہے۔ کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اختیارِ گفتگو کے باوجود خاموش رہنا پڑتا ہے۔ مثلاً خوف کے مقام پر بات کرنے کا اختیار اور طاقت ہو بھی تو خوف کے مقام پر لب کشائی نہیں ہوتی۔ دعویٰ بغیر حقیقت منافقت ہے اور حقیقت بغیر دعویٰ اخلاص۔ جس نے بیان کا سہارا لیا وُہ زبان سے بے نیاز نہیں۔ جن کی بنیاد مشاہدہ پر ہے وہ اس راز سے متعلق جو اس کے اور ربِّ قدیر کے درمیان ہے زبان سے آزاد ہے یعنی جس کے لیے راستہ کھُل جاتا ہے اُسے بولنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کلام کا مقصد غیر کو مطلع کرنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے احوال کے تغیّر و تبدّل سے متعلق بے نیاز ہے۔ حضرت جنیدؒ کے اس قول سے یہ چیز اور واضح ہو جاتی ہے۔ "جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی اس کی زبان گنگ ہو گئی کیونکہ عالمِ مشاہدہ میں گفتار حجاب ہے۔ کہتے ہیں ایک روز حضرت شبلیؒ بغداد کے محلہ کرخ سے گزر رہے تھے۔ دیکھا ایک مدعی طریقت کہہ رہا ہے۔ "خاموشی کلام سے بہتر ہے۔ شبلیؒ نے کہا۔" تیری خاموشی کلام سے بہتر ہے۔ تیرا کلام لغو ہے اور تیری خاموشی مضحکہ خیز ہے۔ میرا کلام خاموشی سے بہتر ہے۔ تیرا کلام لغو ہے اور تیری خاموشی مضحکہ خیز ہے۔ میرا کلام خاموشی سے بہتر ہے کیوں کہ میری خاموشیِ حلم ہے۔" مطلب یہ ہے کہ اگر میں نہ بولوں تو یہ

Marfat.com

میری بُردباری ہے اور اگر بولوں تو یہ میرے علم کا اظہار ہوگا۔ جب خاموش ہوتا ہوں تو حلیم ہوتا ہوں اور جب بولتا ہوں تو علیم ہوں"۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں :۔

"میں علی بن عثمان جلابی کہتا ہوں کہ کلام دو قسم کا ہوتا ہے اور خاموشی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کلام کی بنیاد حق پر ہوئی اور دوسرے کی باطل پر۔ اس طرح ایک خاموشی تو مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دوسرے غفلت پر مبنی ہوتی ہے۔ کلام یا خاموشی کے وقت ہر شخص کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے۔ اگر کلام کی بنیاد حق پر ہے تو کلام خاموشی سے بہتر ہے۔ ورنہ خاموشی کلام سے بہتر ہے۔ اس طرح اگر خاموشی مقصود حاصل ہونے اور مشاہدہ کی وجہ سے ہے۔ تو کلام سے بہتر ہے اور اگر یہ حجاب اور غفلت کی وجہ سے ہے تو گفتار بہتر ہے۔ کچھ مدعی جن کے پیش نظر فضول باتیں۔ کچھ نفسانی خواہشات اور بیہودہ عبارت آرائیاں ہوتی ہیں۔ کلام کو خاموشی سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس طرح جُہلا کی ایک جماعت کو جو کنویں اور مینار میں تمیز نہیں کر سکتی خاموشی کو کلام سے بہتر کہتی ہے۔ یہ دونوں گروہ یکساں ہیں ان کو بولنے دو اُن کو خاموش رہنے دو۔ خبردار! جو کوئی بولتا ہے وہ غلط بولتا ہے یا صحیح۔ جو تائید غیب سے بولتا ہے۔ وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شیطان خود بولا اور اس نے کہا" میں آدم سے بہتر ہوں"۔ آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے بولنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا۔ "اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا"۔ حضرت داتا گنج بخشؒ آخر میں فرماتے ہیں۔

"پس داعیانِ طریقت اپنی گفتار میں مامور اور مجبور ہوتے ہیں۔ اور خاموشی میں شرمسار اور بے اختیار۔ جن کی خاموشی حیا کی وجہ سے ہو اُن کا کلام دلوں کے لیے پیام زندگی ہوتا ہے کیوں کہ وہ عالم مشاہدہ میں بولتے ہیں

Marfat.com

اور سمجھتے ہیں کہ گفتار بے دلیل ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے آپ میں ہوتے ہیں تو خاموشی کو کلام سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور جب وہ مشاہدہ میں گم ہوں تو لوگ اُن کے کلام کو تعویذ جان بنا لیتے ہیں۔" اِسی بنا پر کسی بزرگ نے فرمایا :- "جب خاموش ہوں تو اُن کا سکوت سونا ہوتا ہے اور جب بولیں تو اُن کا کلام سونا بنانے کا نسخہ اکسیر۔"

پس سالک کو چاہیئے جب عبودیت کے مقام پر منہمک ہو تو خاموشی اختیار کرے یہاں تک کہ اس کی طاقت گفتار ربوبیت پر مشغولِ ثنا ہو کر سرگرم سخن ہو اور اس کا کلام مریدوں کو گرما دے۔

آداب کلام یہ ہے کہ سالک بجز حکمِ الٰہی نہ بولے اور بجز حکمِ الٰہی زبان سے کچھ نہ نکالے۔ خاموشی کے آداب یہ ہیں کہ خاموشی اختیار کرنے والا جاہل نہ ہو، جہالت پر مطمئن نہ ہو اور غفلت میں مبتلا نہ ہو۔ مُرید کو چاہیئے کہ رہنماؤں کے کلام پر دخل انداز نہ ہو۔ اس میں تصرّف نہ کرے۔ بے سروپا اور سطحی گفتگو نہ کرے۔ جس زبان سے کلمہ شہادت پڑھا ہے اور اقرار توحید کیا ہے اسے جھوٹ اور غیبت کے لیے استعمال نہ کرے۔ مسلمانوں کا دل نہ دکھائے درویشوں کو اُن کا نام لے کر نہ پکارے۔ جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے زبان نہ ہلائے۔ درویش کے لیے خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ رہے اور بولنے کی شرط یہ ہے کہ بجُز حق کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ اس اصل کی کئی شاخیں ہیں اور بیشمار لطائف ہیں مگر میں اس پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ کتاب طویل نہ ہوجائے واللہ اعلم۔"

اختتام

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

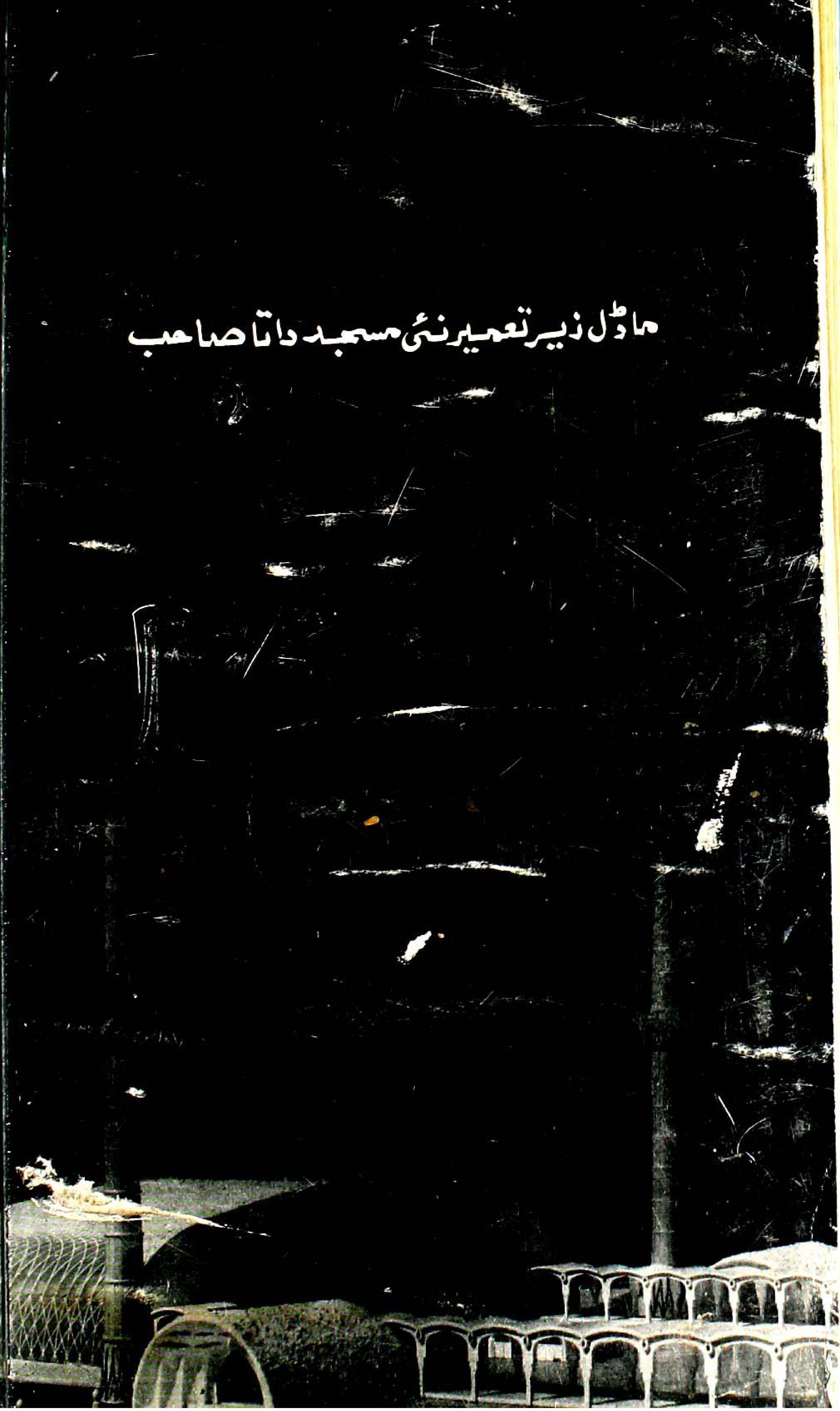

Marfat.com

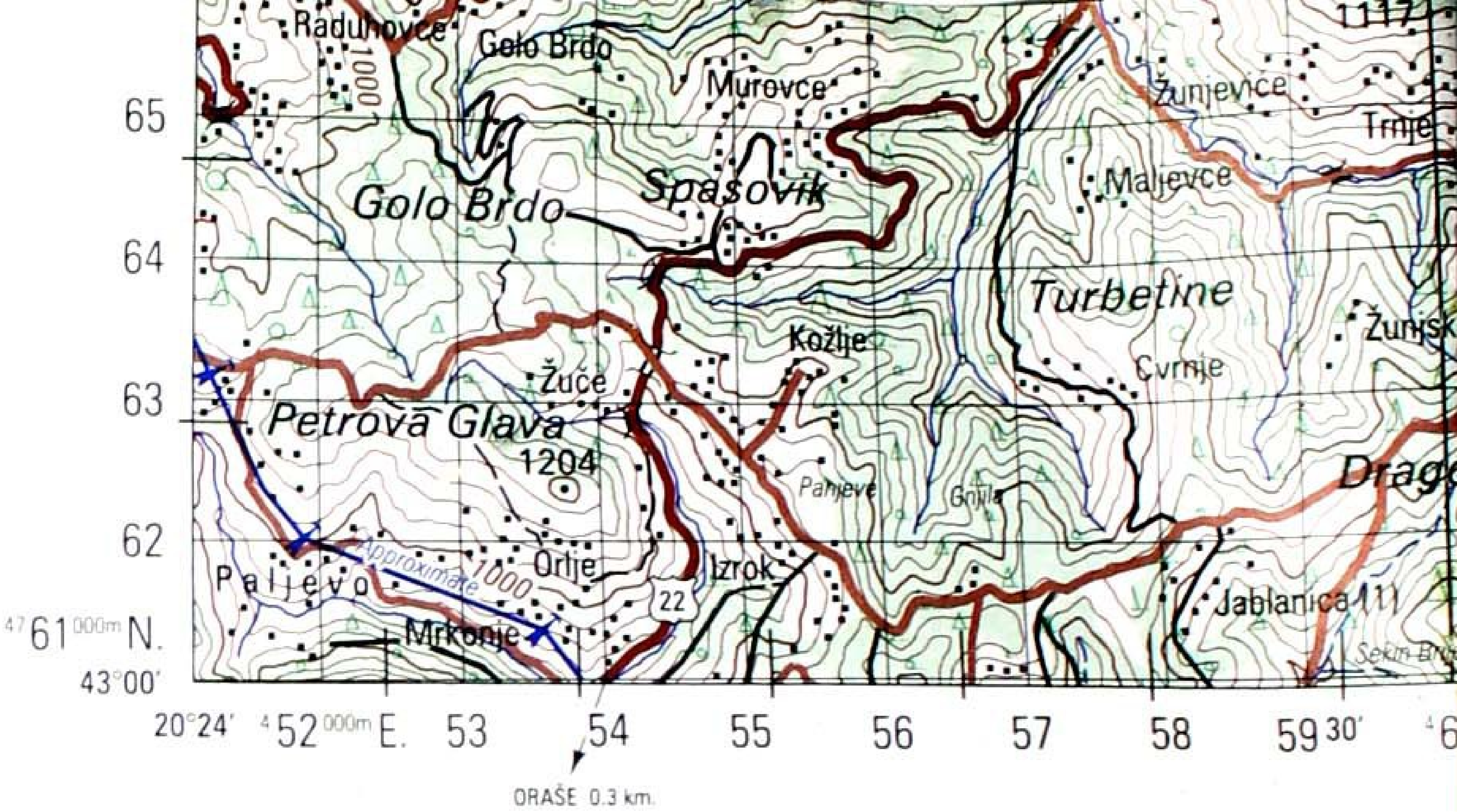

Prepared and published by the National Imagery and Mapping Agency

MAP INFORMATION AS OF 1998

LEGEND

OPULATED PLACES
Densely built-up areas
Sparsely to moderately built-up areas

ROADS
All weather, hard surface:
Divided; Median < 40m — 4 LANES
Two or more lanes wide — 3 LANES
One lane wide
All weather, loose surface:
Two or more lanes wide — 3 LANES
One lane wide
Fair or dry weather, loose surface
Track
Trail
Route marker: International; National; Secondary — E22 64 10

RAILROADS — Single Track, Multiple Track
Normal gauge 1.44m (4′8½″)
Electrified
Railroad station: Location known; Location unknown

BOUNDARIES
International
Former Republic
Province

MISCELLANEOUS CULTURAL FEATURES
Building; School; Ruin
Church; Mosque; Marabout
Cemetery: Christian; Islamic
Located object; Well; Tank — Silo, Oil
Hospital; Heliport
Mine: Active; Abandoned
Culvert; Bridges: Standard; Pedestrian
Tunnel: Road; Railroad
Fence
Landmark area
Area name — RAŠKA

OBSTRUCTIONS — Single, Group
Elevation of obstruction top above sea level (≥ 46m) — 430
Elevation of obstruction top above ground level (≥ 46m) — (70)
< 46m, ≥ 46m
High tension powerlines
Telephone or telegraph line — Tel
Catenary powerline

DRAINAGE — Perennial, Intermittent
Streams:
Less than 50m wide
50m wide or more
Spring
Well
Lakes: Perennial; Intermittent; Dry
Swamp; Land subject to natural inundation
Cistern; Dissipating stream
Disappearing stream

VEGETATION
Vineyard; Orchard
Scrub; Scattered trees
Woodlands: Evergreen; Deciduous; Mixed

MISCELLANEOUS RELIEF
Spot elevation: Highest; Normal — 2030 · 320
Depression; Embankment
Cliff ≥ contour interval; Cliff < contour interval
Cut ≥ contour interval; Cut < contour interval
Fill ≥ contour interval; Fill < contour interval

A LANE ON THIS
LEAST 2.5 METE

IN DEVELOPED A
CLASSIFIED.

ROAD CLASSIFIC
WITH CAUTION.

CAUTION: NOT A
LINES ARE SHOW

THE NUMBER IN
POPULATED PLA
THAN ONE PLAC

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

طیبہ

کشف و کراماتِ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com